جدید فقہی مباحث

میڈیکل انشورنس
فقہ اسلامی کی روشنی میں

بحث و تحقیق

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

بانی

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد (۲۳)

ناشر

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

.... جملہ حقوق محفوظ ہیں ....

مجمع الفقہ الاسلامی (الهند) Islamic Fiqh Academy (India)

اجازت نامہ سلسلہ مطبوعات اسلامی فقہ اکیڈمی

محترمی نعیم اشرف نور، فہیم اشرف نور سلمہم اللہ تعالی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعائے عافیت دارین۔ اللہ تعالی آپ حضرات کی دینی وعلمی خدمات کو قبول فرمائے اور دینی و دنیاوی ترقیات سے نوازیں، آمین۔ اسلامی فقہ اکیڈمی کی جملہ مطبوعات کی پاکستان میں اشاعت وطباعت و تقسیم کے لیے آپ کے ادارے ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' کو اجازت دی جاتی ہے، اور پاکستان میں یہ حق صرف آپ کے ادارے کو حاصل رہے گا۔ تمام پرسان احوال کو میرا اسلام پہنچادیں۔

والسلام: مجاہد الاسلام قاسمی

صدر اسلامی فقہ اکیڈمی

باہتمام .... نعیم اشرف نور

ناشر .... ادارۃ القرآن گلشن اقبال

کراچی، فون: 021-34965877

اشاعت ۲۰۰۹ء

ڈسٹری بیوٹرز

☆ مکتبۃ القرآن، بنوری ٹاؤن کراچی 021-34856701

مرکز القرآن اردو بازار کراچی 021-32624608

ملنے کے پتے

☆ دار الاشاعت اردو بازار کراچی 021-32631861

☆ بیت القرآن اردو بازار کراچی 021-32630744

☆ ادارۃ المعارف دار العلوم کورنگی 021-35032020

☆ مکتبہ معارف القرآن دار العلوم 021-35031565-6

☆ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، H-8/1 اسلام آباد

☆ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور 042-37353255

☆ بیت العلوم نابھہ روڈ پرانی انارکلی لاہور 042-37352483

☆ مکتبہ رحمانیہ لاہور 042-37334228

☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ 2668657

فہرست مضامین

ابتدائیہ: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۹

پہلا باب: تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ ۱۵
سوالنامہ ۱۶
تلخیص مقالات: مفتی محمد سراج الدین قاسمی ۲۳
عرض مسئلہ: مفتی محمد عبد الرحیم قاسمی ۳۸

دوسرا باب: میڈیکل انشورنس کا تعارف

میڈیکل انشورنس اور صحت کارڈ پروفیسر الصدیق محمد الامین الضریر ۵۱
میڈیکل انشورنس، تعارف اور مقاصد ڈاکٹر محمد ہیثم الخیاط ۶۵

تیسرا باب: فقہی نقطہ نظر

تفصیلی مقالات:

میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کا حکم مولانا زبیر احمد قاسمی ۸۳
صحت بیمہ کے احکام مولانا خورشید احمد اعظمی ۸۶
میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات مفتی جنید عالم قاسمی ندوی ۹۳
میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم مولانا ابوسفیان مفتاحی ۹۸
شرعی نقطہ نظر سے میڈیکل انشورنس مولانا قمر الدین بروڈوی ۱۰۱
میڈیکل انشورنس کا شرعی پہلو مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی ۱۰۵
ہیلتھ انشورنس کتاب وسنت کی روشنی میں مولانا خورشید انور اعظمی ۱۰۹

میڈیکل انشورنس شرعاً ناجائز ہے	مفتی حبیب اللہ قاسمی	۱۱۶
صحت بیمہ کا شرعی حکم	مولانا نور الحق رحمانی	۱۱۹
شرعی تناظر میں میڈیکل انشورنس	مفتی عبد الرحیم قاسمی	۱۲۴
علاج ومعالجہ کی اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کا حکم	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۲۸
ہیلتھ انشورنس کا شرعی حکم	مولانا ارشد مدنی چمپارنی	۱۳۱
صحت بیمہ	مولانا محمد ارشد فاروقی	۱۳۸
میڈیکل انشورنس کی شرعی حیثیت	مفتی اقبال احمد قاسمی	۱۴۱
علاج ومعالجہ کا انشورنس اور اس کے احکام	مفتی سعید الرحمٰن قاسمی	۱۴۵
میڈیکل انشورنس	مولانا محمد ابرار خان ندوی	۱۴۸
ضرورت کے وقت صحت بیمہ	مولانا رحمت اللہ ندوی	۱۶۳
موجودہ حالات میں میڈیکل انشورنس	مولانا محی الدین غازی فلاحی	۱۶۶
صحت کی حفاظت کے لئے انشورنس	مفتی تنظیم عالم قاسمی	۱۷۰
صحت بیمہ کے شرعی احکام	مفتی شاہد علی قاسمی	۱۷۶
موجودہ حالات میں میڈیکل انشورنس	مولانا عطاء اللہ قاسمی	۱۸۲

تحریری آرا:

میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی	۱۸۷
میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات	مولانا قاضی عبد الجلیل قاسمی	۱۸۹
صحت بیمہ قمار اور سود پر مبنی ہے	مفتی محبوب علی وجیہی	۱۹۰
میڈیکل انشورنس خالص قمار آمیز ہے	مفتی ثناء اللہ الہدی قاسمی	۱۹۱
صحت بیمہ ناجائز ہے	مفتی جمیل احمد نذیری	۱۹۳
میڈیکل انشورنس	مفتی عبد اللطیف پالنپوری	۱۹۵

میڈیکل انشورنس شرعاً ناجائز	مولانا نیاز احمد عبد الحمید	۱۹۷
میڈیکل انشورنس میں قمار کا عنصر ہے	مولانا محمد نعمت اللہ قاسمی	۱۹۸
یہ انشورنس غیر شرعی ہے	مولانا ابو العاص وحیدی	۲۰۰
میڈیکل انشورنس اور اس کا شرعی حکم	مولانا نعیم اختر قاسمی	۲۰۲
مناقشہ		۲۰۴

☆☆☆

ابتدائیہ

یہ دور جمہوریت کا دور ہے اور جمہوریت عوام پر عوام کی حکومت سے عبارت ہے؛ لیکن سرمایہ دارانہ نظام کے غلبہ کی وجہ سے جمہوری حکومتوں میں بھی عوام کی بنیادی ضرورتوں سے سرکار اپنا دامن بچارہی ہے، صحت، انصاف اور تعلیم ایسی ضرورتیں ہیں جن سے نہ وہ سرمایہ دار مستغنی ہوسکتا ہے جو سونے کی پلنگ پر سوتا ہے، اور نہ وہ مزدور بے نیاز ہوسکتا ہے جس کے لئے فٹ پاتھ پر بچھی ہوئی چٹائی بستر ہے اور ابھرے ہوئے اینٹ اور پتھر تکئے، اس لئے حکومت کا فریضہ ہے کہ ان بنیادی ضرورتوں کو وہ خود ہر شہری کے لئے فراہم کرے، لیکن پرائیویٹیشن کے موجودہ رجحان کی وجہ سے اب یہ سارے بوجھ عوام کو خود اٹھانے پڑتے ہیں، تعلیم اور انصاف گو ضروری چیزیں ہیں، لیکن انسان ان کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے، مگر صحت تو ایسی لازمی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر تو انسان زندہ بھی نہیں رہ سکتا۔

ایک طرف حکومت کی یہ عنایت اور دوسری طرف علاج کی گراں باری کی وجہ سے آج ترقی یافتہ ملکوں میں میڈیکل انشورنس کمپنیاں نہ صرف وجود میں آچکی ہیں، بلکہ وہ ایک سماجی ضرورت بن گئی ہیں، اور بہت سے ملکوں میں تو ہر شہری کے لئے انشورنس کی یہ صورت لازم کردی گئی ہے، ہندوستان کے حالات ابھی ایسے نہیں ہوئے ہیں، یہاں علاج نسبتاً سستا ہے، اور لوگوں پر اس کا قانونی لزوم نہیں ہے، ہندوستان میں سرکاری انشورنس کمپنیاں تو پہلے سے موجود ہیں، جو میڈیکل انشورنس بھی کرتی ہیں، اب پرائیوٹ اور غیر ملکی کمپنیاں بھی اس میدان میں قدم رکھ رہی ہیں، ابھی گو یہ کمپنیاں خسارہ میں چل رہی ہیں، لیکن انہیں امید ہے کہ مستقبل

میں جب ان کے گاہک بڑھ جائیں گے تو انشورنس کے دوسرے شعبوں کی طرح یہ بھی ایک نفع آور شعبہ بن جائے گا۔

اس پس منظر میں اکیڈمی نے مناسب سمجھا کہ اس ابھرتے ہوئے مسئلہ پر علماء اور ارباب افتاء کی اجتماعی رائے حاصل کی جائے، چنانچہ مؤرخہ ۱۱ - ۱۳؍ مارچ ۲۰۰۶ء کو منعقد ہونے والے پندرہویں فقہی سمینار 'میسور' میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا، اس سلسلہ میں انشورنس کے شعبہ سے متعلق لوگوں سے معلومات بھی حاصل کی گئیں، سمینار میں بھی انھوں نے صورت حال کی وضاحت کی، اس سلسلہ میں ارباب افتاء جس نتیجہ پر پہنچے وہ یہ ہے کہ انشورنس کی یہ شکل بھی قمار سے خالی نہیں ہے، اور ہندوستان میں ابھی ایسے ناگفتہ بہ حالات پیدا نہیں ہوئے ہیں کہ میڈیکل انشورنس کے بغیر انسان کے لئے علاج کرانا ممکن نہ رہے اور نہ حکومت نے اسے قانونی طور پر لازمی قرار دیا ہے؛ اس لئے ہمارے ملک کے حالات میں میڈیکل انشورنس جائز نہیں ہے۔

اکیڈمی کا یہ نقطۂ نظر نہ صرف ''میڈیکل انشورنس'' کے بارے میں ہے، بلکہ یہی رائے جان و مال کے انشورنس کے بارے میں بھی ہے، قمار اور ربا کی آمیزش کی وجہ سے اکیڈمی انشورنس کی ان صورتوں کو بھی اصولاً ناجائز سمجھتی ہے، البتہ فرقہ وارانہ فسادات اور فسادات میں خاص طور پر مسلمانوں کی جان و املاک پر حملہ نیز حکومت کی طرف سے نہ صرف مسلمانوں کے تحفظ سے پہلو تہی؛ بلکہ مفسدین کی حوصلہ افزائی کے پس منظر میں یہ بات کہی گئی ہے کہ مسلمانوں کے لئے ہندوستان کے موجودہ حالات میں جان و مال کا انشورنس کرانے کی اجازت ہے، اب اگر فسادات میں جان و مال کا نقصان ہو تو انشورنس کی پوری رقم حلال ہوگی؛ کیوں کہ یہ حکومت سے اپنے نقصان کا حرجانہ وصول کرنا ہے اور اگر فساد میں جان و مال کا نقصان نہیں ہوا، طبعی اسباب یا فرقہ وارانہ فساد کے علاوہ کسی اور سبب سے نقصان ہوا تو صرف

اپنی جمع کی ہوئی رقم حلال ہوگی، اوراس سے زائد ملنے والی رقم کو بلا نیت ثواب غرباء پر خرچ کردینا یا رفاہی کاموں میں لگادینا واجب ہوگا، یہ نہ صرف اکیڈمی کا فیصلہ ہے، بلکہ اس سے پہلے مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ اور ادارۃ المباحث الفقہیہ، جمعیۃ علماء ہند بھی یہی فیصلہ کرچکی ہے، اور ملک کے متعدد اکابر اور ارباب افتاء پہلے سے یہ فتویٰ دیتے رہے ہیں۔

میڈیکل انشورنس کے موضوع پر مقالات وتحقیقات اور شرکاء سمینار کے مناقشات کے اس مجموعہ کو محبّ عزیز مفتی احمد نادر القاسمی (رفیق شعبہ علمی) نے بڑی خوش سلیقگی کے ساتھ مرتب کیا ہے، اور حسب ضرورت مجلس ادارت کے ارکان کے مشورہ اور رہنمائی سے بھی استفادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سبھوں کو اجر خیر عطا فرمائے، اوراس مجموعہ کو صواب وسداد کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔

(خالد سیف اللہ رحمانی)

(جنرل سکریٹری)

۲۸/محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

17/فروری 2007ء

☆☆☆

پہلا باب •

تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ:

میڈیکل انشورنس

شریعت اسلامی میں جوئے کی کوئی بھی شکل جائز نہیں۔ اس وقت میڈیکل انشورنس کی جوصورت رائج ہے وہ اپنے نتیجہ کے اعتبار سے جوا میں شامل ہے اوراس نے علاج کو خدمت کے بجائے نفع آور تجارت بنا دیا ہے۔ اس پس منظر میں سمینار نے میڈیکل انشورنس کے بارے میں درج ذیل فیصلے کئے ہیں:

۱- میڈیکل انشورنس، انشورنس کے دوسرے تمام شعبوں کی طرح بلا شبہ مختلف قسم کے ناجائز امور پر مشتمل ہے، لہذا عام حالات میں میڈیکل انشورنس ناجائز ہے اوراس حکم میں سرکاری وغیر سرکاری اداروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲- اگر قانونی مجبوری کے تحت میڈیکل انشورنس لازمی ہوتو اس کی گنجائش ہے، لیکن جمع کردہ رقم سے زائد جو علاج میں خرچ ہو، صاحب استطاعت کے لئے اس کے بقدر بلا نیت ثواب صدقہ کرنا واجب ہے۔

۳- موجودہ مروج انشورنس کا متبادل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ممکن ہے اور آسان صورت یہ ہے کہ مسلمان ایسے ادارے ونظام قائم کریں، جن کا مقصد علاج ومعالجہ کے ضرورت مندوں کی ان کی ضرورت کے مطابق مدد کرنا ہو۔

سوالنامہ:

میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم

صحت اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور حتی المقدور اس کی حفاظت انسان کا فریضہ اور اس کی ذمہ داری بھی ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں صنعتی انقلاب، ماحولیاتی عدم توازن اور غذائی اجناس میں اضافہ کے لئے نئے نئے تجربات کی وجہ سے بیماریاں بڑھ رہی ہیں اور امراض پیچیدہ تر ہوتے جارہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ امراض کی تشخیص اور علاج کے نت نئے زود اثر طریقے بھی دریافت ہورہے ہیں، لیکن جدید طریقہ علاج اتنا گراں ہوچکا ہے کہ متوسط معاشی صلاحیت کے حامل لوگوں کے لئے بھی اس کے اخراجات نا قابل برداشت ہوجاتے ہیں، اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ طب وعلاج جو خدمت خلق کا ذریعہ اور ایک باعزت پیشہ تھا اب اس نے تجارت کی صورت اختیار کرلی ہے۔

اس صورت حال نے میڈیکل انشورنس کی صورت کو وجود بخشا ہے، میڈیکل انشورنس کرنے والے ادارے سرکاری بھی ہیں اور نجی بھی، دونوں طرح کی کمپنیوں میں یہ بات مشترک ہے کہ آدمی اپنے اختیار سے ایک طے شدہ رقم سال بھر کے لئے جمع کرتا ہے جس کی بنیاد پر اس سال کے درمیان ہونے والی کسی پیچیدہ بیماری کے علاج کے لئے وہ ایک بڑی رقم (جس کی زیادہ سے زیادہ حد معاملہ کے وقت متعین ہوجاتی ہے) کا مستحق قرار پاتا ہے، اور اس سال بیمار نہ ہونے کی صورت میں اس کی جمع کی ہوئی رقم یا اس کا کوئی حصہ واپس نہیں ملتا ہے، نیز ہر سال اس انشورنس کی تجدید کے لئے طے شدہ رقم دینی ہوتی ہے۔

انشورنس انفرادی طور پر افراد کے لئے اور اجتماعی طور پر خاندان یا ادارہ کے لئے بھی

کرایا جاسکتا ہے، واقف کار حضرات کا کہنا ہے کہ میڈیکل انشورنس کا شعبہ مسلسل اور بہت زیادہ خسارہ میں چل رہا ہے، حکومت اس تصور کے ساتھ اسے چلا رہی ہے کہ اس کے ذریعہ عوام کو سماجی تحفظ حاصل ہوگا جو حکومت کے فرائض میں سے ہے، اور نجی کمپنیاں اس توقع کے ساتھ اسے چلا رہی ہیں کہ آئندہ یہ ان کے لئے نفع کا باعث ہوگا۔

بعض ملکوں میں اپنے شہریوں بلکہ دوسرے ملکوں سے آنے والوں کے لئے اس انشورنس کو لازم قرار دے دیا گیا ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے مواقع پر میڈیکل انشورنس غریب اور نادار لوگوں کے لئے سہولت کا باعث ہوتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ اور رسول کے احکام کا پابند ہے، اور اس کے لئے اسی وقت سہولتیں اور آسانیاں قابل استفادہ ہوسکتی ہیں جب کہ شریعت اس کی اجازت دیتی ہو۔

اسی پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے کا کیا حکم ہے؟

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

۳- سرکاری و نجی اداروں میں مقصد کا جو فرق ذکر کیا گیا ہے اس کی بنا پر سرکاری میڈیکل انشورنس کے ادارے سے فائدہ اٹھانے کا حکم دوسرے اداروں سے مختلف ہوگا یا دونوں کا حکم ایک ہوگا؟

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

۵- اگر میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت جائز نہیں ہے تو کیا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی کوئی متبادل صورت ہوسکتی ہے جو میڈیکل انشورنس کے بنیادی مقصد- غریبوں کے لئے گراں علاج کی سہولت فراہم کرنا- کو بھی پورا کرتا ہو اور شرعاً دائرہ جواز میں بھی ہو۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانے کا کیا حکم ہے اور اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پڑ جائیں تو کیا ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا درست ہوگا؟

☆☆☆

میڈیکل انشورنس — ایک تعارف

ماہرین سے حاصل معلومات کی روشنی میں ضروری نکات

موجودہ دور میں تیزی سے بڑھتے امراض اوران کے علاج میں زبردست مہنگائی کے پس منظر میں میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) لوگوں کی سہولت اور بالخصوص متوسط طبقہ کی آسانی کے لئے رائج ہوا ہے۔ اس انشورنس کا بنیادی مقصد کسی فریق کی جانب سے نفع اندوزی نہیں ہے بلکہ یہ حکومت کی سوشل سیکورٹی (سماجی تحفظ) کی ذمہ داری ادا کرنے کی ایک صورت ہے۔

ہندوستان میں اس وقت صحت بیمہ پالیسی جو سرکاری ادارہ چلا رہا ہے، اس کا نام ''جنرل انشورنس کارپوریشن آف انڈیا'' ہے، اس میں گاڑی، سامان ودکان وغیرہ کی طرح صحت بیمہ کا بھی ایک شعبہ ہے، اس شعبہ کو مذکورہ اداروں کی زیر نگرانی چار ذیلی ادارے پورے ملک میں چلارہے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- یونائیڈ انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ۔
۲- اورینٹل انشورنس کمپنی لمیٹڈ۔
۳- نیشنل انشورنس کمپنی لمیٹڈ۔
۴- نیوانڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ۔

ان چاروں ذیلی اداروں میں باہم کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، کیونکہ یہ سب ایک ہی جنرل انشورنس کارپوریشن کے اصول وضوابط کے پابند ہیں۔

انشورنس کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف عمر کے افراد کے لئے پریمیم کی علاحدہ علاحدہ رقمیں طے ہیں، مثال کے طور پر ۳۵ر سال کی عمر کے افراد اگر انشورنس کراتے ہیں تو ایک لاکھ کا

انشورنس کرانے پر ایک سال کے لئے =/۱۳۱۰ روپے جمع کرنے ہوں گے۔ دو لاکھ کے انشورنس کے لئے ۲۴۶۹ روپے ایک سال کے لئے ہیں، اسی طرح انشورنس کی علاحدہ رقموں کے لئے علاحدہ پریمیم کی پوری فہرست موجود رہتی ہے۔ عمر کے بڑھنے سے پریمیم کی رقم بھی کسی قدر بڑھتی ہے، ۴۵ سال سے اوپر والوں کے لئے انشورنس کے وقت کچھ خاص قسم کے چیک اپ بھی ضروری ہوتے ہیں۔

انشورنس کی پریمیم ایک سال کے لئے ہوتی ہے اور اس سال کے اندر بیماری ہو تو انشورنس کی رقم کی حد تک علاج کا خرچ انشورنس کمپنی فراہم کرتی ہے، سال گزر جانے پر پالیسی ختم ہو جاتی ہے، اور اگلے سال کے لئے پھر پریمیم دینی ہوتی ہے۔ بیماری نہ ہونے کی صورت میں پریمیم کی رقم واپس نہیں ملتی ہے۔

میڈیکل انشورنس میں صرف اسی وقت علاج کا خرچ انشورنس کمپنی دیتی ہے جب داخل اسپتال ہونا پڑے۔ آؤٹ ڈور علاج اور سردی کھانسی وغیرہ جیسی بیماریوں کا علاج انشورنس کے ذیل میں نہیں آتا ہے۔ اسی طرح جو امراض انشورنس کرانے کے پہلے سے موجود ہوں انہیں شامل نہیں کیا جاتا ہے۔ صرف بعض حالات میں مزید رقم پریمیم میں لے کر بعض امراض موجودہ کو شامل کرتے ہیں۔

انشورنس کے بعد اسپتال میں علاج کی ادائیگی کے دو طریقے ہیں: علاج کرانے کے بعد بل انشورنس کمپنی کو دیا جائے، کمپنی کا ڈاکٹر بل اور کاغذات چیک کرتا ہے، پھر کمپنی انشورنس ہولڈر کو وہ رقم فراہم کرتی ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انشورنس کمپنی سے بیمہ کارڈ حاصل کر لیا جائے، اس کارڈ کے ساتھ پورے ملک کے ایسے اسپتالوں کی ایک فہرست ہوتی ہے جہاں اس کارڈ کا اعتبار ہوتا ہے، درج فہرست کسی بھی اسپتال میں وہ کارڈ دکھا کر داخلہ لیا جا سکتا ہے، اور علاج کے بعد مریض کو ادائیگی سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ اسپتال کو ہی کمپنی رقم ادا کرتی ہے۔

میڈیکل انشورنس انفرادی بھی کرایا جاتا ہے اور گروپ انشورنس بھی، گروپ انشورنس

میں پوری فیملی کا انشورنس یا کسی ادارہ کے تمام ملازمین کا انشورنس کرایا جاتا ہے، گروپ انشورنس میں پریمیم کی ایک ہی رقم دی جاتی ہے اور جتنی مقدار کا انشورنس ہے، اس میں گروپ کے مذکورہ ممبران میں سے ایک، چند یا تمام کا علاج ہوتا ہے، گروپ انشورنس کی صورت میں پریمیم کے اندر تخفیف بھی رکھی جاتی ہے، نیز بعض موجودہ امراض کا علاج بھی شامل کیا جاتا ہے۔

خاص طور پر شہروں میں میڈیکل انشورنس کا رواج اب بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے، اس وقت ایک اندازہ کے مطابق ۸۰ رفی صد لوگ میڈیکل انشورنس کرا چکے ہیں، چونکہ انشورنس کے لئے پریمیم کی رقم بہت معمولی ہوتی ہے اور علاج کے بڑے اخراجات کی ادائیگی ہوتی ہے، اس لئے انشورنس کمپنیوں کے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ اس سے نفع کما سکیں، چنانچہ اس وقت میڈیکل انشورنس کمپنیاں بڑے خسارے میں جارہی ہیں، لیکن چونکہ یہ سرکاری ادارے ہیں، اس لئے یہ اپنے نقصان کی تلافی دوسرے ذرائع سے کرتی ہیں، البتہ اس کی وجہ سے اب یہ کمپنیاں اپنی شرائط وضوابط کو سخت کررہی ہیں، چنانچہ ۴۵ رسال سے زائد عمر والے افراد کا انشورنس مشکل سے کرتی ہیں، بغیر چیک اپ کے ان کا انشورنس نہیں ہوتا ہے۔

اس وقت ملک کے اندر مذکورہ سرکاری انشورنس کمپنیوں کے علاوہ کچھ پرائیوٹ کمپنیوں کو بھی میڈیکل انشورنس کرنے کی اجازت دی گئی ہے، چنانچہ ٹاٹا کی AIG کمپنی، ICICI بینک، HDFC بینک وغیرہ کمپنیاں میڈیکل انشورنس کررہی ہیں، ان پرائیوٹ کمپنیوں کے پیش نظر نفع اندوزی ہوتی ہے، اس لئے یہ بظاہر اپنی پالیسیوں کو زیادہ جاذب نظر بنا کر پیش کرتی ہیں، لیکن ان میں شرائط زیادہ سخت ہیں، ویسے بنیادی ضوابط میں سرکاری اور نجی کمپنیوں کے درمیان زیادہ فرق نہیں ہے۔ پرائیوٹ کمپنیوں میں ۲۰ رفی صد غیر ملکی کمپنیوں کے شیئرز ہوتے ہیں، جب کہ سرکاری کمپنیوں کا سارا سرمایہ اپنا ہوتا ہے۔ یہ کمپنیاں بھی ابھی خسارہ میں چل رہی ہیں۔ تاہم آئندہ نفع کی امید پر کام کررہی ہیں۔

بعض ممالک میں قانونی طور پر انشورنس کرانا ضروری ہے، البتہ ہندوستان میں

میڈیکل انشورنس ابھی قانوناً ضروری نہیں ہے، ویسے بڑی تیزی سے لوگ انشورنس کرار ہے ہیں، ادارے اپنے ملازمین کا گروپ انشورنس کراتے ہیں۔ ہندوستان سے باہر بعض ممالک کے سفر کے وقت تو وہاں داخلہ کے ساتھ میڈیکل انشورنس قانوناً ضروری ہے۔

☆☆☆

تلخیص :

میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم

مفتی محمد سراج الدین قاسمی

۱-میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے کا کیا حکم ہے؟

اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ عمومی حالات میں میڈیکل انشورنس کرانا حرام ہے، جبکہ مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شاہد علی قاسمی اور مولانا نعیم اختر قاسمی کی رائے یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کی بنیاد چونکہ باہمی تعاون اور جذبہ ہمدردی پر ہے، اس لئے میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت ہے۔

حرام قرار دینے والوں کے دلائل الفاظ وتعبیرات کے کچھ فرق کے ساتھ تقریباً یکساں ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱-میڈیکل انشورنس اداروں کے طریقہ کار اسلام کے منافی ہیں، جن میں سود، قمار، غرر اور ظلم شامل ہیں، کیونکہ میڈیکل انشورنس کے اندر پالیسی ہولڈر (مدت متعینہ کے لئے) ایک متوہم بیماری کے علاج کے لئے ایک رقم جمع کرتا ہے، اگر پالیسی ہولڈر اس متعینہ مدت کے اندر بیمار ہوجاتا ہے تو پالیسی کے طے شدہ وقت میں بوقت معاملہ طے شدہ رقم تک کمپنی اس کا علاج کراتی ہے اور اگر بیمار نہیں ہوا تو یہ رقم پالیسی ہولڈر کو واپس نہیں کی جاتی ہے، اور یہی میسر (جوا) ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان" (سورۂ مائدہ: ۹۰)۔

۲-اس میں غرر بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ یہ عقد ایک امکانی خطرہ کے پیش نظر طے پاتا ہے، جو موہوم اور معدوم کی قبیل سے ہے، اور ایسے معاملات کو جن میں غرر ہو، شریعت نے منع کیا ہے، روایت میں ہے:

"نهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة ، عن بيع الغرر" (صحیح مسلم)۔

۳-یہ پالیسی سود کو بھی متضمن ہے، اس لئے کہ جو رقم جمع کی جاتی ہے، حادثہ پیش آنے کی صورت میں اس سے زائد رقم کی ادائیگی یا زیادہ مالیت کے علاج کا معاہدہ ہوتا ہے، یہ قرض کے ساتھ مشروط منفعت کی صورت ہے، اور یہ قاعدہ ہے: "كل قرض جر نفعاً فهو حرام – أي إذا كان مشروطاً" (شامی ۷/۳۹۵)۔

عمومی دلائل پر ایک جھلک کے بعد اب مقالہ نگاروں کی آراء پیش کی جاتی ہیں:

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی لکھتے ہیں: صحت بیمہ جس کا رواج آج عام ہوتا جارہا ہے، سود و قمار پر مشتمل ہے جس کی حرمت منصوص و متفق علیہ ہے، قمار یعنی ملکیت کو ایسی صورت پر معلق کردینا جس میں خطر ہو، یعنی اس کے وجود و عدم دونوں کا احتمال ہو، اس کے اندر مکمل طور سے پایا جارہا ہے، اس لئے کہ اگر پالیسی ہولڈر بیمار ہوجاتا ہے تو کمپنی اس کے جمع کردہ روپے سے زائد ایک متعین رقم ادا کرے گی، اور اگر بیمار نہیں ہوا تو اس کی جمع کردہ رقم بھی سوخت ہوجائے گی، یہ واضح ہے کہ اس کا بیمار ہونا یا نہ ہونا ایک امر موہوم ہے اور امر موہوم کو عقد کا دار و مدار قرار دینا بھی قمار ہے جس کی حرمت قرآن سے ثابت ہے۔

مولانا ابرار خان ندوی لکھتے ہیں: اس میں غرر کثیر ہے، کیونکہ یہ عقد مستقبل میں پیش آنے والی امکانی بیماری پر ہورہا ہے۔ شیخ شریف جرجانی کے حوالہ سے غرر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "الغرر ما يكون مجهول العاقبة لا يدرى أيكون أم لا" (کتاب التعریفات)، غرر کہتے ہیں جس کا نتیجہ مجہول ہو اور اس کا وجود و عدم وجود معلوم نہ ہوسکے۔ مزید لکھتے ہیں: صحت بیمہ کے عدم جواز کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس میں بیمار نہ ہونے کی صورت میں رقم واپس نہ کرنے کی

شرط ہے، اور معاملات میں ایسا کرنا قطعاً درست نہیں ہے، فقہاء نے تجارت کے اندر معاملہ طے نہ ہونے پر بیعانہ کی رقم واپس نہ کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے (فقہ السنہ ۳/۱۴۰)۔

مولانا رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کی حرمت سود کی حرمت کے برابر بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ بیمہ ایک طرف سود سے ہم آہنگ ہے تو دوسری طرف قمار، غرر، رہان اور مجازفہ پر مشتمل ہے، مزید لکھتے ہیں کہ اس کو امداد باہمی کہنا قطعاً غلط ہے، کیونکہ اس میں تعاون وتکافل کے شرائط نہیں پائے جارہے ہیں، تکافل کے شرائط ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حصہ دار اپنے واجبی حصہ کو بطور تبرع محض اخوت اور بھائی چارگی کے لئے ادا کرے، تبرع اس شرط پر نہ ہو کہ اگر وہ کسی حادثہ کا شکار ہوگا تو اس تبرع کے عوض اس کو ایک مقررر قم ادا کی جائے گی (الحلال والحرام فی الاسلام/۲۵۰)۔

مولانا تنظیم عالم قاسمی لکھتے ہیں: انشورنس کا شعبہ اگرچہ خسارہ میں ہے، تاہم یہ عقد شرعی اصول وقواعد کی رو سے مبنی برحرام ہونے کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز قرار پائے گا، حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے: "دعوا الربا والريبة" (مسند احمد)، بیمار پڑنے کا ایک شبہ ضرور رہتا ہے، لیکن اضطرار اور مجبوری کی ایسی کوئی کیفیت نہیں ہے کہ "الضرورات تبيح المحظورات" اور "الضرر يزال" وغیرہ جیسے قواعد کے ذریعہ اس کو جائز قرار دیا جائے۔

دکتور شیخ صدیق احمد ضریر صاحب نے کافی طویل بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس ادارے اور پالیسی ہولڈر کے درمیان معاہدے کی کیا حیثیت ہے، پہلے اس پر ایک نظر ڈالنی چاہئے، اس معاہدے میں انشورنس ادارے اور پالیسی ہولڈر کے درمیان معاہدے کی حیثیت اجارہ کی ہے، کیونکہ اس معاہدہ میں دونوں فریق کے درمیان ایک متعینہ مدت تک کے لئے دوا اور علاج کا معاہدہ ہوتا ہے، اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ اس میں اجارہ کے شرائط پائے جارہے ہیں یا نہیں۔ اس صورت معاہدہ کے تین مرکزی نقاط ہیں: متعین مدت تک ممبر کا علاج، مریض کا ہسپتال میں قیام اور مریض کے لئے دوا اور کھانے کی فراہمی، پہلے نقطہ کے مطابق اجارہ

اس لئے درست نہیں ہے کہ پالیسی ہولڈر کا مریض ہونا متعین نہیں ہے،اور اگر پالیسی ہولڈر کو بالفرض مریض تصور کر بھی لیا جائے تو وہ کتنے دنوں تک ہسپتال میں رہے گا وہ معلوم نہیں ہے، تیسری چیز یعنی دوا اور طعام پر اجارہ نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے ان چیزوں کی فراہمی کو بیع تصور کیا جاسکتا ہے،اور بیع کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مبیع معلوم ومتعین ہو،لیکن مبیع یعنی دوا یہاں غیر متعین ہے، اس لئے میڈیکل انشورنس ناجائز ہے، البتہ موصوف نے رفاہی میڈیکل انشورنس کا تذکرہ کیا ہے اور پھر مختلف دلائل سے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

جن حضرات نے میڈیکل انشورنس کو جائز قرار دیا ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کی بنیاد باہمی تعاون وہمدردی پر ہے، اس لئے میڈیکل انشورنس جائز ہے۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں: روٹی، کپڑا اور مکان کی طرح علاج بھی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، یہ علاج امیر اور غریب ہر ایک کی یکساں ضرورت ہے اور اکثر اوقات اس کی ضرورت امیر سے زیادہ غریب کو ہوتی ہے، اور بہت سی صورتوں میں علاج کے اخراجات غیر معمولی طور پر گراں ہوتے ہیں، جن کے تقاضوں کی ادائیگی میڈیکل انشورنس جیسی کسی اسکیم کے ذریعہ ہی پوری کی جاسکتی ہے، البتہ چونکہ اللہ تعالی کی ذات سے حسن ظن ضروری ہے، اس لئے اس اسکیم میں شرکت آدمی دوسرے کی مدد کی نیت سے کرے۔

مولانا نعیم اختر قاسمی لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہے، کیونکہ یہ امداد باہمی کی قبیل سے ہے، جس میں سود اور قمار وغیرہ کا تحقق نہ ہوگا اور کمپنی کا نفع حاصل کرنا شرکاء کی اجازت سے ہے، نیز حصول نفع ایک تبعی اور طبعی چیز ہے۔

۲-صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

اکثر مقالہ نگاروں نے پالیسی ہولڈر کی جمع کردہ رقم کو قرض تصور کیا ہے اور ضرورت کے

وقت اس سے زیادہ رقم لینے کو سود قرار دیا ہے اور ان حضرات نے ان احادیث وقواعد فقہیہ کو اپنا مستدل بنایا ہے، جن میں قرض دہندہ کے لئے مقروض سے زیادہ رقم لینے یا اس کی کسی چیز سے استفادہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ پالیسی ہولڈر اضافی رقم سے مستفید ہوسکتا ہے، البتہ صحت یاب ہونے کے بعد اس رقم کی واپسی کو انہوں نے ضروری قرار دیا ہے، اس کے برخلاف جن حضرات نے میڈیکل انشورنس کو جائز قرار دیا ہے، ان کے نزدیک اس اضافی رقم سے استفادہ جائز ہے۔

مولانا رحمت اللہ ندوی رقم طراز ہیں: اپنی جمع شدہ مالیت کے برابر رقم استعمال کرسکتا ہے، لیکن اس سے زائد حصہ رقم مستحقین پر واجب التصدق ہوگی، آگے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی کتاب ''جدید فقہی مسائل'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہ حکم اس وقت ہے جب موت طبعی طور پر ہوئی ہو یا کاروبار کسی آفت سماوی کا شکار ہوا ہو، اگر ہندو مسلم فسادات میں ہلاکت ہوئی یا کاروبار برباد ہوا تو اب پوری رقم جائز ہوگی، کیونکہ انشورنس کمپنی نیم سرکاری ہے اور مسلمانوں کا تحفظ بھی سرکار کی ذمہ داری ہے۔

مولانا عبدالرحیم قاسمی لکھتے ہیں: اداشدہ رقم سے زیادہ وصول کی گئی رقم سود ہے۔

مولانا ابرار خان ندوی لکھتے ہیں: جمع شدہ رقم کی حیثیت قرض کی ہے اور قرض سے منافع حاصل کرنا ناجائز ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كل قرض جر منفعة فهو ربا" (کنز العمال ۲۳۸/۶)۔

(ہر وہ قرض جس سے کوئی فائدہ حاصل ہو وہ سود ہے)۔

دوسری حدیث ہے: "إذا أقرض أحدكم قرضاً فأهدى إليه طبقاً فلا يقبله أو حمله على دابته فلا يركبها، إلا أن يكون جرى بينه وبينه قبل ذلك" (حوالہ سابق)۔

(جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے تو وہ (قرض دار) اسے طشتری ہدیہ دے تو اسے

چاہئے کہ قبول نہ کرے، یا اسے اپنی سواری پر سوار کرے تو وہ اس میں سوار نہ ہو، الا یہ کہ پہلے سے ہی ان کے درمیان اس طرح کا معمول رہا ہو)۔

مولانا عطاء اللہ قاسمی لکھتے ہیں: چونکہ اس صورت میں جمع شدہ رقم سے زائد رقم مشروط طور پر میعاد کے عوض میں ملتی ہے اور یہی ربا ہے، کیونکہ ربا کا تحقق معاوضات میں ہی ہوتا ہے، جس کے لئے عقد شرط ہے۔

مولانا محی الدین غازی لکھتے ہیں: اگر کسی نے میڈیکل انشورنس کرالیا تو بیمار ہونے کی صورت میں اس کے لئے فاضل رقم سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اضطرار کی کیفیت ہو تو اس رقم سے استفادہ درست ہوگا تاہم انشورنس کرانے کے عمل کا وبال اس پر ہوگا۔

مولانا عبد اللطیف پالنپوری لکھتے ہیں: اگر کسی نے لاعلمی میں صحت بیمہ کرالیا ہو تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور جمع شدہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونا جائز نہیں ہے۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کرانے والا زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوسکتا ہے، یہ حکومت کی جانب سے امداد ہے، یوں بھی ہم حکومت کے طرح طرح کے فلاحی ورفاہی اداروں سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی لکھتے ہیں: صحت بیمہ کرانے والا جمع کردہ رقم سے جو زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے، اس کو قرض سمجھا جائے گا، لہذا تندرست ہونے کے بعد مریض پر اس زائد رقم کی ادائیگی ضروری ہوگی۔

مولانا برہان الدین سنبھلی لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کی اگر یہ صورت ہو کہ پالیسی ہولڈر اگر بیمار نہیں ہوا تو اس کی جمع کردہ ساری رقم واپس مل جاتی ہو تب تو زیادہ مالیت سے استفادہ جائز ہوگا اور اس کو کمپنی کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا، ورنہ جائز نہیں ہوگا۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں: اگر دوسرے کی مدد کی نیت سے صحت بیمہ کرائے تو اس کے لئے ضرورت کے وقت اپنی جمع شدہ رقم سے زیادہ کا علاج کرانا جائز ہے۔

مولانا شاہد علی قاسمی لکھتے ہیں: صحت بیمہ کرانے والا بیمار ہونے پر اپنی جمع شدہ رقم سے زیادہ سے مستفید ہوتا ہے، وہ اس کے حق میں جائز ہے، اور یہ دوسرے پالیسی ہولڈر کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا، کیونکہ ہر بیمہ کنندہ یہ سمجھ کر رقم جمع کرتا ہے کہ اگر میں بیمار نہیں ہوا تو اس کا بیمار ہونے والا بھائی اس رقم سے استفادہ کرے گا۔

۳- سرکاری ونجی اداروں میں مقصد کا جو فرق ذکر کیا گیا ہے اس کی بنا پر سرکاری میڈیکل انشورنس کے ادارے سے فائدہ اٹھانے کا حکم دوسرے اداروں سے مختلف ہوگا یا دونوں کا حکم ایک ہوگا؟

اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس ادارے سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، چونکہ دونوں کے طریقہ کار میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب، قاضی عبد الجلیل صاحب اور مفتی عبد الرحیم صاحب بھوپال نے دونوں اداروں کے درمیان فرق کیا ہے، ان حضرات کی رائے یہ ہے کہ چونکہ حکومت کا مقصد نفع اندوزی نہیں ہے، بلکہ عوام کی خدمت ہے، اس لئے اس اسکیم سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے۔

مفتی محمد ثناء الہدی صاحب لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں سرکاری اور نجی اداروں کا حکم یکساں ہوگا، کیونکہ دونوں کے طریقہ کار میں فرق نہیں ہے، صرف یہ کہنا کہ سرکاری ادارے، سماجی تحفظ کے ادارے اور نجی کمپنیاں منافع کے حصول کے لئے یہ بیمہ کراتی ہیں اور سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے خرچ کی گئی زیادہ رقم کو امداد وتعاون مان لیا جائے گا، صحیح نہیں، کیونکہ جو رقم بیمار نہ ہونے کی شکل میں بیمہ کمپنیوں کی ملکیت ہوگی، اس کو معاملات کے کس خانہ میں ڈالا جائے گا۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی لکھتے ہیں: چونکہ سرکاری ادارے اور نجی ادارے دونوں اس امر پر

متفق ہیں کہ اگر پالیسی ہولڈر بیمار ہوا تو ایک متعین اضافی رقم سے اس کی مدد کی جائے، لیکن اگر پالیسی مدت میں وہ صحت یاب رہا تو اس کی یہ جمع کردہ رقم کالعدم قرار دی جاتی ہے، اس لئے دونوں کا حکم عدم جواز ہی کا ہوگا۔

مولانا عبداللطیف پالنپوری لکھتے ہیں: عدم جواز کی علت (سود، قمار) دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

مولانا محی الدین غازی لکھتے ہیں: حکومت اور نجی اداروں کا حکم یکساں ہے، تاہم جہاں ضروری ہو وہاں "أهون البليتين" کے اصول پر سرکاری ادارے کو ترجیح دی جائے گی۔

مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: سرکاری اداروں کے بارے میں یہ کہنا کہ حکومت اسے سماجی خدمت کے لئے چلا رہی ہے، مغالطہ ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر یہ خدمت ہر فرد کے لئے ہوتی، خواہ وہ پالیسی ہولڈر ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ سرکار بدون کسی معاوضہ عوام کے ہر ہر فرد کی حفاظت اور ان کے لئے قیام امن کی ذمہ دار ہے۔

مولانا عطاء اللہ قاسمی لکھتے ہیں: اگر حکومت بلا کسی پیشگی شرط اور انشورنس کے سوشل سیکورٹی کے تحت انسانی بنیادوں پر امداد دے تو اسے عطیہ کہا جا سکتا ہے اور اس سے استفادہ جائز ہوسکتا ہے، بصورت دیگر استفادہ جائز نہیں ہوگا۔

مولانا ابرار خان ندوی لکھتے ہیں: حکومت کا اپنی طرف سے مریض کے علاج میں زائد رقم خرچ کرنا اور مریض کا اس سے استفادہ جائز ہونا چاہئے، لیکن چونکہ یہاں یہ مشروط ہے کہ حکومت صرف صحت بیمہ کرانے والوں کو ہی یہ سہولت دیتی ہے، جن لوگوں کا بیمہ نہیں ہے ان کو نہیں دیتی ہے، لہذا یہ "كل قرض جر منفعة فهو ربا" کے تحت داخل ہوگا۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: چونکہ حکومت کا مقصد نفع اندوزی نہیں، بلکہ سماجی تحفظ کی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے، اس لئے پرائیوٹ وسرکاری بیمہ صحت کے اداروں کے احکام جداگانہ ہوں گے۔

قاضی عبدالجلیل صاحب لکھتے ہیں: سرکاری اداروں سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

مفتی عبدالرحیم صاحب بھوپالی لکھتے ہیں: نجی اداروں اور پرائیوٹ کمپنیوں کا معاملہ سود و جوے پر مشتمل ہوگا، لہذا ان سے معاملہ جائز نہیں ہے، البتہ سرکاری اداروں سے صحت بیمہ کرانے کے سلسلہ میں وہ ابوزہرہ اور شیخ عبدالمنعم نمر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: حکومت کے زیر اہتمام جو اجتماعی بیمے ہوتے ہیں ان کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں، ان میں اجتماعی تعاون پایا جاتا ہے، خواہ ان کا دائرہ کار بعض گروہ تک محدود ہو یا عام ہو، سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد وتعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے، کیونکہ حکومت مختلف انتظامات کے ذریعہ عوام کی نگرانی و مالی کفالت کی ذمہ دار ہے۔ آگے مفتی نظام الدین کے حوالے سے لکھتے ہیں: سرکاری بیمہ کمپنیوں کی طرف سے جو زائد رقم دی جاتی ہے اس کا وہی حکم ہوگا جو پرائیوٹ فنڈ کا ہے اور ہم اسے حکومت کی طرف سے عطیہ وانعام کہہ سکتے ہیں۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کی اسکیم سے فائدہ اٹھانے میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں طرح کے اداروں کا حکم ایک ہوگا اور ان دونوں کے مقاصد کے جزوی فرق سے اس کے حکم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔

مولانا شاہد لکھتے ہیں: جس طرح سرکاری میڈیکل انشورنس ادارہ سے صحت بیمہ کرانا جائز ہے، اسی طرح پرائیوٹ ادارہ سے بھی جائز ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ پرائیوٹ ادارہ جمع شدہ رقوم کو سود یا حرام پر مبنی کاروبار میں خرچ نہ کرتا ہو۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے، اس کو سرکار کی طرف سے امداد وتعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے ملنے والی

اضافی رقم کو تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے، کیونکہ عرف میں بلا معاوضہ بطور احسان محض انسانی بنیادوں پر مدد کرنے کو تعاون اور امداد کہتے ہیں، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اگر سرکاری انشورنس ادارہ بغیر کسی شرط کے اور پہلے روپے جمع کرائے بغیر اگر یہ ادارے رقم دیں تو پھر یہ ان کی طرف سے تعاون ہوگا، جبکہ قاضی عبد الجلیل صاحب، مولانا ابوسفیان صاحب مفتاحی، مولانا نعیم اختر صاحب قاسمی، مولانا سلطان احمد صاحب اصلاحی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب اور مفتی عبد الرحیم صاحب قاسمی کی رائے ہے کہ سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے دی جانے والی اضافی رقم ان کی طرف سے تعاون ہے اور اس کا لینا جائز ہوگا۔

مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: اگر اس کو امداد قرار دیا جائے تو یہ تعاون علی الاثم کے قبیل سے ہوگا، جو کہ ناجائز ہے۔

مولانا رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں: سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مقررہ رقم دیتا ہے اسے امداد وتعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ تعاون وتکافل کے شرائط اس پر منطبق نہیں ہوتے۔

مفتی حبیب اللہ صاحب لکھتے ہیں: سرکار کی اس رقم کو امداد نہیں کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اگر اس کے پیش نظر امداد ہوتی تو بغیر کسی عوض کے وہ یہ خدمت فراہم کرتی، نیز بیماری کے نہ ہونے کی صورت میں جمع شدہ رقم واپس مل جانی چاہئے۔

مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: بیمہ پالیسی ایک عقد ومعاملہ ہے، جس میں غرر وقمار کے ذریعہ نفع اندوزی ہوتی ہے اور یہ ایک ناجائز وحرام عقد ہے اس لئے اگر اس کو امداد وتعاون قرار بھی دیا جائے تو یہ تعاون علی الاثم کے قبیل سے ہوگا جو کہ ممنوع ہے۔

مولانا عطاء اللہ قاسمی لکھتے ہیں: سرکار کی طرف سے ملنے والی رقم کو امداد نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ عرف عام میں بلا معاوضہ بطور احسان محض انسانی بنیادوں پر مدد کرنے کو تعاون اور امداد کہتے ہیں اور انشورنس اس کے بالکل ضد ہے۔

مولانا تنظیم عالم قاسمی لکھتے ہیں: سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جومطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے، اسے سرکار کی طرف سے امداد وتعاون نہیں کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اگر تعاون پیش نظر ہوتا تو بیمار نہ پڑنے کی صورت میں پالیسی ہولڈر کو اس کی جمع کی ہوئی رقم واپس مل جانی چاہئے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے محض نام کے بدلنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوں گے۔

مولانا برہان الدین سنبھلی لکھتے ہیں: اگر پہلے سے رقم جمع کرنے کی شرط کے بغیر سرکاری ادارہ امداد دیتا ہے تو اس کا استعمال درست ہوگا۔

مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں: حکومت اگر بطور امداد بغیر کسی شرط کے یہ رقم دے تب تو جائز ہے، لیکن اگر یہ شرط لگائی ہو کہ ایک متعین رقم متعین مدت کے لئے جمع کرو اس مدت میں اگر تم بیمار ہوئے تو ہم خرچ کریں گے اور اگر بیمار نہیں ہوئے تو یہ رقم سوخت ہوجائے گی، تو یہ صورت جائز نہ ہوگی۔

قاضی عبدالجلیل قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شاہد علی قاسمی اور مفتی عبدالرحیم قاسمی کی رائے یہ ہے کہ سرکار کی طرف سے دی جانے والی اضافی رقم کو امداد وتعاون قرار دیا جاسکتا ہے۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی لکھتے ہیں: سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جومطلوبہ رقم یا مقررہ رقم دیتا ہے تو اس کو سرکار کی طرف سے امداد اور تعاون کا درجہ دیا جانا چاہئے، کیونکہ بے کس اور مجبوروں اور معذوروں کے علاج ومعالجہ کی ذمہ داری سرکار وحکومت پر عائد ہوتی ہے، چنانچہ اس کے لئے سرکار کی طرف سے ہسپتال قائم کئے جارہے ہیں جن میں مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے اور دوا میں مفت دی جاتی ہیں، سرکار اس طرح اپنی ذمہ داری ادا کرتی ہے، لہذا اس کو سرکاری امداد وتعاون کا ہی درجہ دیا جانا چاہئے۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کرانے والا زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوسکتا ہے، یہ حکومت کی جانب سے امداد ہے، گورنمنٹ کی امداد لینے میں کوئی

مضائقہ نہیں معلوم ہوتا، یوں بھی ہم حکومت کے طرح طرح کے فلاحی ورفاہی اداروں سے مستفید ہوتے رہتے ہیں، اس لئے حدود شرع میں رہ کران سے انتفاع جائز ہونا چاہئے۔

۵- اگر میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت جائز نہیں ہے تو کیا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی کوئی متبادل صورت ہوسکتی ہے، جو میڈیکل انشورنس کے بنیادی مقصد، غریبوں کے لئے گراں علاج کی سہولت فراہم کرنا، کو بھی پورا کرتا ہو اور شرعاً دائرہ جواز میں بھی ہو؟

اس سوال کے جواب میں عموماً مقالہ نگاروں نے یہ رائے دی ہے کہ زکوۃ وصدقات اور عطیات کا اجتماعی نظم، اور اس سے اس طرح کے ادارے قائم کئے جائیں جن سے ضرورت مندوں کا علاج کیا جائے۔

مولانا نیاز احمد عبد الحمید صاحب لکھتے ہیں: ملکی، صوبائی، ضلعی اور قروی پیمانہ پر زکوۃ کا اجتماعی نظام، بیت المال کا قیام، رفاہی تنظیموں کا قیام صرف طبی خدمات کے لئے رفاہی تنظیم کا قیام، زکوۃ کے مال سے ہسپتال کا قیام اور مستحقین زکوۃ اور فقراء ومساکین کے لئے مفت علاج کا انتظام۔

مولانا ابرار خان ندوی لکھتے ہیں: زکوۃ وصدقات سے علاج، اجتماعی مضاربت، جس کی صورت یہ ہے کہ چند افراد مل کر ایک کمیٹی تشکیل دیں اور اس کے جو ممبر مقرر ہوں وہ ہر ماہ معین رقم اس میں جمع کرتے رہیں اور مضاربت کے اصول کے مطابق اس جمع شدہ رقم سے تجارت کی جائے، انشورنس تعاونی جس کی صورت یہ ہے کہ چند افراد مل کر قسط وار ایک مقررہ رقم آپس میں جمع کریں اور شرکاء میں سے جو بیمار ہوں اس کی رقم اس کے علاج میں صرف کردی جائے اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں حسب مطالبہ اس کی رقم واپس کردی جائے۔

مولانا برہان الدین سنبھلی لکھتے ہیں: اس مقصد کے لئے خیراتی وامدادی ادارے قائم

کئے جا سکتے ہیں، جن میں بغیر کسی پیشگی رقم کی ادائیگی کی شرط کے معذوروں کی مدد کی جائے۔

مولانا عبداللطیف پالنپوری لکھتے ہیں: مسلمانوں کو چاہئے کہ عطیات کی مد سے ہر شہر میں اپنا الگ ہسپتال قائم کریں۔

مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: باہمی کفالت کا ایک نظام بنالیا جائے، جس میں ہر صاحب استطاعت اپنی استطاعت کے مطابق یا کوئی متعینہ رقم تبرعاً جمع کرے، اور اس سے بغیر کسی شرط کے متاثرہ شخص کا تعاون کیا جائے۔

مولانا عطاء اللہ قاسمی لکھتے ہیں: مسلم سرمایہ دار بطور وقف اعلی معیار کے ہسپتال اور میڈیکل کالج قائم کریں جس سے پوری قوم مستفید ہو اور اس کی آمدنی سے ضرورت مندوں کا علاج بھی کیا جائے۔

مولانا رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں: شخصی طور پر رفاہی تنظیموں کا قیام، بیت المال کا قیام، غیر سودی قرضے، شعبہ زکوۃ وصدقات کو مستحکم بنانا، امدادی فنڈ ریلیف وغیرہ۔

مفتی محمد عبدالرحیم قاسمی لکھتے ہیں: بیمہ کا متبادل تعاونی بیمہ ہے جس میں شرکاء اپنی اپنی مرضی سے فنڈ میں رقمیں جمع کراتے ہیں اور ختم سال پر اگر رقم بچ گئی تو وہ شرکاء کو بحصہ رسدی واپس کردی جاتی ہے یا ان کی طرف سے آئندہ سال کے فنڈ کے لئے ان کے حصہ کے طور پر رکھ دی جاتی ہے۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کردیا گیا ہے، ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پڑ جائیں تو کیا ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا درست ہوگا؟

تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایسے ملکوں میں جہاں داخل ہونے کے لئے

انشورنس لازم کردیا گیا ہے، تو اس مجبوری کی حالت میں انشورنس کرانے کی حاجت ہوگی، مولانا عبداللطیف پالنپوری، مولانا نعمت اللہ قاسمی، مولانا تنظیم عالم قاسمی اور مولانا ابرار خان ندوی لکھتے ہیں کہ ایسے ملکوں میں انشورنس کرانے کی اجازت تو ہوگی، لیکن کمپنی میں جمع کردہ رقم سے زیادہ کے استعمال کی اجازت نہیں ہوگی، بعض مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ ایسے ملکوں میں جہاں میڈیکل انشورنس کو لازمی قرار دیا گیا ہے بغیر کسی ناگزیر شرعی مجبوری کے جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

مولانا محی الدین غازی، مولانا نیاز احمد اور مولانا عطاء اللہ قاسمی لکھتے ہیں: جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کردیا گیا ہے، ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانا مجبوری ہے، اس لئے بوجہ مجبوری محض مجبوری کے بقدر گنجائش نکل سکتی ہے، اور بیمار ہوجانے کی صورت میں انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا بوجہ مجبوری درست ہوگا۔

مولانا خورشید اعظمی لکھتے ہیں: اجباری یا لازمی انشورنس جسے حکومتیں ضروری قرار دیتی ہیں جائز ہے یہ بمنزلہ ٹیکس ہے جو حکومت کو ادا کیا جاتا ہے۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی لکھتے ہیں: عوارض کی بنیاد پر ضرورۃً اس کی اجازت ہوسکتی ہے اور اس جواز کی بنیاد "الحاجة إذا عمت كانت كالضرورة، الضرر يزال، الحرج مدفوع ، الضرورات تبيح المحظورات، كم من شيء يثبت ضمنا لا يثبت قصداً" جیسے قواعد ہیں۔

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی لکھتے ہیں: حکومتی قانون کی مجبوری کو فقہاء نے حاجت کے درجہ میں رکھا ہے، بنابریں حاجت کی وجہ سے جو محظورات جائز ہوجاتے ہیں وہ اس صورت میں بھی جائز ہوجانے چاہئیں، لیکن یہ ملحوظ رہے کہ ایسے ملکوں میں جانا جہاں یہ قانون رائج ہے، ہر کس وناکس کے لئے جائز نہ ہوگا، صرف انہی لوگوں کے لئے جائز ہوگا جو وہاں کا باشندہ ہو یا کسی ناگزیر شرعی مجبوری کے تحت جارہا ہو۔

مولانا ابوالعاص وحیدی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی اور مولانا نعیم اختر قاسمی لکھتے ہیں: اضطرار کی وجہ سے انشورنس کرانے کی اجازت ہوگی اور

انشورنس کرنے والے بیمار پڑ جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے استفادہ جائز ہوگا۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں: جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں کے لئے لازم کردیا گیا ہے وہاں یہ انشورنس کرایا جاسکتا ہے، اور ضرورت کے تحت انشورنس کی اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

قاضی عبدالجلیل صاحب لکھتے ہیں: جن ممالک میں وہاں جانے والوں کے لئے میڈیکل انشورنس لازم کردیا گیا ہے، وہاں کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ حکومت اپنے یہاں آنے والوں سے اتنی رقم بطور فیس لیتی ہے، اگر وہ بیمار نہ ہو تو وہ اپنی فیس ادا کر چکا ہے اور اگر وہ بیمار ہو جائے تو حکومت کی طرف سے اس کے علاج پر جو خرچ ہوگا اس کو حکومت کی طرف سے امداد و تعاون سمجھا جائے گا۔

مولانا ابرار خان ندوی لکھتے ہیں: جن ممالک میں داخلہ کے لئے میڈیکل انشورنس قانوناً ضروری ہے ایسے ممالک میں سیر و تفریح اور سیاست کے لئے جانا جائز نہیں ہے البتہ جن لوگوں کو وہاں جانا ضروری ہو تجارتی مقاصد کی غرض سے، دعوت و تبلیغ، یا کسی دوسرے مقاصد کے حصول کے لئے، الضرورات تبیح المحظورات کے تحت میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت ہوگی۔ ضرورت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وہ اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر ممنوع چیز کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا یا ہلاک ہونے کے قریب پہنچ جائے گا ایسی صورت میں حرام کا استعمال مباح ہے (الاشباہ والنظائر للسیوطی)، نیز وہاں مقیم مسلمانوں کے لئے صحت بیمہ سے کوئی مفر نہیں ہے، لہذا "إذا ضاق الأمر اتسع" کے تحت اس کی اجازت ہوگی، دیگر یہ کہ صحت بیمہ کے عدم جواز کی ایک وجہ غرر بھی ہے اور معاملات میں غرر سے بچنا محال ہو تو غرر کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے۔ ابن القیم فرماتے ہیں: ہر غرر حرمت کا باعث نہیں ہوتا ہے، اگر غرر معمولی ہو یا اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو معاملہ کے درست ہونے میں وہ مانع نہیں ہوتا ہے (زاد المعاد)، البتہ اپنی جمع شدہ رقم سے زائد سے مستفید ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔

☆☆☆

عرض مسئلہ:

میڈیکل انشورنس

مفتی محمد عبد الرحیم قاسمی

سوال (۱) میڈیکل انشورنس کے متعلق جن مقالہ نگار علماء کرام نے پہلے سوال کے جواب میں قمار وربوا کی علت کی بنا پر میڈیکل انشورنس کو ناجائز کہا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، قاضی عبد الجلیل قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محی الدین غازی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا نیاز احمد، مولانا خورشید اعظمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب، مولانا ابو العاص وحیدی، مولانا اطہر حسن صاحب، مولانا عبد اللطیف پالنپوری، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا نعمت اللہ قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی اور راقم الحروف محمد عبد الرحیم قاسمی، ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان (سورہ مائدہ:۹۰)،لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل (سورہ نساء:۲۹)، كل قرض جر منفعة فهو ربا (کنز العمال)،نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن وبيع الغرر (صحیح مسلم)، كل قرض جر نفعا حرام أي إذا كان مشروطا (شامی ۳۹۵/۷)، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان (سورہ مائدہ:۲)،إذا

اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، الربوا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة (الموسوعة الفقہیہ)،لا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار وإن المخاطرة من القمار (أحکام القرآن للجصاص)۔

دوسرا نقطہ نظر باہمی تعاون کے مقصد سے بیمہ کرانے کی اجازت ہے، یہ رائے مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی اور مولانا سلطان احمد اصلاحی کی ہے، ان کی دلیل یہ آیت ہے تعاونوا على البر والتقوى الآیہ، نیز حضرت مولانا یوسف لدھیانوی نے بھی امداد باہمی اور تعاون کی بنیاد پر بیمہ کی جائز صورت لکھی ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۵۸/۶)۔

مجوزین کی مستدلات یہ ہیں: احادیث رسول ﷺ:المومن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعض (متفق علیہ)،مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى (متفق علیہ)،خير الناس أنفعهم للناس (رواہ الدار قطنی)،من استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل (رواہ مسلم)، من نفس وفي رواية فرج عن أخيه كربة من كرب الدنيا نفس وفي رواية فرج الله عنه كربة من كرب يوم القيمة (مسلم،ابوداؤد،ترمذی)۔

سوال (۲): کے جواب میں مولانا محمد برہان الدین سنبھلی نے فرمایا کہ اگر بیمار نہیں پڑا تو جمع کردہ رقم سوخت ہو جاتی ہو تو اس میں قمار کی شان آگئی، لہذا یہ ناجائز ہوگا، اگر جمع شدہ کل رقم واپس مل جاتی ہو تو پھر زیادہ مالیت سے استفادہ کمپنی کی طرف سے گویا تبرع ہونے کی وجہ سے شرعا جائز ہوگا، جمع کردہ رقم سے زیادہ اضافی رقم سے استفادہ کو ربوا اور قمار کی بنا پر ناجائز کہنے والے علماء کرام کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں: مولانا عبدالجلیل

قاسمی قاضی امارت شرعیہ پٹنہ، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا نیاز احمد، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا ابوالعاص وحیدی، مولانا عبد اللطیف پالنپوری، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا نعمت اللہ قاسمی اور راقم الحروف محمد عبدالرحیم قاسمی۔

مولانا محی الدین غازی نے علاج کا کوئی ذریعہ نہ ہونے کی اضطراری حالت پر محمول کر کے اس زائد رقم سے علاج کو درست قرار دیا ہے تاہم انشورنس کرانے کا وبال اس پر ہوگا۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی نے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ زائد سے استفادہ کو درست قرار دیا:

۱- اس مرض میں جان ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔
۲- اتنا غریب اور بے بس ہو کہ از خود علاج نہیں کر سکتا۔
۳- انشورنس کمپنی کے علاوہ دوسرے سے قرض ملنا ناممکن ہو۔
۴- انشورنس کمپنی سے حاصل شدہ زائد رقم صحتیابی کے بعد کمپنی کو واپس کر دینے کا عزم رکھتا ہو۔

گویا زائد رقم اس کے حق میں قرض کی حیثیت میں ہوگی، اگر کمپنی کو واپس کرنے کی کوئی شکل نہ ہو، یا کمپنی کو واپس کرنیکی صورت میں غلط جگہوں میں استعمال کرنے کا اندیشہ ہو تو بینک کے سود کی طرح وہ زائد رقم غرباء اور مساکین میں تقسیم کردی جائیگی، **فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه** (سورہ بقرہ ۲/ ۱۷۳)، رسول اکرم ﷺ نے قبیلہ عرینہ کو از راہ علاج اونٹ کا پیشاب پینے کا حکم دیا (ترمذی رص ۲۱)، عالم گیری میں ہے **یجوز للعلیل شرب البول والدم وأکل المیتة للتداوی، إذا أخبره طبیب مسلم**

أن شفائه فيه ولم يجد من المباح ما يقام مقامه (عالمگیری ص ۳۵۵ ج ۵)، علامہ ابن نجیم مصری نے حلق میں پھنسے ہوئے لقمہ کو نگلنے کے لئے شراب پینے، مخمصہ کی حالت میں مردار کے کھانے اور جان کے تحفظ کے لئے بحالت اکراہ کلمہ کفر زبان سے ادا کرنیکی اجازت دی ہے (الأشباہ ۹۴)۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب نے میڈیکل انشورنس کرانے والوں کو اپنی رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونیکی اجازت دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حکومت کی جانب سے امداد ہے، گورنمنٹ کی امداد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔

مولانا شاہد علی قاسمی کی نظر میں جمع شدہ رقم سے زیادہ علاج میں خرچ شدہ رقم انشورنس کی اس اسکیم میں حصہ لینے والوں کی طرف سے تبرع ہے اس لئے جائز ہے۔ مولانا نعیم اختر قاسمی نے بھی جمع شدہ رقم سے زائد مالیت کے علاج سے مستفید ہونے کو جائز لکھا ہے۔ مولانا اطہر حسن صاحب نے جمع شدہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج میں خرچ ہوئی رقم کو قرض قرار دیا ہے، جس کا ادا کرنا لازم ہوگا یا قدرت نہ ہونے کی صورت میں سرکار یا تنظیم سے اس کو معاف کرانا پڑے گا۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی نے لکھا ہے کہ اپنے مولی سے حسن ظن کے تقاضہ سے بیماری سے محفوظ رہنے کا آرزومند ہو اور دوسروں کے تعاون کی نیت سے بیمہ کرائے، پھر ضرورت پڑنے پر جمع کردہ رقم سے زیادہ علاج کرائے تو اس کے لئے اس اضافی رقم سے استفادہ کرنا جائز ہوگا۔

سوال (۳) حکومتی اور نجی اداروں سے بیمہ کے عدم جواز میں یکسانیت:

حکومت کے انشورنس محکموں اور نجی کمپنیوں دونوں کے طریقہ کار میں ربا و قمار کی حقیقت مشترک ہونے کی بنا پر ان سے بیمہ کرانے کے عدم جواز میں دونوں کا حکم یکساں

کہنے والے علما کرام کے اسماء یہ ہیں: مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا نیاز احمد حمید، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا عبد اللطیف پالنپوری، مولانا نعمت اللہ قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا ابوالعاص وحیدی، مولانا اطہر حسن صاحبان۔

حکومتی اور نجی اداروں سے بیمہ کے جواز میں یکسانیت:

مولانا نعیم اختر قاسمی اور مولانا سلطان احمد اصلاحی سرکاری اور نجی دونوں دونوں قسم کے اداروں سے انشورنس کرا کر علاج کے لئے زائد رقم کے استفادہ کو یکساں طور پر انشورنس کے مشابہ ہے۔ یہ امداد باہمی ہی کا شعبہ ہے، خواہ اسے سرکاری طور پر چلایا جائے یا نجی طور پر۔

نجی اور سرکاری اداروں سے بیمہ کرانے کے حکم میں فرق:

مولانا قاضی عبد الجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ سرکاری اداروں سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

مولانا محی الدین غازی حکومت اور نجی اداروں سے بیمہ کرنے کو منع کرتے ہیں، تاہم ضرورت کے وقت "اھون البلیتین" کے اصول پر سرکاری ادارے سے بیمہ کرانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

مفتی محبوب علی وجیہی نے لکھا ہے کہ نجی کمپنیوں کی نیت تو تجارت کی ہے، اس لئے یہ اور بھی زیادہ برا ہے، البتہ جن ممالک میں مسلمانوں کی حکومت نہیں نہ ان کی مؤثر طاقت ہے، وہاں "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت اس قانون پر عمل کرنے سے معافی کی امید ہے۔

مولانا شاہد علی قاسمی سرکاری بیمہ کے ادارہ سے صحت بیمہ کرا کے استفادہ کرنے کو

جائز کہتے ہیں اور پرائیویٹ کمپنی کے بیمہ سے استفادہ کی یہ شرط لکھتے ہیں کہ پرائیویٹ اداروے جمع شدہ رقم کو سود یا حرام پر مبنی کاروبار میں انویسٹ نہ کرتے ہوں۔

راقم الحروف محمد عبدالرحیم قاسمی نے ''نظام الفتاوی'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نجی اداروں اور پرائیویٹ و پبلک بیمہ کمپنیوں کا معاملہ سود و جوے پر مشتمل ہوگا، لہذا یہ معاملہ جائز نہیں، ان سے اگر انشورنس کرالیا تو چونکہ ان سے ملنے والی رقم آپسی معاملہ کی بنیاد پر ہوگی، اس لئے اس ملی ہوئی رقم میں اپنی اصل رقم سے زائد ملی ہوئی رقم کو اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے صدقہ کرنا یا اپنی ملکیت سے نکالنے کا حکم متوجہ ہوتا ہے (نظام الفتاوی ۲ر ۳۶۷) اس سے معلوم ہوا کہ نجی اداروں اور پرائیویٹ و پبلک بیمہ کمپنیوں سے بیمہ کرانے کی شرعا جازت نہیں اور اگر بیمہ کرالیا تو اپنی جمع کی ہوئی رقم کے علاوہ زائد رقم سے استفادہ کرنا شرعا جائز نہیں ہوگا، بلکہ اس کو بغیر نیت ثواب ملکیت سے نکالنا ضروری ہوگا۔

سوال (۴) بیمہ دار کا سرکاری علاج تعاون نہیں لہذا ممنوع ہے:

سرکاری انشورنس ادارہ بیمہ دار کو علاج کیلئے جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے یہ پہلے سے رقم جمع کرنیکی شرط کے ساتھ مشروط ہے، لہذا یہ تعاون و امداد نہیں اور اس کو استعمال کرنا درست نہیں ہوگا، یہ رائے مندرجہ ذیل علماء کرام کی ہے: مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا نیاز احمد، مولانا خورشید اعظمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا ابو العاص وحیدی، مولانا عبداللطیف پالنپوری، مفتی محبوب علی وجیہی اور مفتی تنظیم عالم قاسمی۔

مولانا محی الدین غازی نے لکھا ہے کہ اس رقم کے سوا کوئی چارہ علاج نہ ہو تو اسے استعمال کیا جائے گا، ورنہ احتراز ضروری ہوگا، مولانا نعمت اللہ قاسمی نے بھی اسی طرح لکھا

ہے کہ جب تک اضطرار کی صورت نہ ہو اس کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔

بیمہ دار کا علاج یا امداد سرکاری تعاون ہے:

سرکاری انشورنس ادارہ علاج کیلئے جو مطلوبہ یا مقررہ رقم بیمہ دار کو دیتا ہے، اس کو سرکاری امداد و تعاون قرار دیا جائے گا، اس رائے کے حاملین مولانا قاضی عبدالجلیل، مولانا اطہر حسن، مولانا نعیم قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شاہد علی قاسمی اور راقم الحروف محمد عبد الرحیم قاسمی۔ حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ سابق مفتی دار العلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں: حکومت کی بیمہ کمپنی اپنے قانون حکومت کے اعتبار سے رقم اپنے بیمہ کرنے والوں کو دیگی اس رقم کا حکم وہی ہوگا جو پرائیویٹ فنڈ میں حکومت یا محکمہ اپنے قانون کے اعتبار سے خواہ کسی نام سے دے ہم اس کو شرعا عطیہ وانعام قرار دیکر اس کا لینا اور استعمال کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ یا ایکسیڈینٹ وغیرہ میں یا کسی جانی ومالی نقصان کے حادثہ میں جو رقم حکومت دیتی ہے اس کو ہم عطیہ شمار کرتے ہیں، اسی طرح اس رقم کو بھی حکومت کے عطیہ کے قبیل سے قرار دے سکتے ہیں پس حکومت سے اس ملی ہوئی رقم کو خواہ نیشنل بیمہ کمپنی کے ذریعہ اور واسطہ سے دے اس کو یا اس کے کسی جزء کو ناجائز یا ربوا وغیرہ قرار دے کر اخراج عن الملک کا حکم شرعا نہ ہوگا (نظام الفتاوی ۲/ ۳۶۷)۔

سوال (۵) بیمہ کے متبادل نظام کی تجویزیں:

مولانا سلطان احمد اصلاحی کی رائے ہے کہ سرکاری اور نجی انشورنس اسکیموں کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کی جائے۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: بیمہ صحت کرانے والا یہ سوچ لے کہ اگر میں بیمار نہ پڑا تو میری یہ رقم میرے دوسرے بھائیوں کے کام آدے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر

مسلم۔مولانا نعیم اختر قاسمی کی نظر میں انشورنس ادارہ جمع شدہ سرمایہ میں اضافہ کی غرض سے غیر شرعی طریقہ اپناتا ہو تو ادارہ کا ایسا کرنا درست نہیں، بقیہ چیزیں خلاف شرع معلوم نہیں ہوتیں۔

مولانا عبداللطیف پالنپوری کی تجویز ہے: عطیات کی مد سے اسپتال قائم کریں، ان میں غریبوں کا علاج زکوۃ کی مد سے مفت کیا جاسکتا ہے۔

مولانا ابوالعاص وحیدی کی تجویز ہے: بیت المال قائم کیا جائے، رفاہی تنظیمیں بنائی جائیں، صدقات واجبہ ونافلہ سے اسپتال قائم کئے جائیں۔

مولانا عطاء اللہ قاسمی کی تجویز ہے: خیراتی اور رفاہی ادارے کیلئے چندے سے فنڈ اکٹھا کیا جائے اور اس سے اسپتال قائم کریں، مولانا رحمت اللہ ندوی کی تجویز ہے: زکوۃ اور عطیات کا فنڈ الگ الگ ہو، ویلفیر سوسائٹیوں اور رفاہی اداروں کے ذریعہ ضرورت مندوں کی امداد کی جائے۔

مولانا خورشید اعظمی کی تجویز ہے: ہر صاحب استطاعت بطور تبرع متعینہ رقم جمع کرے، جس سے اس کا یا کسی فرد کا علاج کیا جائے۔

مولانا نیاز احمد کی تجویز ہے: رفاہی تنظیم کا قیام اور زکوۃ کے مال سے اسپتال کا قیام اور فقراء کے مفت علاج کا انتظام ہو۔

مولانا شاہد علی قاسمی لکھتے ہیں: سوالنامہ میں مفروضہ کمپنی کی جو تفصیلات ذکر کی گئیں وہ تقریباً شریعت کے دائرہ میں ہیں۔

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی نے تحریر فرمایا: بغیر پیشگی رقم کی ادائیگی کی شرط یا اس جیسی کوئی شرط لگائے بغیر ضرورتمندوں کی مدد کیلئے خیراتی وامدادی ادارے قائم کئے جائیں۔

مولانا محی الدین غازی نے لکھا ہے کہ تجارتی بنیادوں کے بجائے تعاونی بنیادوں پر ادارہ تشکیل دیا جائے جس میں دی گئی رقم تبرع کی حیثیت رکھے۔

مولانا ابرار خان ندوی کی تجویز ہے: انشورنس تعاونی کی صورت یہ ہے کہ چند افراد مل کر قسطوار ایک مقررہ رقم آپس میں جمع کریں، شرکا میں سے جو بیمار ہو اس کی رقم اس کے علاج میں صرف کردی جائے، بیمار نہ ہونیکی صورت میں حسب مطالبہ اس کی رقم واپس کردی جائے، شیخ وہبہ زحیلی نے تعاونی انشورنس کی بحث میں اس جیسی صورت کے جواز کا فتوی دیا ہے، ایک صورت یہ بھی ہے کہ قسط جمع کرنیوالا کمیٹی کو مالک بنادے۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی کی تجویز ہے کہ تمام شرکاء چندہ کی رقم جمع کرتے ہوئے، باہمی امداد کی نیت کرلیں، ان میں سے کسی کے بیمار پڑنے پر اس فنڈ سے رقم دی جائے اور بیمار نہ ہونیکی صورت میں پیسہ فنڈ میں جمع رہے کسی کو واپس نہ کیا جائے، اسی سے ملتی جلتی شکل حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی نے لکھی ہے (آپ کے مسائل اور انکا حل ۶ / ۲۵۷)۔

راقم الحروف محمد عبدالرحیم قاسمی نے جدید معیشت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بیمہ کا متبادل تعاونی بیمہ ہے، جس میں شرکاء اپنی اپنی مرضی سے فنڈ میں رقمیں جمع کراتے ہیں اور سال کے دوران جن جن لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا اس فنڈ سے ان کی امداد کرتے ہیں، پھر سال کے ختم پر اگر رقم بچ گئی تو وہ شرکاء کو بحصہ رسدی واپس کردی جاتی ہے، یا ان کی طرف سے آئندہ سال کے فنڈ کے لئے ان کے حصے کے طور پر رکھ دی جاتی ہے، شرعا اس میں کوئی اشکال نہیں اور جتنے علماء نے بیمے پر گفتگو کی ہے وہ سب اس کے جواز پر متفق ہیں (اسلام اور جدید معیشت ص ۱۶۱ مصنفہ حضرت مفتی تقی عثانی)۔

سوال (۶) میڈیکل انشورنس جبری ہو یا اختیاری جائز ہے:

مولانا نعیم اختر قاسمی کی رائے ہے کہ میڈیکل انشورنس میں حصہ لینا جبرا یا اختیارا جائز ہے، لہذا علاج کے وقت اس کی سہولیات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، مفتی حبیب اللہ قاسمی نے لکھا ہے: میڈیکل انشورنس فی نفسہ ناجائز ہے، البتہ عوارض کی بنا پر ضرورۃ اس کی اجازت ہوسکتی

ہے اوراس جواز کی بنیاد" الحاجة إذا عمت كانت كالضرورة ۔الضرر يزال۔الحرج مدفوع، الضرورات تبيح المحظورات ،كم من شئ يثبت ضمنا لا يثبت قصداً" جیسے قواعد ہیں ،جن ممالک میں میڈیکل انشورنس لازم کردیا گیا ہے وہاں تو قانونی مجبوری ہے لیکن جن ملکوں میں لازمی نہیں مذکورہ بالا اصولی کی بنیاد پر گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔

قانونی مجبوری کی بناپر بیمہ کرانااور استفادہ کرنا جائز ہے:

جن ممالک میں رہنے والوں پر یا وہاں جانے والوں پر میڈیکل انشورنس لازم کردیا گیا ہے تو قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے اوراس سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت ہوگی۔ یہ رائے مندرجہ ذیل علما کرام کی ہے:

مفتی ثناء الہدی قاسمی مولانا محی الدین غازی،مولانا محمد ابرار خان ندوی،مولانا نیاز احمد عبدالحمید،مولانا خورشید احمد اعظمی،مولانا رحمت اللہ ندوی،مولانا عطاء اللہ قاسمی،ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب،مولانا ابوالعاص وحیدی،مفتی محتوب علی وجیہی،مولانا اطہر حسن،مفتی عبدالرحیم قاسمی اور قاضی عبدالجلیل صاحب۔

دلائل:"يجوز التأمين الإجبارى أو الإلزامى الذى تفرضه الدولة؛ لأنه بمثابة دفع ضريبة للدولة"(الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۵/ ۳۴۲۲)۔"المشقة تجلب التيسير. الضرورات تبيح المحظورات"۔

مولانا عبداللطیف پالنپوری کی رائے ہے کہ جتنی رقم جمع کی ہے اس سے زیادہ علاج کی سہولت حاصل کرنا جائز نہیں زائد رقم غربا و محتاجوں کو بلانیت ثواب تقسیم کردی جائے۔

جبری بیمہ جائز،استفادہ ناجائز:

مولانا نعمت اللہ قاسمی اور مفتی تنظیم عالم قاسمی کے نزدیک ان ممالک میں جانے یا رہنے کے لئے قانونی مجبوری کی بناپر انشورنس کرایا جاسکتا ہے، جہاں رہنے یا داخلہ کیلئے صحت بیمہ کرانا

قانونی طور پر لازم ہے، لیکن انشورنس کئے ہوئے سے استفادہ کرنا درست نہیں مولانا نعمت اللہ قاسمی کہتے ہیں اپنی رقم واپس لینا جائز ہوگا۔

بلا حاجت ان ملکوں میں جانے یا رہنے کی اجازت نہیں:

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی نے تحریر فرمایا کہ حکومتی قانونی کی مجبوری کو فقہاء نے حاجت کے درجہ میں رکھا ہے، بنابریں حاجت کی وجہ سے جو محظورات جائز ہو جاتے ہیں وہ اس صورت میں بھی جائز ہو جانے چاہئیں، لیکن اس صورت میں ایک بات یہ ملحوظ رکھنی ہوگی کہ جن ملکوں میں ایسے قوانین رائج ہیں جو اصلا ممنوع شرعی ہیں، وہاں کا یہ شخص یا تو اصل باشندہ ہو یا باہر کا کوئی شخص ایسے کام سے گیا ہو جس کے لئے جانا شرعا ناگزیر تھا، ورنہ ایسے ملکوں میں جانا اتنی مدت کے لئے کہ یہ قانون لاگو ہو جائے یا منتقل رہنا شریعت کے اصل حکم کی رو سے جائز نہیں۔

☆☆☆

دوسرا باب

میڈیکل انشورنس کا تعارف

میڈیکل انشورنس اور صحت کارڈ

پروفیسر الصدیق محمد الامین الضریر ☆

موضوع کے بنیادی عناصر:

۱- میڈیکل انشورنس کی تعریف اور صحت کارڈ کے استعمال کا شرعی حکم۔

۲- مختلف کمپنیوں اور اسپتالوں کے مابین ایک متعین مدت کے لئے دوا اور آپریشن وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ شہریوں کے علاج معالجہ سے متعلق طے پانے والے معاہدہ کا شرعی حکم۔

۳- کسی فرد اور اسپتال کے درمیان طے شدہ معاہدہ کا شرعی حکم۔

۴- علاج سے فائدہ اٹھانے والوں اور علاج کی ذمہ داری قبول کرنے والے ادارہ کے باہمی تعلق میں کسی تجارتی یا امدادی انشورنس کمپنی کے واسطہ کا شرعی حکم۔

۵- معاوضہ کا مستحق ہونے کے لئے شفایابی کی شرط لگانے کا شرعی حکم۔

۱- میڈیکل انشورنس کی تعریف اور صحت کارڈ کے استعمال کا شرعی حکم:

اول- میڈیکل انشورنس کی تعریف:

قانون دانوں نے مختلف حیثیتوں سے بیمہ کی مختلف قسمیں کی ہیں، چنانچہ انہوں نے مقصد کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں کی ہیں: (الف) سوشل انشورنس (ب) اسپیشل انشورنس۔

سوشل انشورنس کا مقصد معاشرہ یا سماج کی عام مصلحت کی تکمیل ہے، جیسے مزدوروں کو

☆ لا کالج، خرطوم یونیورسٹی، سوڈان۔

درپیش بعض خطرات سے تحفظ فراہم کرنا جن کے لاحق ہونے سے وہ کام کرنے کی اہلیت سے محروم ہوسکتے ہیں مثال کے طور پر بیماری، معذوری اور بوڑھاپا، بیمہ کی اس قسم کا دارومدار سماجی تحفظ کے تصور پر ہے (التکافل الاجتماعی فی الاسلام ۹۰، وانظر ایضا التامین الصحی ۸۰)۔

جہاں تک بیمہ کی خاص قسم کا تعلق ہے تو اس کا مقصد بیمہ پالیسی ہولڈر کی اپنی مخصوص مصلحت ہے (الوسیط للدکتور السنہوری ۷/۱۱۵۶، ۵، ۱۳۷۵، والتامین فی القانون المصری والمقارن للدکتور البدراوی ۳۹، والأسلوب الاسلامی لمزاولۃ التامین للدکتور السید عبد المطلب ۲۰) بیمہ کے ماہرین نے سوشل انشورنس کی متعدد تعریفیں کی ہیں جن میں سب سے بہتر تعریف ڈاکٹر سید عبد المطلب کی ہے۔ اس تعریف کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی سوشل انشورنس سے متعلق اصطلاحات کی کمیٹی نے تسلیم کیا ہے۔ یہ تعریف مندرجہ ذیل ہے:

سوشل انشورنس خطرات کو کسی ادارہ کی طرف منتقل کر کے انہیں دور کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ یہ ادارہ عموماً سرکاری ہوتا ہے۔ بیمہ قانون کے مطابق معین شروط کے ساتھ مخصوص خسارہ کے واقع ہونے کی صورت میں ادارہ کے ممبر بننے والے افراد کو یہ ادارہ مخصوص خدمات فراہم کرنے کا پابند ہوتا ہے (الأسلوب الاسلامی لمزاولۃ التامین/۱۵۵)۔

سوشل انشورنس کا دائرہ

ایک شہر کے سوشل انشورنس کا دائرہ دوسرے شہر کے سوشل انشورنس کے دائرہ سے مختلف ہوتا ہے، لیکن بعض قسمیں سوشل انشورنس کی ریڑھ کی ہڈی سمجھی جاتی ہیں خواہ شہر کوئی بھی ہو، یہ قسمیں درج ذیل ہیں:

(۱) بوڑھاپے کا بیمہ	(۲) اتفاقی موت کا بیمہ
(۳) معذوری کا بیمہ	(۴) بے روزگاری کا بیمہ
(۵) صحت کا بیمہ	(۶) حوادث کا بیمہ (المصدر السابق

۱۶۹، وانظر ایضا التامین الصحی وأثرہ فی حمایۃ القوی العاملۃ/۳۵، والتامینات الاجتماعیۃ والتکافل الاجتماعی فی الاسلام ۴، ۲۷، ۲۷، ۳۲۲)۔

میڈیکل انشورنس کی تعریف:

میڈیکل انشورنس سوشل انشورنس کی ایک قسم ہے۔ اسی وجہ سے سوشل انشورنس کی تعریف عام طور پر اس پر صادق آتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ بعض (فی کتاب التامین الصحی وأثرہ فی حمایۃ القوی العاملۃ، ص ۴۹ از ڈاکٹر شوکت محمد الفحوری) ماہرین نے میڈیکل انشورنس کی تعریف یوں کی ہے کہ میڈیکل انشورنس ایک ایسا نظام ہے جس کا دارومدار بیمہ پالیسی ہولڈر کو ممبر شپ یا پیشگی ادا کردہ یا قسط وار ادا کی جانے والی رقوم کے عوض انشورنس سسٹم کے طے کردہ حالات میں اس کی طرف سے خدمات یا سہولیات کی فراہمی پر ہے۔ ان قسطوں کو ادا کرنے میں مزدور، مالک اور بعض ممالک میں حکومت کی بھی شرکت ہوتی ہے (حوالہ سابق)۔

بعض (حوالہ سابق) لوگوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ میڈیکل انشورنس سوشل انشورنس کا ایک طریقہ ہے جس کا تعلق براہ راست طبیعی سماجی بیماریوں سے ہے جیسے عارضی بیماری، عدم صحت و بوڑھاپے کی مجبوری۔ اگر ایک طرف صحت بیمہ مریض کو طبی ادویہ وغیرہ فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف مریض کی کوئی آمدنی نہ ہونے کی صورت میں مالی متبادل بھی فراہم کرتا ہے (حوالہ سابق)۔

دوم۔صحت کارڈ:

صحت کارڈ ایک ایسا کارڈ ہوتا ہے جس کو انشورنس ادارہ بیمہ پالیسی ہولڈر کو عطا کرتا ہے۔ اس کارڈ کی بدولت بیمہ پالیسی ہولڈر میڈیکل انشورنس کی خدمات وسہولیات سے مستفید ہونے کا مستحق قرار پاتا ہے۔

سوم۔ میڈیکل انشورنس کا حکم:

میڈیکل انشورنس کے مذکورہ بالا مفہوم کی رو سے اس کے جواز کے سلسلے میں معاصر

فقہاء کے مابین مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں ہے۔اسی طرح اس سوشل سیکورٹی کے جواز کے سلسلے میں بھی مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں جس پر میڈیکل انشورنس کا دارومدار ہے۔بعض اسلامی اکیڈمیوں نے اس نظام کے جواز سے متعلق فیصلے کئے ہیں اور اس کو عام کرنے کی دعوت دی ہے۔ان میں سے بعض فیصلے درج ذیل ہیں:

۱-''مجمع البحوث الاسلامیہ'' کی دوسری کانفرنس منعقدہ قاہرہ مورخہ محرم ۱۳۸۵ھ مطابق مئی ۱۹۶۵ء کے فیصلہ میں کہا گیا ہے: پنشن کا سرکاری نظام اور اس کے مشابہ سوشل سیکورٹی کا نظام جو کہ بعض ملکوں میں رائج ہے، اسی طرح سوشل انشورنس کا نظام، یہ سب جائز اعمال ہیں۔

۲-''مجمع البحوث الاسلامیہ'' کی تیسری کانفرنس منعقدہ قاہرہ مورخہ ۱۷؍رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۷؍اکتوبر ۱۹۶۶ء کے فیصلہ میں کہا گیا ہے: جہاں تک تعاونی اور سوشل انشورنس اور ان دونوں کے ذیل میں آنے والے معذوری، بے روزگاری، بوڑھاپے اور ناگہانی حادثات وغیرہ سے تحفظ کے لئے کرائے جانے والے میڈیکل انشورنس وغیرہ کا تعلق ہے تو دوسری کانفرنس اس کے جواز کا فیصلہ کر چکی ہے۔

۳-اسلامی قانون سازی سمینار منعقدہ لیبیا مورخہ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق مئی ۱۹۷۲ء کی سفارشات میں مذکور ہے:

سوشل سیکورٹی کو عام کرنا ضروری ہے تاکہ ہر خاندان کو ایسا اطمینان بخش آمدنی کا ذریعہ مل جائے جو اس کی کفالت کرنے والے کی وفات، معذوری یا دیگر کسی بھی انقطاع رزق کا باعث بننے والے سبب کے لاحق ہونے کے وقت اس کی کفالت کر سکے۔میڈیکل انشورنس کے جواز کی بنیاد رعایا کی مصلحت ہے جس کی ذمہ داری حاکم وقت پر ہے اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ میڈیکل انشورنس کے نظام اور سوشل انشورنس کی تمام قسموں میں رعایا کی مصلحت ہے۔خصوصاً غیر ترقی یافتہ ممالک کے لئے یہ نظام زیادہ ہی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ یہ ممالک مفت میں ہیلتھ سروس کی فراہمی پر قادر نہیں ہیں۔

۲- مختلف کمپنیوں اور اسپتالوں کے مابین ایک متعین مدت کے لئے دوا اور آپریشن کے اہتمام کے ساتھ شہریوں کے علاج معالجہ سے متلعق طے پانے والے معاہدہ کا شرعی حکم:

یہ معاہدہ بنیادی طور پر عقد اجارہ میں داخل ہے، لہٰذا اس کے اوپر اجارہ کا حکم ثابت ہوگا، اس معاہدہ میں اجارہ کی تمام شرطوں کا مکمل طور سے پایا جانا ضروری ہے، اجارہ کی بعض شرطیں تو اس کے الفاظ سے متعلق ہوتی ہیں جبکہ بعض شرطیں عقد کرنے والوں سے متعلق ہوتی ہیں اور ان میں سے بعض اجرت سے متعلق ہوتی ہیں جبکہ بعض کا تعلق محل سے ہوتا ہے۔

ہم یہ مان لیں کہ صیغہ اور عقد کرنے والوں سے متعلق شرطیں اس معاہدہ میں موجود ہیں، اسی طرح اجرت سے متعلق شرطیں بھی اس میں موجود ہیں، اس لئے کہ اس کے بارے میں مقررہ رقم کی بات کہی گئی ہے۔ اب محل کے بارے میں غور کرنا باقی ہے۔

اس معاہدہ میں محل تین چیزوں سے مرکب ہے:

اول- بذات خود مقصود (ایک متعین مدت کے لئے کسی ادارہ کے ملازمین کا علاج ومعالجہ) یہ صورت اشخاص کے اجارہ میں داخل ہے اور اس میں اجیر مشترک ہوتا ہے، یعنی اسپتال، ڈاکٹرز اور اسپتال کا عملہ جو ادارہ کے ملازمین کے علاج کا کام انجام دیتے ہیں۔ یہ سب اجیر مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس معاہدہ پر اجیر مشترک کے اجارہ کا حکم ثابت ہوگا۔

دوم- مریض کے اسپتال میں قیام کی صورت میں اسپتال کے بیڈ اور کمرے، یہ چیزیں اعیان کے منافع کے اجارہ کے قبیل سے ہیں۔ لہٰذا ان کے اوپر اعیان کے منافع کو اجارہ پر دینے کا حکم ثابت ہوگا۔

سوم- دوا اور آپریشن وغیرہ:

جہاں تک آپریشن کی بات ہے تو وہ پہلی شق میں داخل ہے اور جہاں تک دوا اور اس

جیسی چیز جیسے کھانے وغیرہ کا تعلق ہے تو یہ چیزیں اجارہ کا محل نہیں بن سکتیں، اس لئے کہ یہ اعیان کے قبیل سے ہیں اور اجارہ اعیان میں نہیں بلکہ اعیان کے منافع میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک متعین رقم کے عوض دوا وغیرہ کا التزام بیع شمار کیا جائے گا اور اس کے اوپر بیع کا حکم لگایا جائے گا۔

پہلی شق (ایک متعین مدت کے لئے ادارہ کے ملازمین کا علاج ومعالجہ):

اس کا حکم جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ادارہ کے ملازمین کا مفہوم متعین ہو جائے، اسی طرح یہ بھی متعین ہو جائے کہ مدت سے کیا مقصود ہے؟ جہاں تک مقررہ مدت کی بات ہے تو مجھے سمجھ میں آتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ادارہ اسپتال کے ساتھ اس بات پر اتفاق کرے کہ اسپتال اس کے ملازمین کا علاج کرے گا اور بدلے میں ادارہ ہر مہینہ یا ہر سال ایک مقررہ رقم ادا کرے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسپتال اس مقررہ رقم کے بدلے مثلاً دو مہینہ تک علاج کرے گا اور پھر چھوڑ دے گا جیسا کہ عبارت سے یہی مفہوم ذہن میں آتا ہے۔ اگر مدت مقرر ہو اور اجرت بھی مقرر ہو تو مجھے اس اتفاق میں کوئی شرعی مانع نظر نہیں آتا۔

ادارے کے ملازمین سے مقصود کبھی تو تعداد کی تحدید کئے بغیر ادارہ کے تمام ملازمین ہوتے ہیں اور کبھی وہ ملازمین مراد ہوتے ہیں جن کی تعداد متعین ہو اور ان دونوں حالتوں میں یہ اتفاق غرر (دھوکہ) پر مشتمل ہے جو محل کے مجہول ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں مقدار نہ معلوم ہونے کی وجہ سے یہ غرر پیدا ہوتا ہے اور دونوں حالتوں میں علاج کے ضرورت مند افراد کی تعداد اور علاج کی نوعیت کے مجہول ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

دوسری شق (اسپتال کے بیڈ اور کمرے) کا حکم:

میری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں معاہدہ اعیان کے منافع کے اجارہ کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا اس اتفاق میں اس کی تمام شرطوں کا پوری طرح پایا جانا ضروری ہے اور اس کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ عقد کے وقت منفعت معلوم ہو نیز جب منفعت توسیع کی حامل ہو تو اجارہ کی مدت کو بھی بیان کر دینا چاہئے۔

اور اس حالت میں منفعت بیڈ اور کمروں کا استعمال ہے اور یہ منفعت توسیع کی حامل ہے۔لہٰذا اس کے اندر مدت کی تحدید ضروری ہے جبکہ اس اتفاق میں مدت کی تحدید نہیں ہے۔ مریض اسپتال میں کبھی ایک دن، کبھی ایک ہفتہ اور کبھی ایک مہینہ بھی ٹھہرتا ہے، اس لئے اس میں غرر ہے جس سے عقد فاسد ہو جاتا ہے۔

تیسری شق (دوا وغیرہ) کا حکم:

اس صورت میں اتفاق بیع ہے، لہٰذا اس پر بیع کا حکم لگایا جائے گا۔ بیع کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ جس چیز کو فروخت کیا جائے وہ معلوم ہو، یہاں بیع دوا ہے اور دوا کی نوعیت اور مقدار دونوں مجہول ہیں۔لہٰذا اس اتفاق میں دو طرف سے غرر پایا جاتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ اتفاق ہر پہلو سے غرر پر مشتمل ہے۔اس اتفاق میں عقد بیع کا غرر ہے جس کے بارے میں خصوصی ممانعت وارد ہوئی ہے، اسی طرح اس میں عقد اجارہ کا غرر ہے جس کو فقہاء نے بالا تفاق بیع کے ساتھ ملحق کیا ہے، اسی طرح اس میں معقود علیہ میں غرر ہے۔اس اتفاق کی ضرورت وحاجت بھی نہیں، کیونکہ اس غرر پر مشتمل طریقہ کے علاوہ علاج کے دوسرے جائز ذرائع موجود ہیں۔

اسی لئے اتفاق کی یہ صورت میرے نزدیک حرام ہے۔

۳-کسی فرد اور اسپتال کے درمیان طے شدہ معاہدہ کا شرعی حکم:

اس صورت کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اسپتال سے اس بات پر معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اسپتال کو ایک مقررہ رقم ادا کرے گا، اس کے بدلہ میں اسپتال سرجری اور دوا وغیرہ کے ساتھ اس شخص کے علاج کا معاہدہ کرتا ہے، اس صورت کا حکم سابقہ صورت کی طرح ممانعت کا ہے، اس لئے کہ اس صورت میں بھی غرر پایا جاتا ہے۔ یہ غرر دوا کی مقدار اور اس کی نوعیت کے مجہول ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔مزید برآں علاج کے حصول کے مجہول ہونے سے بھی غرر پایا

جاتا ہے، اس لئے کہ کبھی وہ شخص مقررہ رقم ادا تو کر دیتا ہے لیکن متعین وقت میں اس کو علاج کی ضرورت ہی نہیں پڑتی، کبھی اس کی موت اپنے گھر میں ہوتی ہے اور کبھی کسی حادثہ کے پیش آنے کی وجہ سے راستہ ہی میں اس کا انتقال ہو جاتا ہے اور اسپتال کو اس کا علاج کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، تو کس بنیاد پر وہ رقم اسپتال کے لئے حلال ہو جائے گی جو اس نے اس شخص سے لی ہے۔ اس صورت میں بغیر کسی مجبوری کے غرر کا ارتکاب ہو رہا ہے، اس لئے کہ یہ شخص مرض لاحق ہونے پر اسپتال جا کر جائز طریقہ سے اس سے معاہدہ کر سکتا ہے۔

۴- علاج سے فائدہ اٹھانے والوں اور علاج کی ذمہ داری قبول کرنے والے ادارہ کے باہمی تعلق میں کسی تجارتی یا امدادی انشورنس کمپنی کے واسطہ کا شرعی حکم:

علاج سے فائدہ اٹھانے والوں اور اسپتال کے درمیان کسی تجارتی بیمہ کمپنی کا آنا کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے۔

اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے اجلاس منعقدہ شعبان ۱۳۹۸ھ میں تجارتی بیمہ اور اس کی تمام انواع واقسام کی حرمت کے بارے میں فیصلہ کیا جا چکا ہے، اسی طرح جدہ فقہ اکیڈمی کے اجلاس دوم منعقدہ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۵ء کے فیصلہ میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ تجارتی بیمہ کمپنیوں کے عقد میں تجارتی کمپنیوں کی مجوزہ قسطوں کی وجہ سے بہت زیادہ غرر پایا جاتا ہے، یہ غرر عقد کے لئے مفسد ہے۔ لہٰذا یہ شرعاً حرام ہے۔ میرے خیال میں اس کے بعد تجارتی بیمہ کمپنیوں کے بارے میں بحث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ جہاں تک علاج کرانے والوں اور اسپتال کے مابین تعلقات کے قیام کے لئے تعاونی بیمہ کمپنی کے بیچ میں آنے کی بات ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمام معاصر فقہاء کے نزدیک تعاونی بیمہ کمپنیوں کے ساتھ کاروبار کرنا جائز ہے۔ سوال یہاں اس طریقہ کے بارے میں باقی رہ جاتا ہے جس کے ذریعہ تجارتی بیمہ کمپنی بیچ میں آتی ہے۔ اگر ادارہ اور اسپتال کے درمیان یا فرد۔۔

اسپتال کے درمیان آنے کا مقصود وہی ہے جو دوسرے اور تیسرے عنصر میں مذکور ہے تو یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ طریقہ قطع نظر اس کے کہ اس کو اپنانے والا کون ہے، بذات خود ممنوع ہے۔

ادارہ اور اسپتال یا فرد اور اسپتال کے بیچ میں آنے کا جائز طریقہ وہی ہے جس کو بعض اسلامی تعاونی کمپنیاں مشترکہ تحفظ صحت کے نظام کے تحت اختیار کرتی ہیں۔

۵- معاوضہ کا مستحق ہونے کے لئے شفایابی کی شرط لگانے کا شرعی حکم:

اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء کا خلاصہ یہ ہے:

ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانا کبھی اجارہ کے لفظ سے ہوتا ہے اور کبھی ''جعالہ'' کے لفظ سے اگر شرط صیغۂ اجارہ کے ذریعہ سے ہو تو امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ ''المدونہ'' (دیکھئے: المدونہ ۱۱ / ۶۴)، ''البھجہ'' (البھجہ شرح التحفہ ۲ / ۱۷۸، نیز دیکھئے: حلی المعاصم مع البھجہ) اور ''الشرح الکبیر'' (الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی ۴ / ۵۷) اور اس کے حاشیہ میں ہے، لہٰذا ڈاکٹر بیماری سے شفایابی کے حصول پر ہی مستحق اجر قرار پائے گا۔ الشرح الصغیر (الشرح الصغیر علی أقرب المسالک مع حاشیۃ الصاوی ۴ / ۴۷، ۵۷) میں مذکور ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ فقہاء حنابلہ میں سے ابن ابی موسیٰ نے اس کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ 'المغنی' میں ابن قدامہ (المغنی لابن قدامہ ۵ / ۵۴۱) کی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے، ان دونوں کے علاوہ مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

اگر شرط جعالہ کے ذریعہ سے ہو تو شافعیہ کے نزدیک اور ابن قدامہ کی روایت کے مطابق حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، جبکہ 'المقنع' کے محشی کی روایت کے مطابق مذہب کے صحیح قول کی رو سے جائز نہیں ہے، فقہاء مالکیہ کا اس بارے میں اختلاف ہے، باجی کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں امام مالک کے دو اقوال ہیں۔ ایک قول تو عدم جواز کا ہے جو 'المدونۃ' میں مذکور ہے اور ایک قول جواز کا ہے۔ دردیر نے 'الشرح الکبیر' میں نیز دسوقی نے ذکر کیا ہے کہ ڈاکٹر کے ساتھ بیماری سے شفایابی کی شرط لگانا ہمیشہ اجارہ ہی کے حکم میں ہوگا، اگرچہ شرط لفظ جعالہ کے ذریعہ لگائی گئی

ہو، دردیر نے 'الشرح الصغیر' میں بیان کیا ہے کہ یہ شرط اجارہ کے حکم میں ہوگی اگر لفظ ''جعالہ'' کے ذریعہ نہ لگائی گئی ہو، صاوی نے ان سے اس بات میں اتفاق کیا ہے کہ اگر عقد میں جعالہ کی صراحت نہ ہوتو یہ شرط اجارہ کے حکم میں ہوگی ورنہ جعالہ قرار پائے گی جو لازم نہیں ہوگی۔ حنفیہ کے نزدیک صیغہ جعالہ کے ذریعہ ڈاکٹر سے شرط لگانا جائز نہیں ہے، اسی طرح ان کے نزدیک یہ صیغہ اجارہ کے ذریعہ سے بھی جائز نہیں ہے، جعالہ کے سلسلے میں ان کے اقوال سے مجھے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اگر چہ اس موضوع کے سلسلے میں مجھے ان کی طرف سے صراحت کا علم نہیں ہے۔

ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانے کے عدم جواز کے قائلین میں سے ''ظاہریہ'' بھی ہیں۔ علامہ ابن حزم کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانا بالکل ہی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ کسی کو شفا دینا یا نہ دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے یہ کسی آدمی کے ہاتھ میں نہیں ہے اور شفایابی پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے (المحلی ۷/۷ ۲۲)۔

عدم جواز کی صراحت زیدیہ نے بھی کی ہے۔ ان لوگوں نے ممانعت کی علت یہ بتائی ہے کہ شفا دینا ڈاکٹر کے ہاتھ میں نہیں ہے (البحر الزخار ۴/۴۶)۔ جو حضرات ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے دوا کی ذمہ داری مریض پر عائد کی ہے، اگر یہ ذمہ داری ڈاکٹر پر عائد کی جائے تو عقد درست نہ ہوگا۔

ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانے کے سلسلے میں میری رائے:

میرے نزدیک یہ شرط چاہے صیغہ اجارہ سے ہو یا لفظ ''جعالہ'' سے جائز نہیں ہے اس کے وجوہ یہ ہیں:

(۱) ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانا صیغہ اجارہ کے ذریعہ سے جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے اندر محل عقد میں غرر پایا جاتا ہے، نیز عقد سے جڑی ہوئی شرط کے اندر بھی غرر ہے، اس لئے کہ جس چیز پر عقد ہو رہا ہے وہ شفایاب ہونے تک علاج کرنا ہے، اس کے اندر غرر مدت علاج کا علم نہ ہونے کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے، کیونکہ مریض کبھی تو ایک دن کے علاج کے بعد، کبھی

ایک ہفتہ کے علاج کے بعد اور کبھی ایک مہینہ کے علاج کے بعد شفایاب ہوتا ہے۔ لہٰذا معاوضہ کا دارومدار شفایابی پر ہے۔

اس عقد اجارہ میں شرط کی وجہ سے پیدا ہونے والا ایک دوسرا غرر بھی ہے۔ مریض ڈاکٹر کو اپنے علاج پر معاوضہ ادا کرتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ ایک مقررہ رقم کے بدلے وہ اپنی بیماری سے شفایاب ہو جائے، یہ شرط فاسد ہے جو عقد کے لئے مانع ہے۔ اس شرط کے فساد کی وجہ یہ ہے کہ اس کے وجود ہی میں غرر ہے۔ اس لئے کہ شفایابی کبھی ملتی ہے اور کبھی نہیں ملتی۔

کاسانی کا کہنا ہے کہ صحت بیع کی شرطوں میں سے ایک بیع کا فاسد شرطوں سے پاک ہونا بھی ہے، پھر وہ کہتے ہیں کہ فاسد شرطوں کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرط تو یہ ہے کہ اس کے وجود ہی میں غرر ہو بایں طور کہ جس چیز کی شرط لگائی گئی ہو اس کے وجود اور عدم دونوں کا احتمال ہو اور حال میں اس کی واقفیت ممکن نہ ہو (البدائع ۵/ ۱۶۸)۔

اسی وجہ سے میری رائے معاوضہ کے استحقاق کے لئے ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانے کے سلسلے میں عدم جواز کی ہے۔

(۲) لفظ جعالہ کے ذریعہ ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جعالہ جیسا کہ ابن رشد نے اس کی تعریف کی ہے: ''ایسی منفعت پر اجارہ ہے جس کے حصول کا گمان ہو''۔

جعالہ فقہاء کے نزدیک جائز ہے، جعالہ کے جواز کے قائلین کا کہنا ہے کہ از روئے قیاس جعالہ میں غرر ہے، اس لئے کہ اس کے اندر عمل مجہول ہوتا ہے نیز مدت بھی، اس لئے کہ عامل کام سے فراغت کے بعد ہی مزدوری کا مستحق ہے اور یہاں وقت مجہول ہوتا ہے، البتہ حاجت کے وقت جعالہ جائز ہے۔

وہ حاجت جو باہمی لین دین کے معاملہ میں غرر کو غیر موثر بنا دیتی ہے متعین ہے اور اس کے تعین سے مراد یہ ہے کہ مقصد کے حصول کے لئے اس ایک راستہ کے سوا جس میں غرر پایا جا رہا

ہے بقیہ تمام جائز راستے بند ہو چکے ہوں اور یہ صورت شفایابی سے مشروط جعالہ میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ مریض کے لئے ممکن ہے کہ وہ علاج کے سلسلے میں شرعی شرطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ڈاکٹر کے ساتھ اجارہ کا معاہدہ کرلے۔ عرف عام میں یہی طریقہ رائج ہے، لہذا شفایابی پر جعالہ کی ضرورت ہی نہیں، نیز شفایابی جیسا کہ مانعین کا کہنا ہے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے علاوہ اس پر کوئی قادر نہیں (البحر الزخار ۴/ ۴۶، المحلی ۸/ ۲۲۷)۔

اسی لئے میری رائے یہ ہے کہ جس جعالہ کا دارومدار شفایابی پر ہو وہ جائز نہیں ہے اگرچہ دوا مریض ہی کی جانب سے کیوں نہ ہو۔

اگر دوا کی ذمہ داری ڈاکٹر پر ہو تو پھر ممانعت اور زیادہ شدید ہو جائے گی، اس لئے کہ ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانے کو جائز قرار دینے والوں نے یہ شرط عائد کی ہے کہ اس صورت میں دوا مریض کی طرف سے ہوگی۔

ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانے کو جائز قرار دینے والوں نے جھاڑ پھونک کے جواز سے متعلق حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس حدیث سے ان کا دعوی ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے۔ اس میں شفایابی کی شرط کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مصادر و مآخذ

کتب فقہ:

فقہ حنفی کی کتابیں

۱- بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - علاء الدین ابوبکر مسعود کاسانی متوفی 587ھ - مطبعۃ الجمالیہ بمصر 1910۔

۲- رد المحتار علی الدر المختار - محمد امین بن عمر عابدین الشہیر بابن عابدین متوفی 1252ھ - طبع بولاق۔

فقہ مالکی

۳- المدونۃ الکبریٰ - روایۃ سحنون بن سعید التنوخی عن الامام عبدالرحمن بن القاسم بن انس الاصبحی متوفی 179ھ - مطبعۃ السعادۃ 1323ھ۔

۴-المنتقی شرح مؤطا امام مالک-ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی الأندلسی متوفی 494ھ- مطبعۃ السعادہ۔

۵-عقد الجواھر الثمینۃ-جلال الدین عبداللہ بن نجم بن شاش متوفی 616ھ-مطبعۃ دار المغرب الاسلامی۔

۶-الذخیرہ-شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی متوفی 684ھ-مطبعۃ دار الغرب الاسلامی۔

۷-الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی-احمد بن محمد بن احمد العدوی الشھیر بالدردیر متوفی 1201ھ-مطبعۃ الازہریۃ۔

۸-الشرح الصغیر مع حاشیۃ الصاوی الدردیر-مطبعۃ دار المعارف۔

۹-البھجۃ فی شرح التحفۃ-ابوالحسن علی بن عبدالسلام التسولی-مطبعۃ البھیۃ۔

۱۰-بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد-ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد القرطبی متوفی 595ھ-مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی۔

فقہ شافعی

۱۱-التکملۃ الثانیۃ رالمجموع شرح المہذب مطبعۃ دار الفکر۔

۱۲-نھایۃ المحتاج الی شرح المنہاج-شمس الدین محمد بن ابی العباس بن حمزۃ بن شہاب الدین الرملی متوفی 1004ھ-مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی۔

فقہ حنبلی

۱۳-المغنی-ابومحمد عبداللہ بن احمد محمد بن قدامۃ المقدسی متوفی 620ھ-مطبعۃ عالم الکتب بیروت۔

۱۴-حاشیۃ علی المقنع-مطبعۃ مکتبۃ الریاض الحدیثۃ۔

دیگر فقہی مسالک

۱۵-البحر الزخار الجامع لمذاھب علماء الأمصار-احمد بن یحییٰ بن المرتضی بن مفضل بن منصور الحسنی متوفی 840ھ-مطبعۃ القاھرۃ۔

۱۶-المحلی-ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاھری متوفی 456ھ-مطبعۃ الامام

دیگر مؤلفات

۱۷-الغرر واثرہ فی العقود فی الفقہ الاسلامی-الدکتور الصدیق محمد الامین الضریر-دوسرا ایڈیشن 1416ھ۔

کتب قانون

۱-الوسیط-للدکتور عبدالرزاق السنہوری-مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر۔

۲-التأمین فی القانون المصری والقارن-للدکتور عبدالمنعم البدراوی-مطبعۃ نہضۃ مصر۔

۳-الاسلوب الاسلامی لمزاولۃ التأمین-الدکتور السید عبدالمطلب عبدۃ پہلا ایڈیشن۔

۴-التأمین الصحی وأثرہ فی حمایۃ القوی العاملۃ-المرکز العربی للتأمینات الاجتماعیۃ۔

۵-التأمینات الاجتماعیۃ والتکافل الاجتماعی فی الاسلام-المرکز العربی للتأمینات الاجتماعیۃ -الخرطوم۔

۶-قانون الھیئۃ العامۃ للتأمین الصحی ۱۹۹۴ء-سوڈان۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس، تعارف اور مقاصد

ڈاکٹر محمد ہیثم الخیاط☆

یہ مقالہ میڈیکل انشورنس سے متعلق ہے۔ اس موضوع کی تمہید میں ہم سب سے پہلے صحت اور انشورنس کی تعریف الگ الگ بیان کریں گے اور اس کے بعد میڈیکل انشورنس کی تعریف، اس کی تاریخ، انواع واقسام، مقاصد واہداف کا تذکرہ کریں گے تاکہ اس سلسلہ میں احکام شرعیہ تک رسائی حاصل ہو سکے۔

صحت:

نصف صدی قبل عالمی صحت کے ادارہ نے اپنے دستور میں صحت کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی: صحت محض مرض یا بیماری یا معذوری کا فقدان نہیں بلکہ صحت یہ ہے کہ انسان جسمانی، نفسیاتی اور سماجی ہر طرح کی بیماریوں سے محفوظ رہے۔

اس تعریف سے ہمیں نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث یاد آتی ہے جو صحیح ابن ماجہ میں حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے: "سلو الله المعافاة فإنه لم يؤت أحد – بعد اليقين – خيراً من المعافاة" (اللہ تعالی سے عافیت مانگو، کیونکہ ایمان کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے)۔

عالمی ادارہ صحت کی اس تعریف کو کافی سراہا گیا۔ اس سے پہلے یورپ کے اطباء صحت

☆ رکن اکادمی برائے عربی زبان دمشق، بغداد، عمان، قاہرہ، علی گڑھ۔

کی تعریف محض مرض کی عدم موجودگی سے کیا کرتے تھے، ٹھیک ویسے ہی جیسے کچھ لوگ حیات کی تعریف عدم موت سے کرتے ہیں۔

ہماری اسلامی اور عربی ثقافت کے علمبردار اطباء نے اس میدان میں سیکڑوں سال قبل کارہائے نمایاں انجام دیئے جبکہ اس صدی کے نصف اول تک دانشوران یورپ کو اس کا کوئی علم نہیں تھا۔

صحت بقول علی بن عباس ایک جسمانی کیفیت ہے جس کی بدولت انسانی افعال طبعی رفتار میں پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

یا صحت جیسا کہ سات سو سال قبل ابن النفیس نے کہا تھا: وہ جسمانی کیفیت ہے جس کی وجہ سے انسانی افعال صحیح طریقہ پر انجام پاتے ہیں اور مرض اس کے برعکس جسمانی کیفیت کا نام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے تمام اطباء کے نزدیک صحت بنیادی شی اور اصل سرچشمہ ہے اور مرض صحت کے برعکس کیفیت سے عبارت ہے۔

علی بن عباس نے بہت ہی فصیح و بلیغ اور مختصر عبارت میں صحت کی تعریف ''اعتدال بدن'' سے کی ہے۔

انسان کا کوئی بھی کام نقصان کے احتمال سے خالی نہیں ہوتا، اگر کوئی پیدل چلتا ہے تو ممکن ہے کہ اس کا پیر پھسل جائے اور وہ گر پڑے، اس کا ہاتھ ٹوٹ جائے اور اس کی صحت برباد ہوجائے، ممکن ہے کہ بس میں سوار آدمی کو کوئی حادثہ لاحق ہوجائے اور اس کو اسپتال جانا پڑے، اس میں بھی صحت کا نقصان ہے، گھر میں سوئے ہوئے کسی آدمی پر یا اس کے گھر پر کوئی آفت آسکتی ہے اور اس سے اس کا گھر برباد ہوسکتا ہے اگر کوئی تاجر ہے تو ممکن ہے کہ اس کا سامان ڈھونے والی کشتی ڈوب جائے اور اس کا سامان تجارت برباد ہوجائے لیکن ان تمام صورتوں میں نقصان کے اندیشہ کو ہم یقین کا درجہ نہیں دے سکتے، محض یہ شک ہی ہوتا ہے جس

کے بارے میں انسان سوچتا ہے جیسے کوئی شک کے ساتھ موت کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔

ایک مسلمان کی نظر میں اس طرح کے نقصانات کا خیر یا شر سے کوئی تعلق نہیں اور نہ درستگی اور خطا سے اس کا کوئی ربط ہے، نا ہی اس میں اللہ کی رضامندی یا ناراضگی شامل ہے، اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے: **وعسیٰ أن تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم و عسیٰ أن تحبوا شیئا و ھو شر لکم** (سورۂ بقرہ:٢١٦) (ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے اچھی ہو، اسی طرح ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو)۔

ایسے امور میں تجارت افضل اعمال میں سے ہے جن میں خطرات کے پیش آنے کا احتمال ہوتا ہے۔

کوئی عقلمند آدمی اس بات میں اختلاف نہیں کرے گا کہ مال و دولت، جسم و جان اور پھلوں کو ممکنہ خسارہ سے بچانے کے لئے انسان کو ضروری اقدام کرنا چاہئے یا یہ کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، یہ خلیفہ راشد عمر بن خطابؓ کے کلام سے ثابت ہے، آپؓ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے ایک فیصلہ سے دوسرے فیصلہ کی طرف بھاگنا ہے۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو برائی سے بچتا ہے اس کو بچایا جاتا ہے''، اور ہمیں آپ ﷺ نے سکھایا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں کہ ہم ان خطرات سے کیسے بچیں۔ اسی طرح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی ہماری کسی مسجد یا بازار سے گذرے اور اس کے ساتھ تیر ہو تو اس کو پکڑ کر چلے یا فرمایا کہ تھام کر چلے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی مسلمان کو چوٹ پہنچائے''۔

اللہ کے رسول نے اس امت کی بھلائی کو تفصیل سے بیان کیا ہے، چنانچہ بھلائی پر تعاون کے سلسلے میں اللہ کے رسول نے متعدد احادیث میں اس کی اہمیت اور ضرورت کو بیان فرمایا ہے، بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے: **" المؤمن للمؤمن کالبنیان**

یشد بعضہ بعضاً"۔

ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے۔ امام قرطبی لکھتے ہیں کہ کوئی عمارت اس وقت تک مکمل اور نفع بخش نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کا بعض حصہ بعض سے مربوط نہ ہو اور ایک دوسرے کو مضبوطی نہ عطا کرتا ہو۔

مصالح اور منافع کے حصول کا یہ ایک ایجابی پہلو ہے جو کہ تعاون علی البر کا ایک مظہر ہے، تعاون علی البر کا ایک دوسرا مظہر اور پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ مؤمنین سے مفاسد کو دور کیا جائے، برائیوں سے ان کو بچایا جائے، ان کے مصائب و پریشانیوں کو ختم کیا جائے، بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ تو وہ اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو رسوا کرتا ہے اور جس شخص نے اپنے بھائی کے اوپر کسی خطرہ کو پیش آتے ہوئے دیکھا اور اس کو بچانے کے لئے کوئی کام نہ کیا یا اس کو کوئی خطرہ لاحق ہوگیا اور اس نے اس مصیبت زدہ شخص کو خطرہ سے بچانے کے لئے کوئی کام نہ کیا تو سمجھ لو کہ اس نے اپنے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ کر رسوا کیا۔

عز بن عبد السلام نے بعض مکلفین پر بعض کے حقوق اور ان حقوق کے قاعدہ و ضابطہ کے سلسلے میں کافی اچھی بحث کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ "اس طرح کے حقوق کی اساس ہر طرح کی مصلحت کا حصول ہے چاہے وہ واجبی ہو یا استحبابی اور ہر طرح کی برائی کا ازالہ ہے چاہے وہ حرام ہو یا مکروہ، ان میں سے کچھ حقوق فرض عین کی حیثیت رکھتے ہیں، کچھ فرض کفایہ کی، کچھ سنت عین اور کچھ سنت کفایہ کی۔ ان تمام چیزوں کی دلیل اللہ تعالی کا ارشاد: "و تعاونو علی البر التقویٰ و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان" (سورۂ مائدہ:۲) ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دور حاضر میں بیمہ یا تحفظ کے متعدد طریقے ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے اوپر آنے والی مصیبت یا خسارہ سے محفوظ ہوجائے، مثلاً یہ کہ تجارت میں

گھاٹا اس کو مفلس نہ بنادے، خاندان کے افراد اس بات سے مامون ہوجائیں کہ ان کے سرپرست کی موت کی وجہ سے وہ اتنا نادار نہیں ہوجائیں گے کہ انہیں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے گا۔ اسی طرح ایک انسان کو اس بات کا اطمینان ہوجائے کہ وہ تھوڑی سی مشقت اٹھا کر اپنی بیماری کا علاج کرواسکے گا۔

پچھلی صدی میں لوگوں کے سامنے متعدد طریقے ابھر کر سامنے آئے، تاکہ ان کے ذریعہ اس طرح کے تحفظ (بیمہ) کا وجود ممکن ہوسکے۔ ان میں سے بعض بہت ہی اہم ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

۱- چھوٹی تعاونی بیمہ کمپنیاں: ان کی ایک واضح شکل یہ ہے کہ لوگوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ممکنہ خطرات کی تلافی میں تعاون کرنے پر اتفاق کرتی ہے، چنانچہ ان میں سے ہر آدمی ہر مہینہ اپنے مال میں سے طے شدہ رقم جمع کرتا ہے جو اسے خسارہ یا خطرہ لاحق نہ ہونے کی صورت میں واپس نہیں ملتی۔ اگر ان میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے تو وہ اپنے خسارہ کی تلافی کے لئے اس مجموعی مال سے روپیہ لینے کا مستحق قرار پاتا ہے، ان چھوٹی تعاونی بیمہ کمپنیوں میں تعاون علی البر اچھی طرح سے نمایاں ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کمپنیوں کی سرگرمیوں میں اعلیٰ پیمانہ پر غرر یا جہالت موجود ہے، لیکن یہ جہالت تنازع کا سبب نہیں ہے، ایسا غرر ہے جو ان شاء اللہ قابل معافی ہوگا، لیکن بیمہ کی اس قسم کا فائدہ بہت ہی محدود ہے، اس لئے کہ مجموعی مال جس کو آپس میں تعاون کرنے والے دیتے ہیں، کبھی کبھی ایک ہی آدمی کے خسارہ کی تلافی میں ختم ہوجاتا ہے اور باقی لوگوں کے پاس مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ خطرات سے نمٹنے کے لئے کوئی محفوظ سرمایہ نہیں ہوتا ہے۔

۲- بڑی تعاونی بیمہ کمپنیاں: یہ کمپنیاں مذکورہ بالا کمپنیوں کے مشابہ ہوتی ہیں، فرق اتنا ہے کہ ان میں آپس میں مدد کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اس کے دو فائدے ہیں (۱) جو

مال بھی ہوتا ہے بڑی مقدار میں ہوتا ہے، (۲) اس کی وجہ سے بیمہ کمپنیاں بڑی تعداد کے زمرے میں داخل ہو جاتی ہیں اور احتمالات کے تخمینہ میں بڑی تعداد کی شان ہی کچھ الگ ہوتی ہے، اس لئے کہ اس میں خطرہ پیش آنے کا احتمال ظنی ہوتا ہے جس میں شک کا پہلو غالب ہوتا ہے، بہرحال بڑی تعداد میں شک دھیرے دھیرے ختم ہوتے ہوتے تقریباً معدوم ہو جاتا ہے اور خسارہ ایک حد تک یقینی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کا حساب لگانا آسان ہو جاتا ہے، ہم اس قول کی توضیح کے لئے ایک مثال پیش کریں گے۔ مان لیجئے کہ کسی تجارتی کام میں ایک شخص کے حوالہ سے خسارہ کے پیش آنے کا احتمال بیس فیصد ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ خسارہ اٹھائے گا (اب ہوسکتا ہے کہ یہ احتمال سو فیصد ثابت ہو جائے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کبھی خسارہ ہی نہ اٹھائے تو ایسی صورت میں احتمال زیرو فیصد ہو جاتا ہے، لیکن جب اس کام کو کرنے والے آدمی ایک ہزار ہوں تو خسارہ کے پیش آنے کا تخمینی احتمال جو کہ بیس فیصد ہے حتمی یا تقریباً قطعی ثابت ہوتا ہے، لہٰذا وہ خسارہ جو مجموع پر واقع ہوتا ہے اس کے وقوع کا احتمال تاکیدی یا تقریباً مؤکد ہو جاتا ہے، اگرچہ اس خسارہ کا تحقق بعینہٖ ایک ایک شخص کے حوالہ سے ظنی شکل میں باقی رہتا ہے، اسی وجہ سے غرر یا جہالت کا شبہ کم ہوتا رہتا ہے، یا تقریباً ختم ہو جاتا ہے، اگر اس میں کچھ غرر باقی بھی رہ جائے تو وہ غرر ان شاء اللہ معفو عنہ ہے، اس لئے کہ بڑی تعاونی بیمہ کمپنی ایک مخصوص سال میں در پیش ہونے والے خسارہ کا اندازہ لگا سکتی ہے جو کہ یقین کے مشابہ ہے، لہٰذا وہ ان قسطوں کی تعیین کر سکتی ہے، جنہیں ہر ایک پالیسی ہولڈر کو خسارہ کے واقع ہونے کی صورت میں خسارہ کی تلافی کے لئے ادا کرنی چاہئے، ٹھیک ویسے ہی جیسے ہر ایک تعاون کرنے والا اپنے اختیار سے جو کچھ ادا کرتا ہے اسے شروع ہی سے یقین ہوتا ہے کہ وہ اتنی مقدار میں گھاٹا اٹھائے گا۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ کس طرح کی بڑی تعاونی بیمہ کمپنیاں اتنا بڑا انتظام، اتنی بڑی رقوم پر دفتری کاروائیاں، قسطوں کی وصولی اور رقوم کی ادائیگی کا کام محض رضا کارانہ طور پر

انجام نہیں دے سکتی ہیں، ان تمام کاموں کو کرنے کے لئے کمپنیوں میں تنخواہ دے کر کچھ ملازمین کو رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ملازمین زکاۃ وصول کرنے والے عاملین کی طرح ہیں جو بڑی بیمہ کمپنی کے خزانہ سے اپنی تنخواہ ومشاہرہ وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں، اسی طرح اسی خزانہ سے تمام مشترک اخراجات نکالے جاتے ہیں۔

۳- بیمہ کمپنیاں: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑی تعاونی کمپنی کی مجموعی رقوم اتنی نہیں ہوتیں کہ وہ کمپنی کے ممکنہ خطرہ یا خسارہ کی تلافی کرسکیں تو یہاں ایک دوسری پارٹی (یہ دوسری پارٹی ایک حکومت یا ایک فرد یا ایک جماعت بھی ہوسکتی ہے) اس تعاونی کمپنی میں ایک مقررہ رقم دے کر شریک ہوجاتی ہے، بسااوقات اس پارٹی کی دی ہوئی رقم پہلے جمع کرنے والے لوگوں کی مجموعی رقم سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ دوسری پارٹی کمپنی کے گھاٹے میں شامل ہوتی ہے، اسی طرح ملازمین اور کمپنی کے تمام دیگر اخراجات نیز خسارہ لاحق ہونے کی صورت میں معاوضہ کی ادائیگی کے بعد اگر کمپنی کو نفع ہوتا ہے تو وہ اس میں شریک ہوتی ہے، اسی وجہ سے یہ دوسری پارٹی پہلی پارٹی کے ساتھ مل کر ایک ایسی کمپنی تشکیل دیتی ہے جو دیگر کمپنیوں سے الگ نہیں ہے، لہٰذا اس کمپنی میں غرر یا جہالت کا پہلو کمزور یا معدوم ہوجاتا ہے بڑی تعداد کے قانون کی بدولت جس کا ہم نے ابھی ابھی بڑی تعاونی بیمہ کمپنیوں کے بحث میں ذکر کیا ہے، یہ ایسی کمپنی بن جاتی ہے جس میں قمار بازی یا سٹہ بازی کا شبہ ختم ہوجاتا ہے، اس لئے کہ اس میں کسی بے بنیاد خطرہ یا خسارہ کو فرض نہیں کیا جاتا ہے جیسے کہ قمار بازی یا سٹہ بازی میں ہوتا ہے۔

۴- سوشل اور پنشن بیمہ کمپنیاں: اس طرح کی کمپنیوں کا مقصد ملازمین یا کارکنان یا ان جیسے لوگوں کو مستقبل کے کسی ممکنہ خطرہ کے احتمال سے جو یقینی بھی ہوسکتا ہے، تحفظ فراہم کرنا ہوتا ہے جیسے عمر کی ایک متعین منزل میں پہنچنے پر تنخواہیں بند ہوسکتی ہیں یا کام کاج وغیرہ چھوڑ دینے کی صورت میں پریشانی لاحق ہوسکتی ہے، اس طرح کی بیمہ کمپنیوں میں قسطوں کا کچھ حصہ ملازمین یا کارکنان یا ان جیسے جو لوگ ہیں وہ جمع کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف کچھ قسطیں حکومت یا کام

کرانے والے یا جوان کے حکم میں ہیں وہ ادا کرتے ہیں۔لہٰذا ایک پارٹی تو یہاں ملازمین اور کارکنان کی ہوتی ہے اور دوسری پارٹی حکومت یا کام کرانے والوں کی ہوتی ہے جو اس طرح کی بیمہ کمپنیوں کی مجموعی مالیات میں اپنی مقررہ رقم جمع کرتی ہے، پھر اس مجموعی مال یا رقم سے کمپنی میں کام کرنے والے کی تنخواہ اور کمپنی کے دیگر اخراجات نکالے جاتے ہیں اور چونکہ حکومت ان کمپنیوں سے براہ راست نفع حاصل نہیں کرتی ہے اس لئے تمام حکومتیں یہاں تک کہ جو ترقی یافتہ بھی ہیں عام طور پر اس مجموعی رقم میں سے کچھ رقم قرض لیتی ہیں جو بسا اوقات ان کے عام بجٹوں کو تقویت پہنچانے کے لئے کافی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔لہٰذا یہ بالواسطہ طور پر نفع ہے جس کو حکومت کمپنی میں شریک ہونے کے بدلے لیتی ہے اور اس وجہ سے یہ کمپنیاں بیمہ کمپنیوں کے بہت زیادہ قریب نظر آتی ہیں۔

میڈیکل انشورنس (صحت کا بیمہ):

آج صحت وتندرستی کا اعتبار انسانی حقوق میں ہوتا ہے، لیکن صرف صحت وتندرستی کی اہمیت ومقام کا اعتراف کافی نہیں بلکہ اس کو عملی طور پر نافذ بھی کرنا ہوگا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہر ہر شہر میں ایسا نظام بنایا جائے جس کے تحت ہر شہری کو بلا کسی امتیاز وتفریق کے تحفظ صحت کا حق ملے۔

عہد اسلامی میں نادار لوگوں کے علاج کی ذمہ داری بیت المال کی ہوتی تھی یعنی زکاۃ وغیرہ سے یہ ضرورت پوری ہوتی تھی، جیسا کہ حدیث میں بھی آتا ہے کہ اسلامی حکومت بیت المال سے حفاظت صحت پر بھی خرچ کرتی تھی جو کہ علاج سے اہم ہے، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں آتا ہے کہ حکومت تمام بچوں کی رضاعت اور بہترین غذا کے اخراجات بیت المال سے پورا کرتی تھی، ان میں اٹھائے ہوئے بچے بھی شامل ہیں۔

صحتی خدمات کے ضمن میں یہ تین مبادی بڑی اہمیت کے حامل ہیں:

۱-وسائل حفظان صحت کی فراہمی میں عدل و مساوات کی ضمانت کا لازمی طور پر لحاظ رکھنا۔

۲-صحی خدمات کی عمدگی کی ضمانت۔

۳-حفظان صحت کے اداروں سے زیادہ حفاظتی اقدامات کا اہتمام۔

ان اصولوں کی روشنی میں ہیلتھ سروس میں سرمایہ کاری کی مندرجہ ذیل شکلیں ہوسکتی ہیں:

۱-مریض ہیلتھ سروس کا خرچ براہِ راست خود ادا کرے یا یہ کہ حکومت خود اس صرفہ کی ذمہ داری لے اور سرکاری خزانہ سے اس مقصد کے لئے لازمی سرمایہ پیش کرے (اس لئے کہ سرکار براہِ راست یا بالواسطہ طور سے مختلف قسم کے ٹیکس کے ذریعہ اپنے سرمائے اکھٹا کرتی ہے) اس طرح سوشل انشورنس کمپنی کی بدولت ہیلتھ سروس کے اخراجات حاصل کئے جاسکتے ہیں، نیز سرمایہ کا حصول میڈیکل انشورنس کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ:

☆ پہلی صورت جس میں مریض اپنی جانب سے براہ راست ڈاکٹر، ڈینٹسٹ، سرجن، دواساز، ایکسرے اسپیشلسٹ یا اسپتال کو فیس ادا کرتا ہے، کے علاوہ بقیہ تمام صورتوں میں جس میں مرض یا معذوری کے تمام ممکنہ خطرات کے پیش نظر لوگ اجتماعی شکل میں بیمہ کراتے ہیں اور نقصانات کی تلافی میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں، اس طور پر کہ مریض کو ہمیشہ اس کی بیماری میں صرف ہونے والے اخراجات سے کم ادا کرنا پڑتا ہے، ان تمام طریقوں میں تعاون کا کوئی نہ کوئی عنصر موجود ہوتا ہے، اس لئے کہ جو لوگ براہ راست یا بالواسطہ طور پر حکومت کے ٹیکس یا سوشل انشورنس کی قسطیں یا اسپیشل میڈیکل انشورنس کی قسطیں ادا کرتے ہیں وہ معاشی اعتبار سے

برابر نہیں ہوتے ، اس لئے کہ جن کو اللہ نے دولت وثروت سے نوازا ہے یا جن کو اللہ نے صحت وتندرستی عطا کی ہے یا جنہیں یہ دونوں نعمتیں دی گئی ہیں وہ تنگ دست اور غیر صحت مند لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

۲- ایک بڑی کمپنی یا ادارہ اپنے ملازمین کی صحت کے تحفظ کے لئے ایک مستقل حفاظتی فنڈ قائم کرے۔

جہاں تک اسپیشل میڈیکل انشورنس (جس کو بعض لوگ تجارتی بیمہ بھی کہتے ہیں) کی بات ہے تو یہ مخصوص کمپنیوں کے بیمہ کی ایک قسم ہے جو حفظانِ صحت کے اخراجات کے لئے مخصوص ہوتی ہے، اس میں لوگ بیماری کے لاحق ہونے کے تخمینی احتمالات کے تناسب سے روپیہ ادا کرتے ہیں جیسے نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنے والے، عمر دراز اور اسی طرح دائمی بیماری کے شکار جنہیں مرض کے لاحق ہونے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے، ایسے لوگوں کو ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے جنہیں امراض لاحق ہونے کا احتمال کم ہوتا ہے جیسے نوجوان اور نشہ آور چیزوں کا استعمال نہ کرنے والے لوگ۔

بہرحال ہیلتھ سروس کی فراہمی کے بدلے بیمہ کمپنی کی مدد سے فائدہ اٹھانے والے لوگ مندرجہ ذیل طریقے سے ادائیگی کرتے ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ آدمی خدمت صحت کے بدلے ڈاکٹر، اسپتال دوا ساز وغیرہ کو کچھ دے اور نہ بیمہ کمپنی کو کچھ ادا کرے اور جو ادائیگی بھی اس کی طرف سے ہو وہ محض بیمہ کی قسطوں تک محدود ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ہیلتھ سروس کے بدلے مریض ہیلتھ سروس انجام دینے والوں کو ایک چھوٹی سی رقم کٹوتی کرکے دے دے اور بقیہ رقم بیمہ کمپنی کو ادا کردے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مریض ہیلتھ سروس کے بدلے کل اخراجات کے فیصدی تناسب سے ہیلتھ سروس پیش کرنے والوں کو دے اور بقیہ بیمہ کمپنیوں کو دے دے، ان تمام حالات میں بیمہ کمپنی جو کچھ ادا کرتی ہے وہ متعین بھی ہوسکتا ہے اور غیر متعین بھی۔

اسی طرح بیمہ کمپنیوں کے خدمات کی فراہمی کی صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- یہ کہ مریض اپنے تمام اخراجات خدمت گذار کو ادا کردے اور پھر بیمہ کمپنیوں سے یہ پورے کے پورے اخراجات یا فیصدی تناسب سے وصول کرلے۔

۲- یہ کہ مریض ہیلتھ سروس کرنے والے کو فیصدی تناسب سے کٹوتی کی ہوئی رقم کے علاوہ کچھ بھی نہ دے اور ہیلتھ سروس کرنے والے اپنی سروس کے اخراجات کی ادائیگی کے لئے بیمہ کمپنیوں کے پاس اخراجات کا بل بھیج دیں۔

۳- یہ کہ مریض ہیلتھ سروس کرنے والوں کو کچھ بھی نہ دے اور بیمہ کمپنی اپنی جانب سے ہیلتھ سروس کے آدمیوں کو تنخواہ یا معاوضہ ہیلتھ سروس سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد کے تناسب سے دے یا متعین رقم کی صورت میں ادا کرے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں سوالنامہ کا جواب یہ ہے:

۱- ہر ایک انسان اپنی صحت کی حفاظت کرنے کا حریص ہوتا ہے اور وہ تمام وسائل وذرائع اپناتا ہے جن کی بدولت وہ بیماری سے محفوظ رہ سکے، اس کی مشروعیت میں کسی کو اختلاف بھی نہیں ہوگا۔

۲- اس بات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ مریض طبی خدمات پیش کرنے والے کو وہ فیس ادا کرسکتا ہے جس فیس پر بالفعل ان دونوں کے درمیان اتفاق ہوا ہو یا حکماً (مثلاً اس طرح کہ ایک ریٹ معروف ومشہور ہو)، طبی خدمت پیش کرنے والے سے مراد طبیب، نرس، ڈنٹسٹ، دواساز، اسپتال، ایکسرے کرنے والا یا یہ وہ

شخص ہے جو کسی بھی طرح کا حفظان صحت کا کام کرتا ہو۔

۳- مریض فیس کی ادائیگی کے لئے طبی خدمت پیش کرنے والے سے شفایابی کی شرط لگا سکتا ہے۔ یہ جعالہ کی ایک قسم ہے جس کو امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے متعین ہونے کی صورت میں جائز قرار دیا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول "ولمن جاء به حمل بعير و أنا به زعيم" (سورۂ یوسف:۷۲) سے استدلال کیا ہے۔

۴- کسی متعین طبیب یا اسپتال، اسی طرح کسی متعین علاجی ادارہ کے ساتھ ایک متعینہ مدت کے دوران مخصوص رقم کے بدلے کوئی ادارہ اپنے ملازمین کے علاج کے لئے جن کی تعداد متعین ہو، معاہدہ کرسکتا ہے، ایسی صورت میں علاج کے لئے ضروری دوا تشخیص اور دیگر علاجی لوازمات کی فراہمی کا التزام اسپتال کرے گا، ان مستلزمات وضروریات کے مجہول ہونے کی وجہ سے عقد کی تنفیذ میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوگی۔

حنفیہ نے اسی پر قیاس کرتے ہوئے عام وکالت کو جائز قرار دیا ہے ٹھیک ایسے ہی جیسے انہوں نے مستقبل میں ثابت ہونے والے حقوق کی کفالت کو جائز قرار دیا ہے، فقہاء نے ضرورت کے پیش نظر دایہ کو بشمول کھانے، پینے اور لباس کے اجرت پر رکھنے کو جائز قرار دیا ہے باوجودیکہ دونوں جانب غرر و جہالت کا وجود ہوتا ہے، اس لئے کہ دودھ کی مقدار نیز دوران رضاعت کھانے اور پینے کی مقدار بھی نامعلوم ہوتی ہے، اسی طرح کھانا اور لباس اور ان دونوں کی نوعیت بھی مجہول ہوتی ہے۔

۵- مذکورہ تمام عقود میں کوئی ایسی جہالت موجود نہیں جو عقد کو فسخ کردے، مزید اس طرح کے بیمہ کی ضرورت بھی ہے۔

ابن قدامہؒ نے 'المغنی' میں جعالہ کی تائید میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی نصوص ذکر

کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ضرورت اس کا (عقد جعالہ کا) تقاضا کرتی ہے، لہٰذا عمل کے تحقق کے نامعلوم ہونے کے باوجود جعل (مزدوری) کے مباح ہونے کا ضرورت تقاضا کرتی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے "القواعد النورانیہ" میں ذکر کیا ہے کہ ہر اس چیز میں غرر معاف ہے جس کا دارومدار حاجت وضرورت پر ہو یا جس میں غرر کم ہو، چنانچہ ان کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ مالک احمد وغیرہ ائمہؒ کے قول سے ایسے معاملات کے جواز کی صراحت ملتی ہے۔ اکثر سلف صالحین کا یہی مسلک ہے، ایسا نہ کرنے سے انسان کی معاشی زندگی غیر متوازن ہو جائے گی اور ہر وہ شخص جو غرر کو حرام سمجھنے میں غلو سے کام لیتا ہے، ایسی حالت میں وہ یا تو اپنے اس مسلک سے خروج کرتا ہے جس کی وہ تقلید کرتا ہے یا یہ کہ اس کے بارے میں کوئی حیلہ یا بہانہ کرتا ہے پھر امام ابن تیمیہؒ نے یہ ذکر کیا ہے کہ بیع میں غرر کی علت دشمنی اور بغض وعداوت پیدا ہونے کا گمان ہے، نیز ناحق طریقے سے اموال کو کھا جانا بھی بیع میں غرر کی علت ہے، لہٰذا اگر کوئی مصلحت اس مفسدہ کے بالمقابل آ جاتی ہے تو پھر مصلحت کو مقدم کیا جائے گا۔

۶- جائز بلکہ مستحب ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت دفع مرض کے لیے باہم ایک دوسرے کا تعاون کرے اور طبی اخراجات میں لوگ ایک دوسرے کے شریک ہوں، مثلاً وہ مل کر ایک کمپنی قائم کریں جس میں اپنی مرضی سے ایک مقررہ رقم بیمہ کی قسطوں کی شکل میں ادا کریں اور اس مشترکہ فنڈ سے تمام لوگوں کی مرضی سے علاج کے محتاج شخص کے اخراجات کے لئے رقم لی جائے۔

۷- اس فنڈ کے سرمایہ کو حلال طریقہ سے بڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس کی

وجہ سے زیادہ بہتر طریقہ سے لوگ اس فنڈ سے مستفید ہوسکیں گے، نیز بسا اوقات قسطوں کی ادائیگی کے لئے مقررہ رقم میں اسی کی بدولت تخفیف بھی کی جاسکتی ہے۔

۸- کمپنی کو تعاون دینے والوں کی تعداد کا زیادہ ہونا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس سے فنڈ میں اطمینان بخش سرمایہ ہوگا نیز بڑی تعداد کے قانون کی وجہ سے مرض کے پیش آنے کا احتمال متحقق ہوگا۔ جہالت وعدم علم کا صفایا ہوگا، ایسے ادارہ کے نظم ونسق اور انتظام وانصرام کے لئے ملازمین کی تقرری میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ حلال طریقے سے مال میں اضافہ کرنے میں کوئی حرج ہے اور نہ کمپنی کے علاجی اداروں وغیرہ سے معاملہ کرنے میں کوئی حرج ہے، نیز ایسے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ اگر کمپنی کے فنڈ سے لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۹- میڈیکل انشورنس کے تمام ادارے جن میں اسپیشل بیمہ کمپنیاں بھی شامل ہیں، کو کامیاب بنانے کے لئے حکومت کو ایک اہم رول ادا کرنا چاہئے جیسے جو لوگ قسطوں کی ادائیگی نہیں کرسکتے ان کی قسطوں کو ادا کرنا، اسی طرح بیمہ کے پروگرام کی کامیابی کی ضمانت کے لئے حکومت کو نگرانی اور منصوبہ بندی کا کردار نبھانا چاہئے۔ یہ بھی مناسب ہوگا کہ حکومت کم سے کم خرچ میں عمدہ سے عمدہ ہیلتھ سروس کی فراہمی کے لئے خاص بیمہ کمپنیاں قائم کرے جو دیگر کمپنیوں سے خدمات فراہم کرنے میں مقابلہ کریں، اسی طرح سے حکومت اسپیشل بیمہ کمپنیوں کے اوپر ان کی آمدنی کا کچھ حصہ دواسازی، جدید آلات کی تفتیش اور علمی تحقیق کے لئے لازم کرے۔

۱۰- حکومت غیر مستطیع جیسے ریٹائرڈ، معذور اور سماجی امداد کے محتاج افراد کی قسطوں کی ادائیگی (زکاۃ اور سماجی امور کی وزارتوں کے فنڈ یا خیراتی ادارے سے) کرے۔

اسی طرح قیدیوں اور طلباء کے قسطوں کی ادائیگی زکاۃ یا سماجی امداد کے فنڈ سے

کرے، اورانہیں میڈیکل کارڈ فراہم کرے تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ لوگ مفت حفظانِ صحت کے لئے بیمہ کمپنی کو وکارڈ پیش کرسکیں، اسی طرح سے جولوگ کلی طور پر اپنی قسطوں کوادانہیں کرسکتے جیسے کسان، مختلف قسم کے پیشوں سے وابستہ افراد اور چھوٹی آمدنی والے لوگ ان کی مدد کرے، حکومت ان کی قسطوں کوایک خاص نظام کے تحت ادا کرے۔

☆☆☆

تیسرا باب

فقہی نقطہ نظر

تفصیلی مقالات:

میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کا حکم

مولانا زبیر احمد قاسمی ☆

۱- میڈیکل انشورنس جس میں ہر ممبر ایک خاص مقدار میں سال بھر کے لئے رقم جمع کرتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اگر سال کے اندر بیمار ہوا تو جمع کردہ رقم کے ساتھ مزید ایک خاص حد تک اضافہ شدہ رقم کے مجموعہ سے علاج ہوگا، ورنہ یہ جمع کردہ رقم بھی سوخت ہو جائے گی۔

یہ معاملہ بنیادی طور پر سود، قمار، غرر بلکہ ظلم تک پر مشتمل ہے، اس لئے اس کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی، زائد از جمع کردہ رقم سے استفادہ ربا ہے تو مجہول العاقبہ ہونے اور معلق علی الامر المتردد ہونے کے سبب غرر و قمار ہے اور جمع کردہ رقم کے عدم واپسی کی شرط کے سبب ایک ظلم ہے، ظاہر ہے ان تمام امور ممنوعہ کے باوجود اس انشورنس کو کیسے جائز کہا جاسکتا ہے۔

بلکہ اگر جمع کردہ رقم کی واپسی بھی مشروط ہوئی تب بھی یہ معاملہ ناجائز ہی ہوتا، کیونکہ بیمار ہونے کی صورت میں جو قدر زائد سے استفادہ ہوگا وہ بہر حال سود ہی ہوگا، اسے کمپنی کی طرف سے تبرع و امداد نہیں کہا جاسکتا، تبرع و تعاون لازم و مشروط نہیں ہوتا، جبکہ یہاں علاج از زائد لازم و مشروط ہوتا ہے۔

۲- جمع کردہ رقم سے زائد مالیت سے استفادہ و علاج شرعاً سود و ربا ہی کہلائے گا "وهو ظاهر جدا، و رود النصوص الصريحة"۔

☆ مدرسہ اشرف العلوم کنہواں، سیتامڑھی بہار

۳- انشورنس کے ادارے، خواہ سرکاری ہوں یا نجی، دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا، سرکار کی طرف سے بھی اسے تعاون وتبرع کہنا مشکل ہے، تبرع وتعاون مشروط نہیں ہوتا، اور سرکاری تبرع وتعاون سے استفادہ میں پوری رعایت یکساں طور پر ایک درجہ میں ہوتی ہے جبکہ یہاں سرکار کے اس ظاہری تعاون سے خاص شرط کے ساتھ خاص ہی افراد مستفید ہو سکتے ہیں، جو تعاون وتبرع کی اصل حقیقت کے بھی منافی ہے اور سرکار کی ذمہ داریوں سے بھی میل نہیں کھاتا۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر جمع کردہ رقم سے زائد مقدار علاج پر خرچ کرتا ہے اسے تعاون سرکار نہیں کہا جا سکتا، جیسے کہ اوپر سوال نمبر ۳ کے ذیل میں یک گونہ مفصل عرض کر دیا گیا ہے۔

۵- ایک رفاہی اور تعاونی ادارہ وانجمن کی تشکیل کی جائے اور اس کے سارے ممبران وشرکاء اپنی اپنی استطاعت وسہولت کے بقدر محض تبرعا اور محتاجوں کے ہر طرح کے تعاون کی نیت سے جمع کریں اور ضابطہ یہ طے ہو جائے کہ سارے شرکاء ونامزد ممبران ہر ماہ یا ہر سال، اپنی رضا سے اور اپنی استطاعت وگنجائش کے مطابق جتنی رقم چاہیں جمع کریں اور اس جمع شدہ رقم سے ہر ایک محتاج وضرورت مند کا خواہ وہ شریک ونامزد ہوں یا نہ ہوں روپے جمع کرتے رہے ہوں یا نہ، ہر ایک کا جب وہ تعاون ومدد کے حاجت مند ہوں تو تعاون ہر قسم کا بشمول علاج کیا جائے، اور جمیع شرکاء وممبران کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اس کی اجازت ہو کہ ہماری یہ رقم بطور صدقہ نافلہ ایک تبرع کے طور پر جمع ہے، اسے ہم کو کبھی واپس نہیں لینا ہے، بلکہ ہر محتاج کی مدد واعانت کے لئے جمع کر رہے ہیں تو یہ صورت بے غل وغش شرعاً جائز ہوگی اور ایک عظیم خدمت خلق وملت ہوگی۔

اے کاش کہ قوم مسلم خصوصاً ارباب مال خدمت خلق کے اس مخلصانہ جذبات کے حامل ہو جائیں اور اس طرح کی تشکیل دادہ انجمن وکمیٹی کے جو ذمہ دار بنائے جائیں ان کی امانت ودیانت لائق صد رشک بھی ہو جائے تو

مشکلے نیست کہ آسان نشود

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں، یا وہاں جانے والوں کے لئے قانوناً لازم کردیا جائے تو شہریوں کے لئے تو بدرجہ مجبوری اس انشورنس کی اجازت ہوگی، مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنی جمع کردہ رقم سے زائد قدر سے ہرگز مستفید نہ ہوں اور وہاں جانے والے اگر کسی ناگزیر ضرورت کے تحت اس ملک میں جانے پر مجبور ہو جائیں تو ایک حاجت کے تحقق کی بنا پر "الحرج مدفوع بالشرع" کے تحت ان کو میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت تو دی جاسکتی ہے، مگر استفادہ بس اپنی جمع کردہ رقم ہی سے کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

صحت بیمہ کے احکام

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے کا حکم:

انشورنس یا بیمہ، جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ ایک شخص اس خیال سے کہ اسے جان، مال، یا صحت کا خطرہ درپیش ہے، اس کی تلافی کے لئے کسی فرد یا کمپنی کے ساتھ معاہدہ کرتا ہے، یا کوئی کمپنی، لوگوں کے ساتھ اس قسم کا معاہدہ کرتی ہے کہ وہ شخص یکمشت یا قسط وار ایک سال میں (مخصوص مدت میں) ایک مخصوص رقم فرد یا کمپنی کو ادا کرے، اور اس مدت مخصوص میں اسے جان، مال صحت یا جس کا بھی بیمہ مقصود ہے وہ خطرہ پیش آ گیا تو وہ فرد یا کمپنی ایک متعینہ رقم جو جمع کردہ رقم سے کئی گنا زائد ہوتی ہے، اس شخص کو ادا کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔

اور اگر مدت مخصوصہ میں وہ خطرہ پیش نہیں آیا تو وہ جمع کردہ رقم فرد یا کمپنی کی ہوگی، اور وہ شخص اس رقم کو واپس نہیں لے سکے گا یا بیمہ کرانے والا شخص، وہ مخصوص رقم پوری جمع نہیں کر سکا، تو ایک، دو قسطیں جو وہ جمع کر چکا ہے وہ رقم بھی فرد یا کمپنی کی ہو جائے گی اور جمع کرنے والے کو واپس نہیں ملے گی اور نہ وہ متعینہ رقم کو پانے کا مستحق ہوگا (اگر اسے حادثہ پیش آ جائے)۔

معاملہ کی مذکورہ صورت یا انشورنس متعدد شرعی خرابیوں کو متضمن معلوم ہوتا ہے۔

۱- اس میں ''میسر'' اور ''قمار'' کی صورت پائی جاتی ہے کہ متعاقدین میں سے ایک

☆ المکتب العلمی، رگھوناتھ پورہ مئو

شخص بلا مقابل خسارہ کا شکار ہوتا ہے، موہومہ خطرہ پیش نہ آنے کی صورت میں رقم جمع کرنے والا اپنی پوری رقم سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور خطرہ پیش آنے کی صورت میں کمپنی ایک بڑی رقم کے خسارہ سے دوچار ہوتی ہے۔

۲- بیمہ یا انشورنس غرر کو مشتمل ہے، اس لئے کہ یہ معاملہ ایک امکانی خطرہ کے پیش نظر طے پاتا ہے جو موہوم ہے معدوم کی قبیل سے ہے، اور ایسے معاملات جو غرر کو مشتمل ہوں، شریعت میں ممنوع ہیں، بیع کی متعدد صورتیں محض اس لئے ناجائز ہیں کہ وہ غرر پر مشتمل ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے صریح الفاظ میں بیع غرر سے منع کیا ہے:

"نهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر" (صحیح مسلم)۔

جس خطرہ کی تلافی کے لئے رقم جمع کی گئی ہے نہیں معلوم وہ خطرہ پیش آئے گا بھی یا نہیں۔

۳- بیمہ پالیسی "التزام ما لا يلزم" کو متضمن ہے، یعنی بیمہ کرانے والے کو جو خطرہ پیش آتا ہے یا جو بیماری لاحق ہوتی ہے اس میں بیمہ کمپنی کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اس لئے اس کا ضمان، تاوان یا ذمہ داری شرعی طور پر اس پر لازم نہیں ہوتی، اس لئے اس سے لینا جائز نہیں ہوگا۔

۴- بیمہ پالیسی سود اور ربا کو بھی متضمن ہے، اس لئے کہ جو رقم جمع کی جاتی ہے حادثہ پیش آنے کی صورت میں اس سے زائد کی ادائیگی یا زیادہ مالیت کے علاج کا معاہدہ ہوتا ہے اور یہ قرض کے ساتھ مشروط منفعت کی صورت ہے۔

"وكل قرض جر نفعاً حرام أي إذا كان مشروطاً" (شامی ۷/۳۹۵)۔

۵- نیز بیمہ پالیسی یا انشورنس کو اگر کفالت یا باہمی تعاون کا نام دیا جائے، تو کفالت یا باہمی تعاون چونکہ تبرع محض ہے جس پر اجرت لینا جائز یا مستحسن نہیں ہے۔

۲- صحت بیمہ میں زائد رقم سے استفادہ کا حکم؟

صحت بیمہ کرانے والا جو رقم بیمہ کمپنی میں جمع کرتا ہے، وہ رقم ودیعت یا امانت نہیں ہوتی، اس لئے کہ رقم جمع کرنے والا جانتا ہے کہ وہ رقم بجز ایک صورت کے کہ دوران مدت اسے حادثہ پیش آجائے، واپس نہیں ملنے والی اور یہ مضاربت کے طور پر بھی بیمہ کمپنی کو نہیں دی گئی ہے، اس لئے کہ بیمہ کرانے والا بیمہ کمپنی کی تجارتوں میں شریک نہیں ہوتا اور نہ ان کے نفع ونقصان میں شریک ہوتا ہے۔

بلکہ اس کا رقم جمع کرنا ایک جوا، اور قمار کے طور پر ہوتا ہے کہ حادثہ پیش آگیا تو اس سے زیادہ رقم ہاتھ آجائے گی، ورنہ یہ رقم ہاتھ سے گئی، گویا یہ قرض کی صورت ہوگئی کہ ملا، ملا نہیں ملا تو ڈوب گیا، اس صورت میں یہ زائد رقم ربا کی قسم سے ہوگی جس کا لینا جائز نہیں ہوگا، بلکہ جمع کرنے والا صرف اتنی ہی رقم کا مستحق ہوگا جو اس نے جمع کیا ہے۔

۳-نجی وسرکاری ادارے سے فائدہ اٹھانے کا حکم:

جواب یہ ہے کہ دونوں کا حکم ناجائز اور حرام ہونے میں ایک ہے۔

سرکاری اداروں کے بارے میں یہ کہنا کہ حکومت اس تصور کے ساتھ اسے چلارہی ہے کہ اس کے ذریعہ عوام کو سماجی تحفظ حاصل ہوگا جو حکومت کے فرائض میں سے ہے، ایک زبردست مغالطہ ہے۔

کیا حکومت کے فرائض میں سے صرف انہیں لوگوں کا سماجی تحفظ ہے جو بیمہ کرائیں، اور جو لوگ کمزور ہیں، حقیقۃً حکومتوں کی نظر کرم کے مستحق ہیں وہ حکومت اور سرکاری اداروں کی کرم فرمائیوں سے محروم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بیمہ پالیسی ایک خوبصورت فریب ہے جس کے ذریعہ لوگوں کی

دولت پر ہاتھ صاف کیا جاتا ہے، بے سبب دولت کمانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نجی کمپنیاں ہوں یا سرکاری اداروں درحقیقت دونوں کا مقصد یہی نفع اندوزی ہے، اس لئے دونوں کا حکم ایک ہے۔

یہ اشکال کہ سرکار اور حکومتیں، حفاظت اور قیام امن کی ذمہ دار ہیں، اس لئے جو بیمہ کمپنیاں سرکاری ہیں ان کے ساتھ بیمہ پالیسی درست ہونی چاہئے، وجہ جواز نہیں بن سکتا، اس لئے کہ سرکار بدون کسی معاوضہ عوام کے ہر ہر فرد کی حفاظت اور ان کے لئے قیام امن کی ذمہ دار ہے۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ سے ملنے والی امداد وتعاون کا حکم؟

بیمہ پالیسی کے تحت سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد وتعاون قرار دینے پر انشراح نہیں ہوتا، بیمہ پالیسی تو ایک عقد ومعاملہ ہے جس میں غرر وقمار کے ذریعہ نفع اندوزی ہوتی ہے، اور یہ ایک ناجائز اور حرام عقد ہے، اس لئے اگر کسی طرح سے اسے امداد وتعاون قرار دے بھی دیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ یہ معاملہ جائز ہے، اس طرح کا تعاون تو سودی معاملات میں بھی پایا جاتا ہے، تو کیا سود کو امداد وتعاون قرار دے دیا جائے گا، تعاون علی البر بھی ہوتا ہے اور تعاون علی الإثم بھی، اللہ تعالی نے تعاون علی البر کا حکم دیا ہے اور تعاون علی الاثم سے منع کیا ہے۔

﴿تعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورۂ مائدہ)۔

۵- نعم البدل:

کسی بھی معاشرہ کی فلاح و بہبود، اس کی بھلائی اور کامیابی اس پر منحصر ہے کہ اس کے افراد میں باہم ترابط واتحاد کس حد تک پختہ اور مضبوط ہے، ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی کے جذبات کس حد تک پائے جاتے ہیں اور وہ معاشرہ، آپسی بدخواہی، ایذا رسانی اور عیب جوئی سے

کس حد تک پاک وصاف ہے۔

چنانچہ اسلام نے ایسی ہی تعلیمات کو فروغ دیا ہے جو اعلیٰ قدروں کی حامل ہیں، انسانی اخوت اور بھائی چارگی کی علم بردار ہیں، بلکہ اس نے دین ہی نصیحت وخیر خواہی کو قرار دیا ہے۔ "الدین النصیحة" (صحیح مسلم) اور ایسی تمام باتوں سے منع کیا ہے جس سے معاشرہ کے افراد میں باہم کشیدگی اور رنجش پیدا ہو۔

اس نے خاص طور سے مسلم معاشرہ کو ایک ایسی عمارت سے تعبیر کیا ہے جس کی اینٹ، پتھر اور دیگر حصے ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں، "المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضا" (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ) اور کبھی انہیں باہم ایک دوسرے پر شفقت ومحبت، او ررحم دلی کی ترغیب دیتے ہوئے انہیں ایک جسم سے تعبیر کیا ہے۔

"مثل المؤمنین في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد، إذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی" (صحیح مسلم)۔

(مومنین کی ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے پر رحم کرنے او رایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کی مثال بدن کے مثل ہے، کہ جب اس کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو بخار (تکلیف) اور جاگنے میں سارے بدن کے اعضاء ایک دوسرے کو (شرکت کی) دعوت دیتے ہیں)۔

اسی طرح معاشرہ میں کسی مومن فرد کو کوئی پریشانی لاحق ہو تو معاشرہ کے سارے افراد کو اس کے درد میں شریک ہونا چاہئے، اس کی مدد کرنا چاہئے، اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہے:

"المسلم أخو المسلم لا یظلم ولا یخذله..... الخ" (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ)۔

(مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے بے یار ومددگار چھوڑ دے، بلکہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ جو معاملہ کرتا ہے وہی ہر مسلمان کے ساتھ کرنا چاہئے)۔

ایک حدیث میں کچھ اس طرح ارشاد ہے:

"قال رسول الله ﷺ: یا ابن آدم! إنک أن تبذل الفضل خیر لک وأن تمسک شر لک، ولا تلام علی کفاف وابدأ بمن تعول، والید العلیا خیر من الید السفلی" (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، حدیث: ۹۷)۔

(اے ابن آدم! تم اپنی ضرورت سے زائد (مال) کو (اللہ کے راستے میں) خرچ کرو، تمہارے لئے بہتر رہے گا، اور اس کو روکے رکھو گے تو تمہارے لئے برا ہوگا، اور ضرورت بھر رکھنے میں کوئی ملامت نہیں، اور جن کے تم کفیل ہو انہیں سے ابتدا کرو (یعنی پہلے ان پر خرچ کرو) اور اوپر (دینے) والا ہاتھ نیچے (لینے) والے ہاتھ سے بہتر ہے)۔

ان گرانقدر تعلیمات کے پیش نظر باہمی کفالت کا ایک نظام بنالیا جائے جس میں ہر صاحب استطاعت اپنی استطاعت کے مطابق، یا کوئی متعینہ رقم تبرع اور بھائی چارگی کے طور پر جمع کرے۔

اور بلا کسی متعینہ رقم کی شرط کے بوقت ضرورت کسی حادثہ، یا پریشانی کے موقع پر معاشرہ کے کسی بھی فرد کا اس رقم سے تعاون کیا جائے، خود رقم جمع کرنے والے کو کوئی مصیبت پیش آجائے تو اس کا بھی تعاون ہو، تو اس طرح انشاء اللہ بڑے سے بڑے حادثات وخطرات میں ایک دوسرے کے نقصان کی تلافی ہوجائے گی، اور اس طرح لوگ عند اللہ اجر عظیم کے بھی مستحق ہوں گے، اور غریب یا امیر سبھی کے گراں علاج کی سہولت فراہم ہوجائے گی۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کردیا گیا ہے، ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانا قانونی مجبوری کے تحت جائز ہوگا۔

"یجوز التأمین الإجباري أو الإلزامي الذي تفرضه الدولة لأنه بمثابة دفع ضریبة للدولة" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/ ۳۴۲۲)۔

(اور اجباری یا لازمی انشورنس جسے حکومتیں ضروری قرار دیتی ہیں جائز ہے، اس لئے کہ وہ بمنزلہ ٹیکس ہے جو حکومت کو ادا کیا جاتا ہے)۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات

مفتی جنید عالم ندوی ☆

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی طرف سے پندرہویں فقہی سمینار کے لئے جو سوالات ارسال کئے گئے ہیں ان میں سے کچھ سوالات ''میڈیکل انشورنس'' سے متعلق بھی ہیں، میڈیکل انشورنس کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف عمر کے افراد سال بھر کے لئے متعینہ رقم جمع کرتے ہیں، اگر سال بھر کے اندر وہ کسی پیچیدہ امراض کے شکار ہو گئے تو انشورنس کرنے والی کمپنی انشورنس میں طے شدہ رقم علاج کے لئے دیتی ہے، اگر سال گذر گیا اور وہ بیمار نہیں ہوئے تو جمع شدہ رقم واپس نہیں ہوتی ہے، دوسرے سال کے لئے دوسری رقم جمع کرنی پڑتی ہے، سردی، نزلہ وغیرہ امراض کے لئے یہ رقم نہیں ملتی ہے، انہیں بیماروں کو انشورنس کی رقم ملتی ہے جو ہسپتال میں داخل ہوں، بیمار پڑنے والوں کو اس اسکیم کے تحت جمع کردہ رقم سے زائد رقم ملتی ہے، ''میڈیکل انشورنس'' کرنے والی کمپنیاں سرکاری بھی ہوتی ہیں اور غیر سرکاری بھی، سرکاری کمپنیوں کا مقصد خدمت خلق ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ کمپنیاں خسارے میں چل رہی ہیں اور غیر سرکاری کمپنیوں کا مقصد نفع اندوزی ہے، اگرچہ یہ کمپنیاں بھی ابھی خسارے میں ہیں، لیکن مستقبل میں نفع کی امید پر کام کر رہی ہیں، اس سلسلے میں چند سوالات ہیں جن کے جوابات مطلوب ہیں۔

☆ صدر مفتی، امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ، پٹنہ۔

میڈیکل انشورنس کرانے کا شرعی حکم:

پہلا سوال یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لئے میڈیکل انشورنس کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کسی مہلک مرض کے علاج کے لئے بیک مشت بڑی رقم جمع نہیں کر سکتے ہیں، وہ تھوڑی تھوڑی رقم جمع کر کے اس اسکیم کے تحت کسی مہلک مرض کے علاج کے قابل ہو جاتے ہیں۔

''میڈیکل انشورنس'' کی حقیقت پر غور کرنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس کا پورا انظام غیر شرعی اصولوں پر قائم ہے، اس میں سود بھی ہے، قمار بھی ہے اور غرر و دھوکہ بھی ہے نیز ظلم و ستم بھی ہے اور یہ سب ناجائز و حرام ہیں، سود اس لئے ہے کہ اگر واقعی بیمار پڑ گئے تو جمع کردہ رقم سے زائد رقم ملتی ہے جو سود ہے جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور قمار اس لئے ہے کہ قمار میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے، مذکورہ صورت میں اگر بیمار پڑ گیا تو اصل رقم سے زائد رقم ملے گی جو نفع ہے اور اگر بیمار نہیں پڑا تو جمع شدہ رقم واپس نہیں ہوگی جو نقصان ہے اور قمار بھی بنص قرآنی حرام ہے:

﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان﴾ (سورہ مائدہ: ۹۰)۔

اس میں ظلم بھی ہے، اس لئے کہ سال کے اندر بیمار نہ پڑنے کی صورت میں اصل رقم واپس نہیں ہوتی ہے، جبکہ فقہاء کرام نے بیعانہ کی رقم کو معاملہ ختم ہو جانے کی صورت میں واپس کر دینے کا حکم دیا ہے، اگر کوئی شخص یہ رقم واپس نہ کرے یا کسی معاملہ میں یہ رقم سوخت ہو جائے تو یہ ناجائز ہے، پھر یہ کہ بیمار پڑنے کی صورت میں انشورنس کمپنیوں سے رقم نکالنے کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے وہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، نیز امر موہوم پر معاملہ ہونے کی وجہ سے غرر و دھوکہ بھی ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ سود، قمار، غرر و دھوکہ اور ظلم و ستم پر مبنی ہونے کی وجہ سے

''میڈیکل انشورنس'' کرانا شرعاً حرام ہے۔ ہر مسلمان پر اس سے احتراز لازم ہے۔

۲، ۴: اصل رقم سے زائد رقم کا حکم:

دوسرا سوال یہ ہے کہ بیمار پڑنے پر'' میڈیکل انشورنس'' کرانے والے شخص کو کمپنیوں کی طرف سے ملنے والی اضافی رقم کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا اس رقم کو اپنے علاج یا دیگر مصارف پر استعمال کرسکتا ہے؟ نیز کیا اس کو سرکار کی طرف سے امداد وتعاون کا درجہ دے سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ملنے والی اضافی رقم سود ہے۔ جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ اس رقم کو لے کر اپنے علاج یا کسی دوسرے مصرف پر صرف نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کو لے کر بلا نیت ثواب صدر کرنا ہوگا، سرکاری اداروں کی طرف سے بھی اضافی رقم ایک ایسے معاہدہ کے تحت مل رہی ہے جو غیر شرعی اصولوں پر قائم ہے، اس لئے اس اضافی رقم کو امداد وتعاون کا درجہ نہیں دے سکتے ہیں۔

۳-سرکاری ونجی اداروں کا حکم:

جہاں تک اس سوال کے جواب کا تعلق ہے کہ سرکاری اور نجی کمپنیوں میں فرق ہوگا یا دونوں کا حکم یکساں ہوگا؟ اس لئے کہ دونوں کا مقصد الگ الگ ہے، جب ہم دونوں کمپنیوں کی حقیقت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی حقیقت یکساں ہے دونوں کے مقصد میں کوئی فرق نہیں ہے، کہنے کی بات ہے کہ سرکاری کمپنیوں کا مقصد خدمت اور سہولت پہنچانا ہے۔ درحقیقت ان کمپنیوں کا مقصد بھی نفع اندوزی ہے، یہی وجہ ہے کہ نجی کمپنیوں کی طرح سرکاری کمپنیاں بھی بیمار نہ پڑنے کی صورت میں جمع کردہ رقم واپس نہیں کرتی ہیں۔'' میڈیکل انشورنس'' کرانے کی حرمت کی جو علتیں بیان کی گئی ہیں وہ دونوں طرح کی کمپنیوں میں پائی جاتی ہیں، لہذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا، یعنی'' میڈیکل انشورنس'' کرانا حرام ہوگا، خواہ سرکاری کمپنیاں کریں یا نجی کمپنیاں۔

میڈیکل انشورنس کی متبادل صورت:

ایک اہم سوال یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کے ناجائز ہونے کی صورت میں متبادل صورت کیا ہے، جو میڈیکل انشورنس کے بنیادی مقاصد کو بھی پورا کرے اور حد جواز میں بھی ہو۔

غور کرنے کے بعد متبادل صورت یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اجتماعی نظام قائم کیا جائے، جہاں امارت شرعیہ قائم ہو اور امیر شریعت کے تحت بیت المال کا نظام چل رہا ہو وہاں بیت المال کے نظام کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کیا جائے، زکاۃ اور دیگر صدقات واجبہ کی رقوم بیت المال میں جمع کی جائیں، بلکہ اصحاب خیر حضرات عطیات کی رقم سے اس طرح کے علاج کے لئے علاحدہ سے بیت المال میں فنڈ قائم کرائیں اور اس فنڈ کے ذریعہ غریبوں کی مدد کی جائے جیسا کہ امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے بیت المال سے حسب گنجائش مریضوں کی مدد کی جاتی ہے اور جہاں امارت شرعیہ قائم نہ ہو اور اس کے تحت بیت المال کا نظام نہ چل رہا ہو وہاں پر مسلمان باہمی اتفاق واتحاد سے اجتماعی نظام قائم کریں اور غریبوں کے علاج کے لئے فنڈ قائم کرکے صدقات واجبہ وصدقات نافلہ اور عطیات کی رقوم اکٹھا کرکے غریبوں کی مدد کریں، اس اجتماعی نظام میں علماء کی شمولیت بھی ضروری ہے تاکہ ہر رقم اس کے مصرف پر صرف ہوسکے۔

قانونی مجبوری کے تحت میڈیکل انشورنس کرانے کا حکم:

اس سلسلہ کا آخری سوال یہ ہے کہ بعض ممالک میں میڈیکل انشورنس کرانا قانوناً ضروری ہے، گویا کہ یہ قانونی مجبوری ہے، ملک کے باشندوں کے لئے بھی اور باہر سے جانے والے حضرات کے لئے بھی، سوال یہ ہے کہ ان ممالک میں میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہوگا؟ اور میڈیکل انشورنس کرانے کی صورت میں بیمار پڑنے پر ملنے والی اضافی رقم کا استعمال جائز ہوگا یانہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس کرانا لازم ہے ان ممالک میں میڈیکل انشورنس ایک ضرورت ہے اور ضرورت کے تحت بعض ناجائز وحرام چیزیں بھی جائز

ہو جاتی ہیں، جیسا کہ تصویر کھینچوانا حرام ہے، لیکن ضرورت پڑنے پر جواز کا فتوی دیا گیا ہے، بینک میں رقم جمع کرنے کی صورت میں گناہ اور معصیت کے کام میں تعاون دینا ہے، لیکن حفاظت کی غرض سے ضرورت کے تحت جائز قرار دیا گیا ہے، مذکورہ صورت میں جبکہ قانونی مجبوری ہو میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہوگا، خواہ وہ ملک کا باشندہ ہو یا دوسرے ملک سے کسی ضرورت کے تحت وہاں گیا ہو، البتہ بیمار پڑنے کی صورت میں ملنے والی اضافی رقم سود ہے، اس کو اپنے علاج پر صرف نہیں کر سکتے ہیں، الا یہ کہ انشورنس کرانے والا شخص مجبور و پریشان حال ہو، اس کے پاس علاج کرانے کے لئے رقم نہ ہو اور کہیں سے تعاون کی بھی امید نہ ہو اور علاج نہ کرانے کی صورت میں ہلاکت یا بیماری کے بڑھنے کا اندیشہ ہو تو بدرجہ مجبوری اس اضافی رقم کے استعمال کی گنجائش ہوگی۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم

مولانا ابوسفیان مفتاحی ☆

۱- چونکہ انسان کو مرض لاحق ہونے کا علم نہیں ہوسکتا، تو فقط علم جو اللہ تعالی کو معلوم ہے اور انسان یہ بھی جاننے سے قاصر ہے کہ مرض لاحق ہوگا تو معمولی درجہ کا سردی، زکام وغیرہ یا خطرناک مہلک درجہ کا تو جس چیز کے جاننے کے بارے میں انسان قاصر ہے تو اس کے بیمہ کا جواز کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟ لہذا میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) شرعا جائز نہیں ہے۔

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے تو مالیت سے زیادہ علاج میں جو رقم خرچ ہوتی ہے وہ بر سبیل قرض کی تسلیم کی جائے گی، لہذا تندرست ہونے کے بعد مریض کو وہ قرض ادا کرنا لازم ہوگا، یا قدرت نہ ہونے کی صورت میں سرکار سے یا تنظیم سے اس کو معاف کرالے گا، یا سرکار اور وہ تنظیم اس رقم زائد کو امداد و تعاون کا نام دے کر اسی سے اس رقم کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زائد مالیت کو قرض کا درجہ دیا جائے گا۔

۳- سرکاری میڈیکل انشورنس کے ادارے سے فائدہ اٹھانے کا جو حکم ہے یہی حکم رہے گا دوسرے اداروں سے فائدہ اٹھانے کا، یعنی دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔

☆ استاذ حدیث، جامعہ مفتاح العلوم، مئو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ رقم یا مقررہ رقم دیتا ہے تو اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے، بلکہ دیا جانا چاہئے، کیونکہ بے کس اور مجبوروں اور معذوروں کے علاج و معالجہ کی ذمہ داری سرکاری وحکومت پر عائد ہوتی ہے، چنانچہ اس کے لئے سرکار کی طرف سے دینا حکومتوں میں سرکاری اسپتال قائم کئے گئے ہیں اور قائم کئے جاتے ہیں، جن میں مریضوں کا علاج مفت میں کیا جاتا ہے اور دوائیں مفت دی جاتی ہیں یہ اس طرح سے سرکار اپنی ذمہ داری ادا کرتی ہے، اور دنیا کی سرکاروں میں عوام کے لئے اور طرح کے بھی امدادی ادارے قائم ہوتے ہیں، جن سے غرباء و مساکین کی مدد کی جاتی ہے، لہذا اس کو سرکاری امداد وتعاون کا ہی درجہ دیا جانا چاہئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت میں جو رقم مطلوب دیتا ہے اس کو امداد وتعاون کا درجہ دیا جانا چاہئے۔

۵- میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت شرعا جائز نہیں ہے تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی بہترین متبادل صورت شریعت مطہرہ نے بتادی وہ زکوۃ وصدقات ہیں جس کی شکل یہ ہوگی کہ ہر ہر شہر و دیہات میں مسلمان اپنی ایک تنظیم قائم کریں اور اس کے لئے ذمہ داران کو منتخب کیا جائے اور زکوۃ وصدقات وصول کر کے اسی رقم سے غریبوں و مسکینوں کے لئے علاج کی سہولت فراہم کی جائے اور اپنی نگرانی میں علاج کرایا جائے اور یہ شکل وصورت عین ممکن ہے اور اسی رقم سے تحقیق کر کے غریب لڑکے ولڑکیاں ان کی شادی کا بندوبست کیا جائے اور جن کے رہنے کے لئے گھر ومکان نہ ہو تو تحقیق کر کے اس کے لئے گھر ومکان بنوادیا جائے یہ بہترین، حلال، جائز، طیب اور پاکیزہ صورت ہے جس کو مسلمانوں کو اختیار کرنا چاہئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت کے بجائے اسلامی تعلیمات

کی روشنی میں اس کی بہترین حلال وطیب صورت یہ ہے کہ ہر ہر جگہ مسلمان اپنی اسلامی تنظیم بنا کر زکوۃ وصدقات وصول کریں اوران سے یہ کام لیں۔

۶ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے قانونا لازم کردیا گیا ہے تو ضابطہ فقہ" الضرورات تبیح المحظورات" کے پس منظر میں ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانے کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

بنابریں قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پڑ جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا درست ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قانون کی وجہ سے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا درست ہوگا۔

☆☆☆

شرعی نقطہ نظر سے میڈیکل انشورنس

مولانا محمد قمر الدین بڑودی ☆

۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسلام ایک ایسے مکمل ضابطۂ حیات کا نام ہے جس کی تعلیمات وہدایات بحیثیت اصولی آسمانی ہیں، اور جن کی تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی ہے، اسی لئے شریعت کا دارومدار عقول انسانی پر نہیں رکھا گیا ہے، بلکہ دنیوی اور اخروی طور پر انسان کے فلاح و بہبود پر رکھا گیا ہے جو رضاء الٰہی پر منتج ہوتا ہے، لہذا ایسے امور وافعال واعمال کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس میں دنیوی واخروی فوائد کے ساتھ ساتھ رضاء الٰہی بھی شامل ہو اور ایسے امور وافعال واعمال سے احتراز کا حکم دیا گیا جن میں انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر دنیوی واخروی فائدہ نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ رضاء الٰہی سے بھی وہ خالی ہو، اسی لئے شریعت مطہرہ نے جو اوامر ونواہی دئے ہیں ان پر عمل یا ان سے احتراز ضروری ہے۔

اسلام نے سود، میسر (قمار) وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے، لہذا وہ اشیاء کہ جن میں سود کا یا قمار کا تحقق ہو وہ حرام قرار دی جائیں گی، اب اس پہلو سے ہم میڈیکل انشورنس کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں قمار کی شکل پائی جاتی ہے، کیونکہ میڈیکل انشورنس میں پالیسی ہولڈر کے لئے ہر سال پریمیم کے طور پر ایک متعین رقم انشورنس ادارہ کو جمع کرنی پڑتی ہے اور اس کے عوض پالیسی ہولڈر کو

☆ اصلاح المسلمین، جامع مسجد بلڈنگ، مانڈوی، بڑودہ گجرات

کسی موہوم بیماری کے علاج کے لئے ایک مخصوص رقم خرچ کا ادارہ عہد و پیمان کرتا ہے اب اگر وہ پالیسی ہولڈر اس کی مقرر کردہ مدت میں بیمار ہو جاتا ہے تو ادارہ نے اس کے پریمیم کے عوض جو رقم اس کے علاج کے لئے مخصوص کی تھی اس حد تک وہ رقم خرچ کرتا ہے اور اگر پالیسی ہولڈر اس مقررہ مدت میں بیمار نہ ہو تو پریمیم کی دی ہوئی رقم انشورنس ادارہ واپس نہیں کرتا ہے اور یہ شکل جوے (میسر) کی ہو جاتی ہے جو نص قرآنی کی رو سے ناجائز ہے، ساتویں پارہ کے دوسرے رکوع میں یہ آیت صریح طور پر اس کی حرمت پر دال ہے وہ یہ ہے: ﴿ یا ایھا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ﴾ (سورۂ مائدہ: ۹۰) علاوہ ازیں اس میں سود کی بھی حقیقت پائی جاتی ہے، اس لئے کہ اس میں پالیسی ہولڈر جتنی رقم جمع کرتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ رقم کے ذریعہ علاج کا معاہدہ ہوتا ہے، گویا اس نے جو قرض دیا اس کے عوض ایک زائد رقم سے فائدہ اٹھانے کی شرط لگا دی اور فقہ کا یہ اصول ہے: "کل قرض جر نفعاً فھو حرام"۔

نیز اس اعتبار سے بھی یہ ناجائز ہے کہ اس میں غرر ہے اور حدیث میں اس کی ممانعت موجود ہے: "نھی رسول اللہ ﷺ عن بیع الحصاۃ وعن بیع الغرر"، اس لئے میڈیکل انشورنس حرام ہے۔

۲- صحت بیمہ میں جمع مالیت سے زیادہ مستفید ہونا؟

مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں جب میڈیکل انشورنس کرانا ہی حرام قرار پایا جو دی گئی رقم سے زیادہ کی مالیت سے فائدہ اٹھانا ہی کیسے جائز ہوگا۔

اگر کسی نے میڈیکل انشورنس کرالیا ہے اور اب متعینہ مدت میں وہ بیمار ہو جائے تو اس نے جتنی رقم انشورنس ادارہ کو جمع کرائی ہے اس سے زیادہ رقم سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس پالیسی ہولڈر نے جو رقم پریمیم کے طور پر ادارہ کو دی ہے وہ بطور قرض ہے اور قرض کی شکل میں

مقرض کے لئے زیادہ رقم سے فائدہ اٹھانا سود میں داخل ہے اور وہ حرام ہے، جیسا کہ ما سبق میں قاعدۂ فقہیہ: "كل قرض جر نفعاً فهو حرام" کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے، اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" کی دوسری جلد میں فرمایا ہے: "الربا هو القرض على أن يؤدي إليه أكثر وأفضل مما أخذ" ربا درحقیقت اس شرط کے ساتھ قرض دینا ہے کہ مقروض اس کو اصل میں اضافہ کے ساتھ یا اس سے عمدہ چیز واپس کرے گا۔

لہذا دی ہوئی رقم قرض کے عوض میں زیادہ رقم سے فائدہ اٹھانا سود میں داخل ہوگا اور وہ حرام ہے۔

۳-انشورنس کے سرکاری وغیر سرکاری ادارہ سے فائدہ اٹھانے میں فرق:

میڈیکل انشورنس ادارہ سرکاری ہو یا پرائیوٹ دونوں ہی میں یہ بات قدر مشترک ہے کہ وہ پالیسی ہولڈر کی جانب سے ہر سال ایک متعینہ رقم لیتے ہیں اور مدت مقررہ میں بیماری کی شکل میں وہ معاہدہ میں طے شدہ رقم جو پریمیم سے زیادہ ہوتی ہے وہ خرچ کرتے ہیں اور مدت مقررہ میں عدم بیماری کی صورت میں وہ دی گئی رقم واپس نہیں دی جاتی، اس لئے سرکاری ادارہ ہو یا پرائیوٹ دونوں میں وہی سود، قمار، غرر والی شکلیں پائی جاتی ہیں جو ناجائز ہیں، لہذا پرائیوٹ ادارہ والا میڈیکل انشورنس بھی جائز نہ ہوگا۔

انشورنس کے ادارے سے ملنے والی رقم کیا امدادی اور تعاونی ہے؟

سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے جو زائد رقم دی جاتی ہے اسے تعاون اور امداد نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ امداد وتعاون اسے کہتے ہیں جس کے مقابل کوئی عوض نہ ہو، بلکہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد دی جارہی ہو اور یہاں یہ بات مفقود ہے، کیونکہ پالیسی ہولڈر سے پیشگی ایک متعینہ رقم لی جاتی ہے اور وہ رقم بصورت عدم بیماری واپس بھی نہیں دی جاتی اور صرف پالیسی ہولڈر

کوہی یہ رقم فراہم کی جاتی ہے دوسروں کونہیں دی جاتی، اگر انسانی ہمدردی کی بنیاد پر یہ امداد ہوتی تو ہر ایک اس کا مستحق ہوسکتا ہے، لہذا یہ اضافی رقم امداد وتعاون نہیں شمار کی جائے گی اور یہ ناجائز ہوگی۔

علاوہ ازیں اس میں تعاون علی الإثم بھی پایا جاتا ہے، اس لئے بھی یہ ناجائز ہے۔

۵- کیا میڈیکل انشورنس کی اسلامی متبادل صورت ہوسکتی ہے؟

اسلام نے مال داروں پر زکاۃ کوفرض قرار دیا ہے علاوہ ازیں فقراء، مساکین وغیرہ پر خرچ کرنے کی ترغیبات اور ان پر اجر وثواب کا وعدہ قرآن وحدیث میں جگہ جگہ مذکور ہے، اس لئے جہاں اسلامی مملکتیں ہیں وہاں بیت المال کے ذریعہ سے مفت علاج کی سہولیات وغیرہ کا انتظام آسان ہے، البتہ جہاں اسلامی حکومتیں نہیں ہیں ان ممالک میں مسلمان باہمی طور پر بیت المال کی امداد، مفت علاج کی سہولت وغیرہ کا انتظام کریں۔

اس طرح کا انتظام میڈیکل انشورنس کا متبادل ہوسکتا ہے، اور شریعت میں وہ نہ صرف جائز، بلکہ مستحسن اور باعث اجر وثواب ہے۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس لازم کردیا گیا ہے، ان کا کیا حکم ہے؟

جن ممالک میں وہاں کے شہریوں کے لئے یا باہر سے آنے والوں کے لئے میڈیکل انشورنس لازمی قرار دیا گیا ہوتو وہاں مجبوری کی صورت میں میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت ہوگی، مگر چونکہ جیسا اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں سود کے تحقق کی شکل بھی پائی جاتی ہے، اس لئے میڈیکل انشورنس ادارہ کو جتنی رقم پالیسی ہولڈر نے جمع کرائی ہے اس حد تک اس رقم کا استعمال اس کے لئے درست ہوگا، زیادہ کی رقم کا استعمال درست نہ ہوگا۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس کا شرعی پہلو

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی ☆

۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کی تفسیر کردہ صورت میں قمار ہے، قمار اس لئے کہ ایک طرف سے ادائیگی متعین ہے اور دوسری طرف سے موہوم، جو قسطیں ادا کی گئی ہیں وہ تمام رقم ڈوب بھی سکتی ہیں اور اس سے زیادہ کی مالیت سے فائدہ بھی حاصل ہوسکتا ہے، اسی کو قمار کہتے ہیں، بنابریں بندہ کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں معلوم ہوتی۔

۲، ۴- میڈیکل انشورنس کرانے والا زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوسکتا ہے، یہ حکومت کی جانب سے امداد ہے، گورنمنٹ کی امداد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا، یوں بھی ہم حکومت کے طرح طرح کے فلاحی ورفاہی اداروں سے مستفید ہوتے رہتے ہیں، ان سے حدود وشرع میں رہ کر انتفاع جائز ہونا چاہئے۔

۳- چونکہ حکومت کا مقصد نفع اندوزی نہیں، بلکہ سماجی تحفظ کی ذمہ داری کو صرف پوری کرنا ہے، اس لئے بندہ کے خیال میں پرائیوٹ وسرکاری بیمہ صحت کے اداروں کے احکام جداگانہ ہوں گے، جواب ۵ میں بتائی گئی جائز صورت کے مطابق اگر بیمہ صحت کرانا ہے تو سرکاری ادارہ سے ہی کرایا جائے۔

۵- بندہ کے خیال میں انشورنس کی سوال کردہ صورت من وجہ ''بیع عربون'' کے مشابہ ہے

☆ شیخ الحدیث، دار العلوم مئو۔

اور'' بیع عربون'' بیع کی وہ صورت ہے جس میں خریدار بیعانے کی رقم اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ اگر اس نے چیز خرید لی تو یہ رقم قیمت کا حصہ ہوگی اور باقی قیمت وہ ادا کردے گا، لیکن اگر اس نے وہ چیز نہ خریدی تو بیعانے کی رقم واپس لینے کا حقدار نہ ہوگا، بلکہ وہ بائع کی ہوگی، بیعانے کی رقم اس طرح ضبط کر لینے کا جواز صرف فقہ حنبلی میں ہے، ائمہ ثلاثہ کے یہاں جائز نہیں، صاحب ''اعلاء السنن'' تحریر فرماتے ہیں:

''وحديث الباب يدل على تحريم البيع مع العربان، وبه قال الجمهور، و خالف في ذلک أحمد فأجازه'' (اعلاء السنن ۱۴/ ۱۶۷)۔

مصنف مذکور ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

''اقوال: قال الزرقاني في شرح هذا الحديث: هو باطل عند الفقهاء لما فيه من الشرط والغرر، وأكل أموال الناس بالباطل'' (اعلاء السنن ۱۴/ ۱۶۶)۔

(زرقانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ بیع عربون فقہاء کے نزدیک باطل ہے، اس لئے کہ اس میں شرط فاسد کے ساتھ غرر بھی ہے اور لوگوں کے مال کو باطل طریقہ سے ہڑپ بھی کر لینا)۔

''بیع عربون'' ہی کے تحت ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

''وضعف أحمد الحديث المروى فى بيع العربان وقد أصبحت طريقة البيع بالعربون فى عصرنا الحاضر أساسا للارتباط فى التعامل التجارى الذى يتضمن التعهد بتعويض ضرر الغير عن التعطل والانتظار، وفى تقديرى أنه يصح ويحل بيع العربون وأخذه عملا بالعرف؛ لأن الأحاديث الواردة فى شأنه عند الفريقين لم تصح'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۵۰-۴۴۹)۔

آج کے انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں جہاں بیعانہ کی بیع کا طریقہ خرید وفروخت میں بالکل اساسی اور بنیادی طریقہ اختیار کر چکا ہے اگر امام احمد بن حنبل کے مسلک کو اپناتے ہوئے جواز کا فتوی دیا جائے تو مناسب ہوگا۔

بیعانے کی رقم سوخت ہونے کی بابت ''اعلام الموقعین'' میں بھی ایک عبارت درج ذیل طریقہ پر موجود ہے:

"عن نافع بن الحارث عامل عمر علی مکة انه اشتری من صفوان بن أمية دار العمر بن الخطاب باربعة آلاف درهم واشترط عليه إن رضی عمر فالبيع له، وان لم يرض فلصفوان أربعمائة درهم" (اعلام الموقعین لابن الجوزی ۳/۴۰۱ موسوعہ فقہ عمر ۸ ۶۴)۔

(نافع بن الحارث جنہیں حضرت عمرؓ نے مکہ معظمہ کا عامل بنایا تھا انہوں نے صفوان بن امیہ سے عمر بن الخطاب کے لئے ایک مکان چار ہزار درہم میں اس شرط کے ساتھ خریدا کہ اگر عمرؓ راضی ہوگئے تو بیع ہوگی اور اگر وہ راضی نہ ہوئے تو صفوان بن امیہ کے وہ چار ہزار دراہم ہوجائیں گے)۔

بہرکیف ضرورتاً غیر کے مذہب پر فتوی دیا جاسکتا ہے، حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: چونکہ چاروں مذاہب بلاشبہ برحق ہیں اور ہر ایک کے پاس دلائل ہیں، اس لئے اگر مسلمانوں کو کوئی شدید اجتماعی ضرورت داعی ہو تو اس موقع پر کسی دوسرے مجتہد کے مسلک پر فتوی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (البلاغ کراچی مفتی اعظم نمبر)۔

مولانا عبدالحئی فرنگی محلی اپنے ایک فتوی میں تحریر فرماتے ہیں:

عند الضرورت بعض مسائل میں امام شافعی وامام مالک رحمہما کی تقلید کرنا درست ہے، ایک جگہ اور لکھتے ہیں: ضرورت شدیدہ کے وقت امام شافعی کے مذہب کی تقلید درست ہے۔

اسی طرح شامی میں ہے کہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز پڑھائی نماز کے لئے جب مجمع منتشر ہو چکا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام نے جس حمام میں غسل کیا تھا اس میں چوہا مرا ہوا تھا اس وقت حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ آج ہم اپنے مدنی بھائیوں کے قول ومذہب پر عمل کر لیتے ہیں۔

چونکہ حضرت امام مالکؒ کا مسلک "إذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث" کا تھا اسی جانب حضرت امام ابو یوسفؒ کا اشارہ تھا، اس طرح ایک معروف مسئلہ یہ ہے کہ طاعت و عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، مگر ضرورتاً بعض صورتوں میں اسے جائز قرار دیا گیا ہے، جبکہ یہ جواز کا قول بقول سرخسی اہل مدینہ کا ہے (شامی)۔

یہ تمام باتیں اس وقت تھیں جبکہ اسے من وجہ ''بیع عربون'' کے مشابہ مان کر جواز کا قول لیا جائے، لیکن اگر اس مسئلہ کو من وجہ اس کے مشابہ قرار نہ دیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ معاملہ کرتے وقت بیمہ صحت کرانے والا یہ سوچ لے کہ اگر میں بیمار نہ پڑا تو میری یہ رقم میرے دوسرے بھائیوں کے کام آوے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اگر مسلمان ہیں تو حقوق اسلامی وانسانی دونوں اعتبار سے اور اگر غیر مسلم ہیں تو صرف حقوق انسانی کے اعتبار سے دیگر بھائیوں کا ہم پر حق ہے۔

۶- "المشقة تجلب التيسير، الضرورات تبيح المحظورات" کے تحت اگر حکومت بیمہ صحت کو لازمی قرار دے تو یہ صورت بدرجہ مجبوری جواز کی ہوگی اور اس انشورنس سے استفادہ درست ہوگا۔

☆☆☆

ہیلتھ انشورنس کتاب وسنت کی روشنی میں

مولانا خورشید انور اعظمی ☆

انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اپنی کمائی سے کچھ رقم پس انداز کرے تاکہ مستقبل میں پیش آمدہ ضروریات میں کام آسکے، اور مالی دشواری کی وجہ سے کوئی کام رکنے نہ پائے، جو منصوبہ ہو پایہ تکمیل تک پہنچے، اور جو ضرورت ہو پوری ہو، اور اگر خدانخواستہ کوئی ناگہانی مصیبت آپہنچے یا بیماری لاحق ہو جائے یا کسی تجارتی خسارہ سے دوچار ہو جائے تو اس رقم کے ذریعہ اپنی مشکل دور کر سکے، اسی سوچ نے انشورنس کو جنم دیا اور آج اس کی مختلف شکلیں پوری دنیا میں رائج ہیں، میڈیکل انشورنس بھی انہیں شکلوں میں سے ایک ہے۔

انشورنس اگر اسلامی اصول وضوابط کے مطابق ہو اور اس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو تو اس کے اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اتفاق سے انشورنس کی آج دنیا میں جتنی بھی شکلیں رائج ہیں ایسی چیزوں پر مبنی ہیں جن کی ممانعت وحرمت منصوص ہے، یعنی سود و قمار، جس کی وجہ سے مروجہ تمام صورتیں شرعی نقطہ نظر سے حرام و ناجائز ہیں، اور اس لائق ہیں کہ حتی الامکان ان سے احتراز کیا جائے۔

۱-میڈیکل انشورنس کا حکم:

میڈیکل انشورنس کی مروجہ صورتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کرانا حرام

☆ جامعہ مظہر العلوم، وارانسی

ہے، اس کے کئی اسباب ہیں:

اول یہ کہ اس میں قمار ہے، اس لئے کہ میڈیکل انشورنس میں پریمیم سال بھر کے لئے ہوتا ہے، اور سال کے بعد ختم ہو جاتا ہے، اگر سال کے اندر بیماری لاحق ہو تو کمپنی اس پریمیم کے بقدر علاج کی رقم فراہم کرتی ہے، اور اگر بیماری نہیں ہوئی تو وہ رقم ختم ہو جاتی ہے، ظاہر ہے یہ قمار ہے، جواہر الفقہ میں ہے:

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر اور مبہم ہو اصطلاح شرع میں قمار اور میسر کہلاتا ہے (جواہر الفقہ ۳۳۶/۲)۔

ابوبکر جصاص رازی اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''احکام القرآن'' میں رقم طراز ہیں:

''لا خلاف بین أهل العلم فی تحریم القمار وأن المخاطرة من القمار، قال ابن عباس: إن المخاطرة قمار'' (احکام القرآن ۳۸۸/۱)۔

قمار کو قرآن کریم میں شیطان کا گندہ عمل بتایا گیا ہے، اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، ارشاد باری ہے:

''یا أیها الذین أمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون'' (سورۂ مائدہ/۹۰)۔

(اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے، سب گندے کام ہیں شیطان کے، سو ان سے بچتے رہو، تاکہ تم نجات پاؤ)۔

مختصر تفسیر ابن کثیر میں ہے:

''قال ابن عمرو ابن عباس: المیسر هو القمار، کانوا یتقامرون فی الجاهلیة إلی مجیئ الإسلام فنهاهم الله عن هذه الأخلاق القبیحة'' (مختصر تفسیر ابن کثیر ۵۴۴/۱، نیز مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: حجۃ اللہ البالغہ ۱۰۸/۲، نصب الرایہ للزیلعی ۶۰/۴، المغنی ۳۳۶/۶، المبسوط ۱۹۴/۱۲، الفروق ۲۶۵/۳)۔

نبی اکرم ﷺ نے معاملہ غرر سے منع فرمایا ہے:

"عن ابی هریرة نهی رسول الله ﷺ عن بیع الحصاة وبیع الغرر" (صحیح مسلم ۲/۲)۔

چہارم یہ کہ اس میں "اثم وعدوان" کی حوصلہ افزائی ہے، اس لئے کہ بیمہ کمپنیاں ان جمع شدہ رقموں سے سودی کاروبار کرتی ہیں، جس میں بیمہ کرنے والا ایک طرح کا معاون ہوتا ہے، اللہ تعالی نے "تعاون علی الاثم والعدوان" سے منع فرمایا ہے:

"تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (سورۂ مائدہ/)۔

۲-جمع شدہ رقم سے زائد مالیت سے استفادہ کا مسئلہ:

میڈیکل انشورنس اولاتو کرانا درست نہیں ہے، لیکن اگر کسی مجبوری کے تحت کرانا ہی پڑ جائے تو جمع شدہ رقم سے زائد مالیت سے استفادہ کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ اضافی رقم سود ہے، جو بیمہ کمپنی کو دیئے گئے قرض سے زائد رقم کی مالیت کی صورت میں حاصل ہو رہا ہے۔

"المغنی" میں ہے:

"قال ابن منذر: أجمعوا علی المسلف إذا شرط علی المستلف زیادة أو هدیة فأسلف علی ذلک أن أخذ الزیادة علی ذلک ربا" (المغنی ۶/۴۳۶)۔

"ردالمحتار" میں ہے:

"کل قرض جر نفعا حرام أی إذا کان مشروطا" (ردالمحتار ۷/۳۵۵)۔

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رقم طراز ہیں؛

بیمہ کی موجودہ صورتیں رائج ہیں وہ شرعی نقطہ نظر سے صحیح نہیں، بلکہ قمار اور جوا کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں، اس لئے اپنے اختیار سے بیمہ کرانا جائز نہیں اور اگر قانونی مجبوری کی وجہ سے بیمہ

کرانا پڑے تو اپنی ادا کردہ رقم سے زیادہ وصول کرنا درست نہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۲۵۵)۔

۳-سرکاری اور نجی اداروں میں فرق کا مسئلہ:

میڈیکل انشورنس کے بعض ادارے سرکاری ہوتے ہیں، اور بعض نجی اور دونوں کے مقاصد بظاہر مختلف معلوم ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ مقصد جو بھی ذکر کیا جائے مآل کار کے اعتبار سے دونوں کی حیثیت یکساں ہے، لہذا دونوں کے حکم میں بھی یکسانیت ہوگی اور کوئی فرق نہ ہوگا۔

۴-انشورنس کو مالی تعاون کا درجہ دینا:

میڈیکل انشورنس کے ادارے جو رقم، علاج ومعالجہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں، اسے امداد وتعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ امداد، بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت ہوا کرتی ہے، جبکہ یہاں صورتحال یہ ہے کہ متعینہ رقم سے زائد سے علاج نہیں کرایا جاتا، عمر کے بعض مرحلوں میں چیک اپ کو ضروری قرار دیا جاتا ہے، موجودہ امراض اور آؤٹ ڈور کے علاج کو اس سے خارج مانا جاتا ہے، پھر متعینہ اسپتالوں ہی میں علاج کرانے کی اجازت ہوتی ہے، نیز علاج کی بل کی پوری جانچ کرانے پر ہی رقم کی ادائیگی ہوتی ہے، اسی طرح ایک سرمایہ دار کو ضرورت مند سے زیادہ دیا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ زیادہ کا بیمہ کراتا ہے، جبکہ نادار، غریب، محتاج کو کم ملتا ہے، اگر یہ تعاون ہوتا تو ضرورت مند کو زیادہ ملتا، پتہ چلا کہ یہ تعاون نہیں ہے، بلکہ قمار، سود اور غرر پر مبنی معاملہ کی ایک صورت ہے، جسے مالی تعاون کا نام دینے کی سعی لاحاصل کی جارہی ہے، نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلا کرتی، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب عثمانیؒ نے ''جواہر الفقہ'' میں بہت صاف لفظوں میں تحریر فرمایا ہے:

بیمہ کے کاروبار کو امداد باہمی کا نام دے کر جائز قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن اس کی مروجہ صورتیں جتنی ہماری نظر سے گذری ہیں، سود اور قمار سے خالی نہیں، اس لئے وہ سب حرام ہیں (جواہر الفقہ ۲/ ۳۴۵)۔

البتہ اگر واقعتاً انشورنس کا کوئی ادارہ ایسا ہو جس میں صرف اور صرف جذبہ تعاون کارفرما ہو تو وہ بلاشبہ جائز، درست اور مستحسن ہے، اس لئے کہ وہ تبرع اور تعاون علی البر ہے، جس کی شریعت میں تاکید آئی ہوئی ہے، یہ اور بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس طرح کا نظام نادر الوجود ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی تحریر فرماتے ہیں:

"أما التامين التعاونی فهو أن يتفق عدة أشخاص على أن يدفع كل منهم اشتراكا معينا لتعويض الأضرار التی قد تصيب أحدهم اذا تحقق خطر معين وهو قليل التطبيق فی الحياة الاجتماعية" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/ ۳۴۱۶)۔

۵- انشورنس کی متبادل صورت:

اسلام میں باہمی اخوت ومحبت، احسان وسلوک، رحم وکرم اور تعاون وہمدردی پر کافی زور دیا گیا ہے، اور اس بات کی بطور خاص تاکید کی گئی ہے کہ انسان مشکل وقتوں میں دوسرے انسان کے کام آئے، ضرورت مندوں کی ضرورت کا خاطر خواہ خیال رکھے، اور دوسروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"أحسن كما أحسن الله إليک" (سورہ قصص/ ۷۷)۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

"والله يحب المحسنين" (سورہ بقرہ:)۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی لوگوں کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرنے پر زور دیا ہے ارشاد گرامی ہے:

"من لم یرحم الناس لم یرحمه الله" (ترمذی شریف ۲ر ۱۴)۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو ملت اسلامیہ کے تمام افراد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ معاشرے میں باہمی تعاون کی فضا قائم کریں، اور ایسا ماحول بنائیں کہ ہر شخص حاجت مندوں کی حاجت کے تئیں فکرمند اور ان کی ناگہانی مشکلات کے حل کرنے میں کوشاں ہو، اس سلسلے میں ایسے فنڈ قائم ہوں جو محتاجوں، غریبوں اور بے سہارا لوگوں کے تعاون میں کام آ سکے، نیز شرکت ومضاربت پر مبنی تجارتی کاروبار کا سلسلہ شروع کیا جائے، جو ضرورت مندوں کے لئے معاون ثابت ہو، اس طرح جب معاشرے میں اجتماعی و انفرادی سطح پر جذبہ تعاون کی فضا عام ہو جائے گی تو اس نوع کی بہت ساری مشکلات بآسانی رفع ہو جائیں گی، اور لوگ سودی نظام کی نحوست وقباحت سے محفوظ رہ سکیں گے۔

۶- لازمی انشورنس کا حکم:

اگر حکومت کی جانب سے انشورنس کرانا لازم ہو کہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو تو ایسی صورت میں ضرورتاً انشورنس کرانا جائز ہوگا، ڈاکٹر وہبہ زحیلی رقم طراز ہیں:

"یجوز التأمین الإجباری أو الإلزامی الذی تفرضه الدولة، لأنه بمثابة دفع ضریبة للدولة" (الفقه الاسلامی وادلته ۵ر ۳۴۲۲)۔

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں:

بیمہ سود و قمار کی ایک شکل ہے، اختیاری حالت میں کرانا ناجائز ہے، لازمی ہونے کی صورت میں قانونی مجبوری کے طور پر جس قدر کم سے کم مقدار بیمہ کرانے کی گنجائش ہو اسی پر اکتفا کرے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶ر ۲۵۸)۔

اسی طرح حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

چونکہ گاڑی کے مالک کی طرف سے بیمہ کا معاہدہ بطیب خاطر نہیں، بلکہ حکومت کی طرف سے یکطرفہ جبر وظلم ہے، لہذا بوقت ضرورت گنجائش ہے، لیکن بصورت حادثہ جمع کردہ رقم سے زائد واجب التصدق ہے (احسن الفتاوی ۷/۳۵)۔

لیکن اگر قانونی مجبوری کے تحت لازمی طور پر میڈیکل انشورنس کرانا ہی پڑ جائے تو جمع کردہ رقم سے سہولت حاصل کرنا درست ہوگا۔

''ردالمحتار'' میں ہے:

''فإذا ظفر بمال مديونه له الآخذ ديانة بل له الأخذ من خلاف الجنس'' (ردالمحتار ۳/۲۰۱)۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس شرعاً ناجائز ہے

مفتی حبیب اللہ قاسمی ☆

۱، ۲-   میڈیکل انشورنس کرانا جسے صحت بیمہ بھی کہتے ہیں جائز نہیں (احسن الفتاوی ۵/ ۲۵)، کیونکہ یہ صحت بیمہ جس کا رواج اب عام ہوتا جارہا ہے سود و قمار پر مشتمل ہے جس کی حرمت منصوص و متفق علیہ ہے قمار کے بارے میں علماء کی یہ تحریر کہ ملکیت کو ایسی صورت پر معلق کردینا جس میں خطر ہو یعنی اس کے وجود و عدم دونوں کا احتمال ہو "تعلیق الملک علی الخطر" ہے اس کے اندر مکمل طور سے پایا جارہا ہے، اس لئے کہ اگر یہ پالیسی ہولڈر بیمار ہوجاتا ہے تو کمپنی اس کے جمع کردہ روپیہ کے ساتھ اس سے زائد ایک متعین رقم ادا کرے گی اور اگر بیمار نہیں ہوتا ہے تو اس کی جمع کردہ رقم بھی سوخت ہوجائے گی اور یہ بات واضح ہے کہ اس کا بیمار ہونا یا نہ ہونا کسی کے اختیار میں نہیں یہ ایک امر موہوم ہے اور امر موہوم کو عقد کا دارومدار قرار دینا ہی قمار ہے جس کی حرمت کے متعلق قرآن نے کہا ہے:

"إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان" (سورۂ مائدہ: ۹۰)۔

اور اس میڈیکل انشورنس کے اندر سود کی لعنت بھی موجود ہے کیونکہ کمپنی جو بیمار ہونے پر اضافی رقم صاحب بیمہ کو دیتی ہے وہ سود ہے کیونکہ فقہاء نے جو سود کی تعریف لکھی ہے وہ اس پر

☆ ناظم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، اعظم گڑھ

صادق آتی ہے۔

"الربا هو القرض على أن يودى إليه أكثر أو أفضل مما أخذ" (حجۃ اللہ البالغہ مترجم ۲/۱۷۱۳) (کہ کسی کو اس شرط پر قرض دینا کہ وہ اس سے زیادہ یا اس سے بہتر واپس کرے گا حرام ہے)۔

۳- اصلی چیز تو علت ہے، علت ہی کی بنیاد پر حلت و حرمت کا فیصلہ ہوتا ہے، یہاں ''میڈیکل انشورنس'' کے لئے جن اداروں اور کمپنیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے، خواہ وہ ادارے سرکاری ہوں یا غیر سرکاری دونوں باہم اس طریقہ کار میں شریک ہیں کہ پالیسی ہولڈر جب مقررہ رقم جمع کردے اور کسی ناگہانی مرض سے دوچار ہو جائے تو ایک متعین اضافی رقم سے اس کی امداد کی جائے، لیکن اگر پالیسی مدت میں وہ صحت یاب رہا تو پھر اس کی یہ جمع کردہ رقم کالعدم قرار دی جاتی ہے، اس لئے ''میڈیکل انشورنس'' کے یہ سرکاری ادارے دونوں کا حکم مذکورہ بالا سبب کی وجہ سے ایک ہوگا۔

۴- امداد و تعاون کے سب سے زیادہ مستحق تو غرباء و فقراء ہیں اگر سرکار کا مقصد لوگوں کی امداد کرنا ہو یا مہلک بیماریوں سے حفاظت اس کے پیش نظر ہو تو بلاعوض ان کی یہ خدمت ہونی چاہئے یا اگر عوض ہی لینا ہو تو اول وہلہ میں جو رقم جمع کی جاتی ہے اس کی مقدار اتنی ہونی چاہئے جسے ہر غریب ادا کر سکے، نیز بیماری کے عدم تحقق کی صورت میں اس جمع شدہ رقم کی واپسی بھی ان اداروں کے فرض منصبی کا ایک جز ہونا چاہئے۔

نیز انشورنس سے وابستہ ہونے کے لئے بھی ایسی ایسی شرطیں اور دفعات لگائی گئیں کہ جن کا تحمل شاید سرمایہ داروں کے علاوہ کوئی غریب نہ کر سکے تو پھر ان سرکاری اداروں کی جانب سے جمع شدہ رقم کے علاوہ اضافی رقم کو امداد و تعاون کا نام کیسے دیا جا سکتا ہے۔

۵-انشورنس کی متبادل صورت:

حکومت اور اس کی آمدنی ومنافع یہ عوام الناس کی خدمت اور اس کی ہر ممکن حفاظت اور نگہداشت کے لئے ہوتی ہے، اور چونکہ میڈیکل انشورنس شرعا نا جائز ہے، اس لئے اس کی متبادل شکل یہ نکل سکتی ہے کہ حکومت ایسا ادارہ قائم کرے جس میں مناسب قیمت اور مناسب خرچ پر خدمت خلق ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کا علاج بسہولت ہو سکے، یہی طریقہ نجی کمپنیوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے، تو اس صورت میں سود کی لعنت اور خسارہ ہر ایک سے دونوں (عوام اور کمپنی) بچ جائیں گے۔

۶-شدید حاجت میں میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہوسکتا ہے:

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ''میڈیکل انشورنس'' فی نفسہ نا جائز ہے، البتہ عوارض کی بنا پر ضرورۃً اس کی اجازت ہوسکتی ہے اور اس جواز کی بنیاد "الحاجة إذا عمت كانت كالضرورة، الضرر يزال، الحرج مدفوع، الضرورات تبيح المحظورات، كم من شئ يثبت ضمنا لا يثبت قصداً'' جیسے قواعد ہیں جن ممالک میں ''میڈیکل انشورنس'' لازم کردیا گیا ہے وہاں تو قانونی مجبوری ہے، لیکن جن ملکوں میں لازمی نہیں مذکورہ بالا اصول کی بنیاد پر گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

صحت بیمہ کا شرعی حکم

مولانا نورالحق رحمانی ☆

علاج ومعالجہ شرعاً مطلوب ہے، لیکن اس مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے صحیح ذرائع ووسائل کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ کسی ایسے طریقے سے علاج کرانے کی اجازت نہیں ہے جو شرعاً ناجائز اور حرام ہو۔ سوال نامہ میں درج سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱- ''میڈیکل انشورنس'' کرانے کی جو صورت سوال نامہ میں مذکور ہے اس کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ صورت سود اور جوا پر مشتمل ہے، جن کی حرمت قرآن وسنت میں منصوص ہے۔

سود کے بارے میں ارشاد باری ہے:

﴿وأحل الله البيع وحرم الربا﴾ (البقرہ:۲۷۵)۔

﴿يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربا إن كنتم مؤمنين﴾ (بقرہ:۲۷۸)۔

اور جوا کے بارے میں ارشاد باری ہے:

﴿ يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (المائدہ:۹۰)۔

(اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور پوجا کے بت اور جوئے کے تیر یہ سب گندے

☆ استاذ، المعہد العالی للتدریب فی الافتاء والقضاء، پھلواری شریف، پٹنہ۔

اورشیطانی کام ہیں،لہٰذا تم ان سے پرہیز کروتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ)۔

آیت کریمہ میں مذکور ربا کی تعریف فقہاء نے اس طرح کی ہے:

"کل زیادة مشروطة في العقد خالیة عن عوض مشروع" (معجم لغة الفقہاء)۔

(ربا ہروہ زیادتی ہے جس کی عقد میں شرط لگادی گئی ہواوروہ جائزعوض سے خالی ہو)۔

صحت بیمہ کرانے والا میڈیکل انشورنس کمپنی کے ساتھ جو معاملہ کرتا ہے اس پر سود کی یہ تعریف صادق آتی ہے،اس لئے کہ بیمہ کرانے والا اسی شرط کے ساتھ مقررہ رقم جمع کرتا ہے کہ بیمار ہوجانے کی صورت میں اسے اپنی جمع کی ہوئی رقم کے مقابلے میں بہت زیادہ رقم کمپنی کی طرف سے علاج کے لئے ملے گی،ظاہر ہے کہ جمع کی ہوئی رقم سے زائد رقم اس کے علاج پر خرچ ہوئی وہ جائزعوض سے خالی ہے،اس لئے وہ سود ہے۔

اورقمار (جوا) کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"تعلیق الملک علی الخطر والمال من الجانبین" (حوالۂ سابق)۔

(ملک کوخطر پر معلق کرنا جب کہ مال دونوں طرف سے ہوا ہو)۔

دیکھا جائے تو میڈیکل انشورنس پر میسراورقمار(جوا) کی یہ تعریف بھی صادق آرہی ہے،اس لئے کہ اس معاملہ میں مال دونوں جانب سے ہوتا ہے،بیمہ کرانے والا بھی مال جمع کرتا ہے اور کمپنی کی طرف سے بھی مال ہوتا ہے،لیکن اس کی ملکیت ایک ایسی شرط کے ساتھ مشروط ہوتی ہے جس میں خطر ہے،یعنی اس کے وجود وعدم وجود دونوں کا امکان واحتمال ہے،اگر بیمہ کرانے والا سال بھر کے اندر بیمار ہوتا ہے تو کمپنی اس کے علاج پر اس کی جمع کردہ رقم سے بہت زیادہ رقم خرچ کرے گی،مثلاً تیرہ ہزار کی رقم جمع کرنے کی صورت میں اسے تقریباً ایک لاکھ تک کے علاج کا حق حاصل ہوگا اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ کمپنی کی طرف سے اسے کوئی اضافی رقم نہیں ملے گی،بلکہ اس کی جمع کی ہوئی رقم بھی چلی جائے گی،پھر آئندہ ہر سال

انشورنس کی تجدید کے لئے اسے طے شدہ رقم جمع کرنی پڑے گی اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں وہ رقم بھی سوخت ہوجائے گی، ظاہر ہے کہ یہ جوا ہے، لہذا جو معاملہ سود اور جوا جیسی قبیح اور حرام چیزوں پر مشتمل ہو اسے شرعاً جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۲- بیمار ہونے کی صورت میں بیمہ کرانے والے کو جو اپنی جمع کردہ رقم سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے وہ اس کے لئے شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نجی یا سرکاری بیمہ کمپنی کی طرف سے علاج کی یہ سہولت محض غربت وافلاس کی بنا پر نہیں ملتی، بلکہ بیمہ کرانے کے معاوضہ میں ملتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ ہر مفلس ولاچار اس سے فائدہ اٹھاسکے، بلکہ اس کے لئے بیمہ کرانا اور سالانہ فیس جمع کرنا ضروری ہے، لہذا یہ اصل جمع کی ہوئی رقم پر ایسی مشروط زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے جو سود اور قطعی طور پر حرام ہے۔

۳- میڈیکل انشورنس کی کمپنیاں اور ادارے، خواہ نجی ہوں یا سرکاری دونوں کا حکم ایک ہوگا، اس لئے کہ معاملہ کی صورت اور طریقۂ کار دونوں میں یکساں ہے۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد وتعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، نہ یہ تصور صحیح ہے کہ اس کے ذریعہ عوام کی اکثریت تو خط افلاس سے نیچے زندگی گذارتی ہے، جب وہ اپنی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بھی وسائل زندگی سے محروم ہیں تو ان میں اتنی سکت کہاں ہے کہ وہ میڈیکل انشورنس کی فیس جمع کرسکیں اور ظاہر ہے کہ بیمہ کرائے بغیر علاج کی یہ سہولت حاصل نہیں ہوسکتی، اس لئے اس سے عوام کے اس طبقہ کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا جو امداد واعانت کا زیادہ مستحق ہے، بلکہ اس سے یا تو مالدار طبقہ فائدہ اٹھائے گا یا حکومت کے ملازمین جن کی مالی حالت عام طور پر عوام سے بہتر ہوتی ہے اور چونکہ علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم اس فیس کا بدل ہے جو بیمہ کرانے کے وقت ادا کی جاتی ہے، اس لئے جمع کردہ رقم سے زائد حصہ معاوضہ سے خالی ہونے کی وجہ سے سود اور حرام ہے اور انشورنس کرانے کے سال بیمار نہ ہونے کی صورت میں چونکہ اس کی جمع کی ہوئی رقم یا

اس کا کوئی حصہ واپس نہیں ملتا، اس لئے اس پر قمار کی تعریف بھی صادق آتی ہے، لہذا یہ معاملہ از روئے شرع جائز نہیں ہو سکتا۔

۵- میڈیکل انشورنس کمپنیوں کا بنیادی مقصد اگر غریب عوام کے لئے گراں علاج کی سہولت مہیا کرنا ہے تو انہیں اسی مقصد کے لئے کام کرنا چاہئے، سوال نامہ میں مذکور صورت میں اس طبقہ کا فائدہ ہوتا نظر نہیں آتا اور نہ شرعی لحاظ سے یہ صورت جائز ہے، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر اس کی کوئی متبادل صورت تلاش کی جائے تو پھر اس معاملے سے ان شرائط کو ختم کرنا ہوگا جو شرعاً اس کی صحت سے مانع ہیں، مثلاً اس سہولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے لازمی طور پر انشورنس کرانا اور اس کی مقررہ فیس ادا کرنا یا ہر بیمہ کرانے والے کو اس سہولت سے استفادہ کا حق دینا، لہذا اس کی جائز صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حکومت اس مقصد کے لئے (یعنی غریب اور متوسط طبقہ کو گراں علاج کی سہولت فراہم کرنے کے لئے) ایک فنڈ قائم کرے اور صوبائی سطح پر یا مرکزی مقامات اور شہروں میں ایسے امدادی اور رفاہی ادارے قائم ہوں جو اس مقصد کے لئے کام کریں اور ملک کے متمول لوگوں سرکاری عہدہ داروں، کارخانوں اور فیکٹریوں کے مالکان اور خوشحال اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو ترغیب دے کہ وہ اپنی مرضی سے اس کی رکنیت قبول کریں، رکنیت کی کوئی سالانہ فیس (جس کی کم سے کم مقدار متعین ہو) مقرر کی جائے جسے تمام ارکان رضا کارانہ طور پر ادا کریں، علاج میں اس کی رعایت کی جائے کہ اس کا نصف حصہ اس ادارہ کے ممبران میں سے زیادہ سے زیادہ متوسط طبقہ کے علاج کے لئے خاص ہو اور پچاس فی صد فنڈ صرف غریبوں کے لئے خاص ہو جو نہ اس ادارہ کے رکن ہوں، نہ ان سے کوئی فیس لی گئی ہو، اور اس ادارہ کے وہ ممبران جو زیادہ مالدار ہوں وہ اپنا علاج خود کرا سکتے ہیں، اس لئے انہیں علاج کی سہولت فراہم نہ کی جائے، ایسے لوگوں سے رکنیت ہی کے وقت یہ معاہدہ کرا لیا جائے، یہ صورت جواز کی ہو سکتی ہے کہ اس میں علاج کی سہولت حاصل کرنے کے لئے اس ادارہ کی رکنیت شرط نہیں رہی اور نہ اس کے ہر رکن کو علاج کی سہولت فراہم کی گئی، اس لئے اس فنڈ میں جمع شدہ رقم جو ممبران کے ذریعہ

آئی ہے اگر وہ ان غریب بیماروں پر خرچ ہو جو سرے سے اس کے رکن ہی نہیں ہیں تو اس کے جواز میں کوئی کلام ہی نہیں ہے، اسی طرح اگر متوسط طبقہ کے مریضوں پر خرچ ہو جو اس کے رکن ہوں اور باقاعدہ فیس ادا کی ہو تو ان کے لئے بھی استفادہ جائز ہوگا، اس لئے کہ امداد پانے کے لئے ممبری شرط نہیں رہی۔

بہر حال اس طرح کی کوئی صورت اختیار کی جاسکتی ہے جس کا جواز بے غبار ہو، البتہ حکومت سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس طرح کا ادارہ قائم کرے گی، ہاں مسلمان اجتماعی طور پر زکاۃ وصدقات، عطیات اور ان اوقاف کے ذریعہ جو اس مقصد کے لئے وقف کئے گئے ہوں اس طرح کا فلاحی ادارہ قائم کر سکتے ہیں۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کردیا گیا ہے وہاں اس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے، اس لئے اضطرار اور مجبوری کی بنا پر وہاں انشورنس کرانا جائز ہوگا: "الضرورات تبیح المحظورات" اور اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پڑ جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا، کیونکہ ایسے ممالک میں علاج کی سہولت تمام شہریوں اور سرکاری ملازمین کے لئے ہوتی ہے، اس لئے اسے حکومت کی طرف سے امداد وتعاون اور سماجی تحفظ قرار دیا جاسکتا ہے جس کا ممکن حد تک عوام کے لئے نظم کرنا حکومت کے فرائض میں داخل ہے، اس کی ایک نظیر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ہے کہ قانونی طور پر سرکاری ملازم کی تنخواہ میں سے ایک حصہ ہر ماہ کٹتا ہے اور اس کے ساتھ سرکار اتنی ہی رقم اپنی طرف سے ملاتی ہے اور ریٹائر ہونے کے بعد وہ رقم یکمشت ملتی ہے ہمارے مفتیان کرام نے اسے حکومت کی طرف سے عطیہ وانعام اور اس کے عمل کی اجرت کا ایک حصہ قرار دے کر اس کے لینے کو جائز قرار دیا ہے (دیکھئے: منتخبات نظام الفتاوی ۱/ ۲۰۴)۔

☆☆☆

شرعی تناظر میں میڈیکل انشورنس

مفتی عبدالرحیم قاسمی ☆

۱-میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے والے مختلف عمر کے افراد کے لئے علاحدہ علاحدہ رقمیں طے ہوتی ہیں، مثلاً ایک لاکھ کا انشورنس دولاکھ کا بیمہ ان رقموں کو معینہ مدت میں قسط وار ادا کرنا لازم ہوتا ہے، انشورنس کی پریمیم ایک سال کے لئے ہوتی ہے اس سال کے اندر اگر بیماری ہوتو انشورنس کی رقم کی حد تک علاج کا خرچ انشورنس کمپنی فراہم کرتی ہے، سال گذرجانے پر پالیسی ختم ہوجاتی ہے اور اگلے سال کے لئے پھر پریمیم دینی ہوتی ہے، پریمیم کی رقم بیماری نہ ہونے کی حالت میں واپس نہیں ملتی، اسی طرح کے بیمہ کی حرمت کے متعلق حضرت مفتی تقی عثمانی دامت فیوضہم تحریر فرماتے ہیں: ''بیمے میں قمار بھی ہے اور ربا بھی، قمار اس لئے کہ ایک طرف سے ادائیگی متعین ہے اور دوسری طرف سے ادائیگی موہوم ہے جو قسطیں ادا کی گئی ہیں وہ تمام رقم ڈوب بھی سکتی ہے اور اس سے زیادہ بھی مل سکتی ہے اسی کو قمار کہتے ہیں اور ربا اس طرح کہ یہاں روپے کا روپے سے تبادلہ ہے اور اس میں تفاضل (زیادتی) ہے کہ بیمہ دار کی طرف سے کم رقم دی جاتی ہے اور اسے زیادہ رقم ملتی ہے'' (اسلام اور جدید معیشت ر۱۶۱)۔ مذکورہ عبارت کی روشنی میں اس پالیسی کے تحت میڈیکل انشورنس کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

۲-اداشدہ رقم سے زیادہ وصول کی گئی رقم سود ہے۔

۳-نجی اداروں اور پرائیوٹ وپبلک بیمہ کمپنیوں کا معاملہ سود وجوے پر مشتمل ہوگا،

☆ ناظم جامعہ خیر العلوم، نورمحل روڈ، بھوپال

لہذا یہ معاملہ جائز نہیں اور اگر ان سے انشورنس کرالیا تو کیونکہ ان سے ملنے والی رقم اپنے ایک آپسی معاملہ کی بنیاد پر ہوگی جو عموماً قمار و ربا محض کی حقیقت پر مشتمل ہوگی، اس لئے اس ملی ہوئی رقم میں اپنی اصل رقم سے زائد ملی ہوئی رقم کو اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے صدقہ کرنا یا اپنی ملکیت سے نکالنے کا حکم متوجہ ہوتا ہے (نظام الفتاوی ۲؍۳۶۷)۔

۴- علماء عرب میں شیخ ابوزہرہ نے جواز اور عدم جواز کے لحاظ سے بیمہ کے دو حصے کئے ہیں:

۱- بیمہ کمپنیوں سے یہ معاملہ ناجائز ہے۔

۲- حکومت اپنے ملازمین اور کارکنوں کے درمیان یہ نظام قائم کرے تو جائز ہے۔

(یعنی اختلاف صرف بیمہ کمپنیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہے جو بیمہ سے کاروباری نفع کماتے ہیں، لیکن حکومت کے زیر اہتمام جو اجتماعی بیمے ہوتے ہیں ان کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں، ان میں اجتماعی تعاون پایا جاتا ہے، خواہ یہ بیمے محنت کشوں کے درمیان ہوں یا دیگر ملازمین کے درمیان اسی طرح، خواہ ان کا دائرہ کار بعض گروہ تک محدود ہو یا مختلف گروہ کے لوگوں کو شامل ہو) (عقد التامین ؍۵۶)۔

سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے، شیخ عبدالمنعم نمر نے بیمہ کمپنیوں سے بیمہ کو ناجائز اور حکومت کی قائم کردہ تنظیموں سے جائز کہا ہے، چنانچہ عدم جواز کے بعض وجوہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں حکومت چونکہ مختلف انتظامات کے ذریعہ عوام کی نگرانی و مالی کفالت کی ذمہ دار ہے اس بنا پر حکومت کی قائم کردہ تنظیموں سے بیمہ کرانا جائز ہے: "إن الحكومة راع أكبر ومسؤولة عن رعاياها"، حکومت اور عوام کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی بڑے خاندان کا سربراہ کار افراد سے کچھ رقم جمع کرتا رہے اور حاجت وضرورت کے وقت ان پر خرچ کرے۔

"فلكل فرد إذن من أفراد الدولة في ماليتها العامة فإذا أخذ الفرد منها مالا

فمن حقه أخذ: لأن الدولة المسؤولة عنه والراعية لشؤونه وهذا الاعتبار غير قائم في الشركات" (الاسلام والشیوعیہ/۲۰۹)۔

(ایسی صورت میں حکومت کے خزانہ میں ہر فرد کا حق ہے جب کسی نے خزانہ سے مال لیا تو اپنا حق وصول کیا، کیونکہ حکومت ہر فرد کے حقوق کی محافظ وذمہ دار ہے، کمپنی پر یہ نگرانی وذمہ داری نہیں) (اسلام اور جدید دور کے مسائل ۱۸۹--۱۹۰)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں: آج کل ملکی حالات کی خرابی بھی اس بات کی متقاضی ہو چکی ہے کہ جان ومال وجائداد واملاک غرض ہر چیز کے بیمہ کرا لینے کی کھلی اجازت دے دی جائے، اس لئے کہ اس سے اگرچہ پورا تحفظ نہ ہو مگر کچھ تحفظ تو ہو سکتا ہے بشرطیکہ بیمہ کرانے والے بھی قانونی اعتبار سے پورے اتریں، پھر پبلک اور پرائیوٹ بیمہ کمپنیوں کے مقابلہ میں جو بیمہ کمپنی نیشنل اور حکومت کی ہو چکی ہے ان میں بیمہ کرانا زیادہ اچھا رہے گا، اس لئے کہ حکومت قانوناً بھی پورے ملک کے جان ومال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے اور وہ قانوناً بھی اس ذمہ داری کو تسلیم کرتی ہے، اس لئے حکومت کی بیمہ کمپنی اپنے قانون حکومت کے اعتبار سے جو رقم اپنے بیمہ کرنے والوں کو دے گی اس رقم کا حکم وہی ہوگا جو پرائیوٹ فنڈ میں حکومت یا محکمہ اپنے قانون کے اعتبار سے خواہ کسی نام سے دے ہم اس کو عطیہ وانعام قرار دے کر اس کا لینا اور استعمال کرنا جائز قرار دیتے ہیں یا ایکسیڈنٹ وغیرہ میں یا کسی جانی ومالی نقصان کے حادثہ میں جو رقم حکومت دیتی ہے اس کو ہم عطیہ شمار کرتے ہیں، اس طرح اس رقم کو بھی حکومت کے عطیہ کے قبیل سے قرار دے سکتے ہیں، پس حکومت سے ملی ہوئی اس رقم کو خواہ نیشنل بیمہ کمپنی کے ذریعہ اور واسطہ سے دے اس کو یا اس کے کسی جزء کو ناجائز یا ربا وغیرہ قرار دے کر اخراج عن الملک کا حکم شرعاً نہ ہوگا (نظام الفتاوی ۲/ ۳۶۷)۔

۵- بیمہ کا متبادل تعاونی بیمہ ہے جس میں شرکاء اپنی اپنی مرضی سے فنڈ میں رقمیں جمع کراتے ہیں اور سال کے دوران جن جن لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا اس فنڈ سے ان کی امداد کرتے

ہیں، پھر سال کے ختم پر اگر رقم بچ گئی تو وہ شرکاء کو بحصہ رسدی واپس کردی جاتی ہے یا ان کی طرف سے آئندہ سال کے فنڈ کے لئے ان کے حصے کے طور پر رکھ دی جاتی ہے شرعاً اس میں کوئی اشکال نہیں اور جتنے علماء نے بیمے پر گفتگو کی ہے وہ اس کے جواز پر متفق ہیں (اسلام اور جدید معیشت/ ۱۶۱)۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کردیا گیا ہے ان کے بیمہ کرانے کی گنجائش ہے، فقیہ الامت حضرت مفتی محمود صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں بیمہ میں سود بھی ہے اور جوا بھی یہ دونوں چیزیں شرعاً ممنوع ہیں، بیمہ بھی ممنوع ہے، لیکن اگر کوئی شخص ایسے مقام پر اور ایسے ماحول میں ہو کہ بغیر بیمہ کرائے جان و مال کی حفاظت بھی نہ ہوسکتی ہو یا قانونی مجبوری ہو تو بیمہ کرانا درست ہے (فتاوی محمودیہ/ ۲۴۰)۔

☆☆☆

علاج ومعالجہ کی اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کا حکم

مولانا سلطان احمد اصلاحی ☆

اس سے متعلق سوالات کے جوابات سے پہلے ایک اصولی گفتگو ضروری معلوم ہوتی ہے، اس کی روشنی میں جوابات کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے گا۔

روٹی کپڑا اور مکان کی طرح علاج بھی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، جس کے سلسلے میں فرد کی محنت کے ساتھ معاشرہ کا تعاون کافی نہ ہو تو اس کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ریاست کا لازمی تعاون ہونا چاہئے، بلاشبہ آج کے دور میں رفاہی حکومتیں اس کے سلسلہ میں بہت کچھ کر رہی ہیں، لیکن ہندوستان جیسے ملکوں کے پس منظر میں جو کچھ کیا جا رہا ہے، وہ کافی سے بہت کم ہے، علاج کی شرعی حیثیت کی تفصیل میں جائے بغیر جواز کے علاوہ جو صورتیں اس کے وجوب کی ہیں جس میں بیمار پڑے رہنے کی صورت میں اس کے بیوی بچوں کے حقوق تلف ہوتے ہوں یا ملازم ہونے کی صورت میں متعلق مالک اور دفتر اور فرم کا نقصان لازم آتا ہو، وجوب کی ان صورتوں میں بیماری کا پالا اور علاج کا ٹالا نہیں جا سکتا، یہ علاج امیر اور غریب ہر ایک کی یکساں ضرورت ہے، بلکہ اکثر اوقات امیر سے زیادہ اس کی ضرورت غریب کے لئے ہوتی ہے، دریں حالیکہ یہی وہ طبقہ ہے جس کے لئے عام طور پر ''میڈیکل انشورنس'' کی اسکیم میں حصہ دار بننا آسان نہیں ہوتا علاج کی مجبوری سے گنجائش نہ ہوتے ہوئے بھی اگر وہ زبردستی اس اسکیم کا ممبر بنتا

☆ ادارہ تحقیقات اسلامی، دودھ پور (علی گڑھ)۔

ہے تو دل کی آمادگی نہ ہونے کے باعث کی دوسرے کے لئے اس کی جمع کردہ رقم سے استفادہ جائز نہیں ہوتا، اس لئے کہ حدیث رسول ﷺ میں اس کی صراحت ہے کہ:

"لا يحل مال امرء إلا بطيب نفسه منه" (بیہقی فی شعب الایمان بحوالہ: سلطان احمد اصلاحی، اسلام کا تصور ر ۱۷۸، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی)۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہی حقیقت ہے کہ علاج ایک ضرورت ہے، اور بہت سی صورتوں میں وہ غیر معمولی طور پر گراں ہے جس کے تقاضوں کی ادائیگی "میڈیکل انشورنس" جیسی کسی اسکیم کے ذریعہ ہی پوری کی جاسکتی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ اس کی اس اسکیم میں زیادہ سے زیادہ افراد کی شمولیت ہو، البتہ آمدنی اور حیثیت کے اعتبار سے ان کی قسطوں میں تفاوت ہو جبکہ اسکیم سے استفادے میں برابری اور مساوات کو یقینی بنایا جائے، اس تمہید کے بعد اب سوالات کے جوابات پیش ہیں:

۱- "میڈیکل انشورنس" (صحت بیمہ) کرایا جاسکتا ہے، البتہ چونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات سے "حسن ظن" ضروری ہے جس کی حدیث میں تاکید ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت سے اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد:

"لا يموتن أحدكم إلا وهو يحسن بالله الظن" (مسند احمد ۳ر ۲۹۰، ۲۹۱، میمنیہ مصر)۔

دوسرے موقع پر حسن ظن کو حسن عبادت کا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے:

"أن حسن الظن من حسن العبادة" (مسند احمد ۲ر ۲۹۷، ۳۰۴، ۳۱۳ المیمنیہ مصر)۔

اس لئے اس اسکیم میں شرکت آدمی دوسرے کی مدد کی نیت سے کرے، اپنے مولی سے حسن ظن کے تقاضے سے بیماری محفوظ رہ کر زندگی گزارنے کا آرزومند ہو، اللہ کے فیصلے سے اسی کا کوئی حصہ اس کی قسمت میں آجائے تو بدرجہ آخر اس اسکیم سے فائدہ اٹھالے۔

۲- اس نیت سے جو شخص اپنا صحت بیمہ کرائے اور ضرورت پڑنے پر اپنی جمع شدہ رقم سے زیادہ کا علاج کرائے تو اس کے لئے اس اضافی رقم سے استفادہ کرنا جائز ہوگا۔

۳- ''میڈیکل انشورنس'' کی اسکیم سے فائدہ اٹھانے میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں طرح کے اداروں کا حکم ایک ہوگا، اور ان دونوں کے مقاصد کے جزوی فرق سے اس کے حکم میں کوئی فرق اور نہ ہوگا۔

۴- سرکار انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو امداد اور تعاون کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

۵- ضرورت کے تقاضے سے ''میڈیکل انشورنس'' کی زیر نظر صورت کو گوارا کرنے کے باوجود اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا متبادل تلاش کرنا ضروری ہے، جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ''أن في المال ...... سوی الزکوۃ'' کے اصول پر حکومت کی طرف سے خوشحال طبقے سے علاج والگ ٹیکس وصول کیا جائے، دوسری صورت میں ٹیکس کی موجودہ شرح میں ضرورت کے تقاضے سے نظر ثانی کر کے اس کے ایک حصے کو علاج کے لئے خاص کر دیا جائے، اس کے ساتھ ہی سرکاری اور نجی میڈیکل انشورنس کمپنی اسکیموں کو وسعت دے کر حسب حیثیت قسطوں میں تفاوت رکھتے ہوئے اس کے دائرے کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کی جائے۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے، وہاں یہ انشورنس کرایا جا سکتا ہے، ساتھ ہی ضرورت کے تحت انشورنس کی اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

ہیلتھ انشورنس کا شرعی حکم

مولانا محمد ارشد مدنی ☆

تجارتی انشورنس کی قسموں میں سے ایک قسم ''میڈیکل انشورنس'' بھی ہے، جس کے چلانے والے ادارے سرکاری اور غیر سرکاری دونوں ہوتے ہیں اور دونوں کے اصول وضوابط بھی مشترک ہوتے ہیں، یہ انشورنس انفرادی طور پر افراد کے لئے اور اجتماعی طور پر خاندان یا اداروں کے لئے بھی کرایا جاسکتا ہے، حکومت ''میڈیکل انشورنس کا شعبہ'' اس تصور کے ساتھ چلا رہی ہے کہ اس کے ذریعہ عوام کو سماجی تحفظ حاصل ہوگا جو حکومت کے فرائض میں سے ہے اور کمپنیاں فائدے کے حصول کے لئے چلا رہی ہیں، بعض ملکوں میں اپنے شہریوں، بلکہ دوسرے ملکوں سے آنے والوں کے لئے اس انشورنس کو لازم قرار دے دیا گیا ہے (تلخیص ماخوذ از جاری شدہ خط)۔

انشورنس موجودہ زمانے کا کوئی نیا فقہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک تاریخ ہے، جس کی تفصیل کتابوں کے صفحات میں موجود ہے، علمائے اسلام اور فقہائے کرام میں اولین عالم دین اور فقیہ شیخ ابن عابدین (متوفی ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء) کو اس مسئلہ پر گفتگو کا موقع ملا اور انہوں نے اپنے فتوی میں انشورنس اور اس کے کاروبار کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا (حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۱۷۰)، پھر شیخ ابن عابدین کے بعد علماء، فقہاء اور باحثین نے اس موضوع پر گفتگو کی اور غور وخوض کے بعد بعض علماء وفقہاء نے تجارتی انشورنس کی جملہ صورتوں کو حرام ٹھہرایا، بعض نے ہر صورت کو مباح و جائز

☆ نائب رئیس جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام مشرقی چمپارن، بہار۔

قرار دیا، بعض نے میانہ روی اختیار کی اور کچھ صورتوں کو مباح و جائز اور کچھ صورتوں کو ممنوع قرار دیا، بعض نے اس کے متعلق گفتگو نہ کر کے توقف اختیار کرنے کو بہتر سمجھا۔

انشورنس کا مفہوم:

انشورنس کا لغوی معنی: انشورنس عربی لفظ ''التامین'' اور اردو لفظ ''بیمہ'' کا انگریزی ترجمہ ہے، جس کے معنی لغت میں یقین دہانی اور تحفظ وضمانت کرنے کو کہتے ہیں۔

شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ لکھتے ہیں کہ کمپنی چونکہ بیمہ کرانے والوں کو مستقبل کے بعض خطرات سے حفاظت اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کر دیتی ہے، اس لئے اس سے انشورنس (INsurance) کمپنی کہتے ہیں (بیمہ (انشورنس) کی شرعی حیثیت اسلام کی نظر میں ر ۷)۔

انشورنس کا اصطلاحی مفہوم: علماء نے انشورنس کی متعدد تعریفیں کی ہیں، ''مصری'' قانون مدنی کی دفعہ (747) میں انشورنس کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی رو سے تحفظ دینے والے پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس شخص کو جس نے پالیسی خریدی ہے، یا وہ مستفید جس کی خاطر یہ پالیسی خریدی گئی ہے کو ایک مخصوص رقم یا طے شدہ منافع یا کوئی دوسرا مالی معاوضہ حادثہ یا معاہدہ میں بیان کردہ نقصان کے پہنچنے کی صورت میں بیمہ دار کی طرف سے تحفظ فراہم کرنے والے کو ادا کردہ قسط یا کسی دوسری مالی ادائیگی کی نسبت سے ادا کرے (حکم الشریعۃ الاسلامیہ فی عقود التامین (اردو نسخہ) ر ۱۶)۔

''اردن'' کے سول قانون کی دفعہ (920) میں انشورنس کی تعریف معمولی اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں آئی ہے کہ انشورنس ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی رو سے تحفظ فراہم کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ بیمہ دار کو یا اس مستفید کو جس نے اپنے فائدہ کے لئے انشورنس کی شرط لگائی ہے، ایک مخصوص رقم یا طے شدہ منافع یا کوئی دوسرا مالی معاوضہ بیمہ دار کے حادثہ سے دوچار

ہونے کی صورت میں یا اسے معاہدہ کے اندر مذکور خطرات کے لاحق ہونے کی صورت میں ادا کرے جب کہ قبل ازیں بیمہ دار نے تحفظ فراہم کرنے والے کو اس کے بالمقابل ایک متعین رقم یا متعینہ قسط میں مالی ادائیگی کردی ہو (المذکرۃ الایضاحیۃ للقانون المدنی الاردنی ۲/ ۶۱۵)۔

انشورنس کی مذکورہ دونوں تعریفوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص جسے بیمہ دار یا پالیسی خریدنے والا کہا جاتا ہے، وہ ایک اور شخص سے معاہدہ کرتا ہے جسے تحفظ فراہم کرنے والا کہتے ہیں (اور اکثر اوقات ایسا معاہدہ کرنے والی شراکتی کمپنی ہوتی ہے) اس شرط پر کہ پہلا شخص اس کمپنی کو قسط وار یا یکمشت ایک مخصوص رقم ادا کرے جس کے مقابلے کمپنی یہ ذمہ داری لے گی کہ وہ خود اسے یا اس شخص کو جسے یہ متعین ونامزد کردے (جسے مستفید کہا جاتا ہے) حادثہ سے دوچار ہونے یا معاہدہ کے اندر مذکور خطرات کے لاحق ہونے کی صورت میں ایک مخصوص رقم یا طے شدہ منافع یا کوئی دوسرا مالی معاوضہ ادا کرے گی۔

انشورنس کی مذکورہ تعریفات وتشریحات سے اس کے تین بنیادی عناصر کا علم ہوتا ہے جن کے بغیر انشورنس کا تحقق نہیں ہوسکتا اور وہ عناصر شارحین قانون کی صراحت کے مطابق یہ ہیں: خطرہ جسے تحفظ دیا جاتا ہے، انشورنس کی رقم، اور اس کی قسط۔

بہرحال ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے سودی کاروبار کرنا اور سود لینا و دینا جائز نہیں ہے اور چونکہ انشورنس چاہے وہ ''لائف انشورنس'' ہو یا ''میڈیکل انشورنس'' یا کوئی دوسرا انشورنس ایک سودی کاروبار کا نام ہے، لہذا ہمارے نزدیک حرام ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اسے پرہیز کریں۔

میڈیکل انشورنس میں جمع کردہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونے کا حکم:

گذشتہ سطور میں یہ بات آچکی ہے کہ ہمارے نزدیک میڈیکل انشورنس کرانا حرام

ہے، لہذا صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے اس کا یہ مستفید ہونا بھی ہمارے نزدیک ازروئے شرع ناجائز وحرام ہے، اس لئے کہ صحت بیمہ کرانے والا شخص جس کاروبار کی زیادہ مالیت سے مستفید ہوتا ہے وہ کاروبار ہی ازروئے شرع درست نہیں ہے، لہذا زیادہ مالیت سے مستفید ہونا کیونکر درست ہوگا۔ نیز زیادہ مالیت سود ہے جو حرام ہے۔

سرکاری ونجی انشورنس اداروں سے فائدہ اٹھانے کا حکم:

سرکاری ونجی اداروں میں مقصد کا جو فرق ذکر کیا گیا ہے اس کی بنیاد پر'' سرکاری میڈیکل انشورنس'' کے ادارے سے فائدہ اٹھانے کا حکم دوسرے اداروں سے مختلف نہیں ہوگا۔ بلکہ دونوں کا حکم ایک ہوگا، اس لئے کہ دونوں کے کاروبار کے اصول وضوابط اور طریقہ یکساں ہیں ازروئے شرع جو قباحتیں نجی انشورنس اداروں میں پائی جاتی ہیں وہ قباحتیں سرکاری انشورنس اداروں میں بھی پائی جاتی ہیں، عوام کو سماجی تحفظ فراہم کرنا یہ تو حکومت کی ذمہ داری اور اس کا فریضہ ہے جو انشورنس اداروں کی وساطت سے کبھی بھی انجام نہیں دیا جا سکتا، اور نہ ہی انجام دیا جاتا ہے، کیونکہ جو بھی سرکاری انشورنس ادارے ہوتے ہیں وہ انہی عوام کو حادثات سے دوچار ہونے کی صورت میں اضافی مالیت سے مستفید کرتے ہیں جو بیمہ دار ہوتے ہیں کوئی ایک بھی مثال آج تک اس طرح کی سامنے نہیں آئی ہے کہ کسی بھی سرکاری انشورنس ادارے نے کسی ایسے شخص کے ساتھ مالی تعاون کیا ہو جو اس کا بیمہ دار نہ ہو، لہذا ہمارے نزدیک سرکاری ونجی اداروں میں بظاہر مقصد کا جو بھی فرق رکھا گیا ہو، دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔

انشورنس اداروں کی رقم کو امداد وتعاون کا درجہ دینا:

سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد وتعاون کا درجہ نہیں دیا جا سکتا ہے، شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری

فرماتے ہیں کہ ''خود کمپنی اس کو امداد واعانت اور احسان وتبرع سمجھ کر نہیں، بلکہ بیمہ دار کا اپنے اوپر لازمی وواجبی حق سمجھ کر دیتی ہے، محض کسی کے قرض لینے سے ضروری چیز غیر ضروری اور غیر ضروری چیز ضروری ہوجایا کرے تو ضروری اور غیر ضروری کا ضابطہ اور فرق ختم ہوجائے گا، نیز تبرع واحسان اور حسن سلوک مشروط نہیں ہوا کرتا، اور کمپنی اپنے قواعد وضوابط کے مطابق اس رقم کے دینے کی شرط کرلیتی ہے اور اس شرط کے مطابق ادائیگی کی قانوناً پابند ہوتی ہے (بیمہ (انشورنس) کی شرعی حیثیت اسلام کی نظر میں ر ۲۸)۔

انشورنس کی لعنت سے بچنے کی متبادل صورت:

چونکہ ہماری نگاہ میں ''میڈیکل انشورنس'' کی صورت وشکل جائز نہیں ہے، اس بنا پر ہمارا کہنا ہے کہ اس لعنت سے محفوظ رہنے کے لئے ملکی، صوبائی، ضلعی، شہری وقصباتی اور مقامی شکل میں مسلم رفاہی تنظیمیں بلا اختلاف مسلک ومذہب قائم کی جائیں، ان تمام تنظیموں کے مابین روابط قائم ہوں، مقامی اور شہری وقصبائی شکل کی تنظیمیں ضلعی تنظیموں کے، ضلعی تنظیمیں صوبائی تنظیموں کے اور صوبائی تنظیمیں ملکی ومرکزی تنظیم کے ماتحت ہوں، ملک کے تمام روساء واغنیاء، تجار، اصحاب مال، اصحاب دکان اور کمانے والے لوگوں کو ان تنظیموں سے جوڑا جائے اور غریب سے غریب مسلم فرد وگھر پر بھی لازم قرار دیا جائے کہ کم از کم ایک روپیہ وہ ہر مہینہ اپنی قریبی تنظیم کو ادا کیا کرے، یقیناً اس طرح سے رفاہی تنظیموں کے پاس کثیر رقم ہر وقت جمع رہا کرے گی، جس کو صرف ان غریب اور نادار مسلمانوں پر خرچ کیا جائے جو بیمار پڑنے پر علاج ومعالجہ کے اخراجات کو خود برداشت کرنے سے قاصر ہوں، اس طور پر غریبوں کے لئے گراں علاج کی سہولت فراہم ہوسکتی ہے اور ''میڈیکل انشورنس'' کی لعنت سے بھی محفوظ رہا اور رکھا جاسکتا ہے۔

میڈیکل انشورنس کرانا لازمی ہو تو اس کا حکم:

جن ممالک میں ''میڈیکل انشورنس'' وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے

لازم کردیا گیا ہے ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانا اضطراری حالت یا فقہی قاعدہ: "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت آسکتا ہے، لیکن واضح رہے کہ اضطراری حالت میں اس کو جائز قرار دینے کا قیاس صحیح نہیں ہے، مشہور عالم دین مفتی حبیب الرحمن فیضیؔ اپنے ایک استفتاء کے جواب میں رقم طراز ہیں کہ مجوزین بیمہ کا یہ کہنا کہ اضطراری حالت میں جائز ہے تو یہ قیاس صحیح نہیں ہے، بلکہ صریح غلط فارق وفاسد ہے، کیونکہ خنزیر اور میتہ میں اضطرار کا ذکر موجود ہے اور سود وربا کے بیان میں حالت اضطرار کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں ہے اور جو اشیاء محرمات سے ہیں، حالت اضطراری میں قدر قلیل بطور قوت لایموت رکھی گئی ہیں، سود میں ہرگز یہ صورت جائز نہیں ہے، نیز یہ کہ اشیاء محرمہ جو حالت اضطرار میں جائز ہیں ان کی مقدار نہایت قلیل ہے تو سود جب بحالت اضطرار بالفرض جائز بھی ہو تو اس کی مقدار بھی نہایت قلیل ہوگئی، حالانکہ یہ عرفاً ممکن نہیں ہے، اس لئے بیمہ کرانا ہرگز جائز نہیں ہے (مجلۃ اللسان، اکتوبر ۱۹۹۷ء)۔

اور فقہی قاعدہ: "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت بیمہ کو جائز قرار دینے کے متعلق مفتی موصوف رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "واضح ہو کہ یہ اصول اشیاء غیر منصوص میں اگر چل سکتا ہے تو اشیاء منصوص میں ہرگز جائز نہ ہوگا، اگر اسی طرح ضرورت کی بنا پر ناجائز کو جائز قرار دیا جاتا ہے تو کوئی چیز ناجائز باقی نہیں رہے گی، خواہ وہ منصوص ہو یا غیر منصوص" (حوالہ مذکور)۔

لہذا اس ملک کے مسلم شہریوں کو جس ملک میں وہاں کے شہریوں کے لئے "میڈیکل انشورنس" کرانا لازم کردیا گیا ہے، اس قانون کے خلاف اعتدال اور مثبت انداز میں آواز اٹھانی چاہئے یا کم از کم مسلمانوں سے اس طرح کے قانون کی پابندی کرانے کو ختم کرانے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن اس کے باوجود اگر نجات کی کوئی سبیل نظر نہ آئے تو قانونی مجبوری کے تحت (حکومت کے امر کی خلاف ورزی سے بچتے ہوئے) "میڈیکل انشورنس" کرا سکتا ہے، اور اس وقت یہاں "ارتکاب أهون الضررين" کا قاعدہ جاری ہوسکتا ہے (الاشباہ والنظائر، از سیوطی ص ۸۷، الاشباہ

والنظائر، از ابن الوکیل ۲ر ۱۶۰)۔

البتہ بیمار پڑ جائیں تو افضل واحوط یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کی طرف سے دی جانے والی سہولت (سود) سے اجتناب کریں، لیکن اگر اس سہولت سے مستفید ہونے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ علاج ومعالجہ کے لئے نظر نہ آئے تو پھر اس سے مستفید ہوا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

صحت بیمہ

مولانا محمد ارشد فاروقی ☆

۱- میڈیکل انشورنس کرانے کا کیا حکم ہے؟

عمومی احوال میں صحت بیمہ کرانا شرعی اصولوں کے خلاف ہے، اس لئے ناجائز ہے، صحت بیمہ کے عقد کا تجزیہ کیا جائے تو یہ کئی ممنوع چیزوں پر مشتمل ہے:

۱- عاقد کی مستقبل میں بیماری موہوم ہے جو تقاضائے عقد کے خلاف ہے۔

۲- عاقد کے بیمار ہونے کی صورت میں جمع کی گئی رقم سے اگر زائد صرفہ علاج پر آتا ہے تو یہ سود ہے اور اگر عاقد بیمار نہیں ہوا تو جمع شدہ رقم سے ہاتھ دھو بیٹھا، یہ میسر و جوا ہے، اس کے علاوہ اس عقد میں دھوکہ بھی ہے تو سود میسر و غرر پائے جانے کے باعث صحت بیمہ کی اجازت عمومی احوال میں نہیں دی جاسکتی، جہاں تک بات باہمی تعاون اور جذبہ خیر کی کی جاتی ہے تو اول اس کے ذرائع وتدابیر پر جواز کے حدود بہت ہیں، ورنہ نفس نفع کا پایا جانا تو میسر مین بھی ہے: ﴿إثمهما أكبر من نفعهما﴾۔

۲- صحت بیمہ کرانے والے علاج کی صورت میں کمپنی کی زائد رقم استعمال کرتا ہے تو کیا حکم ہے؟

پہلے سوال کے جواب زائد رقم کو سود تسلیم کیا گیا ہے، اس لئے استعمال درست نہیں،

☆ سرائے میر، اعظم گڑھ۔

لیکن اگر عاقد کا مرض مہلک ہے اور اس زائد رقم کے علاوہ علاج کی کوئی صورت نہیں ہے تو بوجہ ضرورت بقدر ضرورت اس رقم زائد سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جب گنجائش ہو تو زائد استعمال شدہ رقم واپس کردے، واپسی میں دشواری ہو تو صدقہ کردے۔

۳- سرکاری و نجی صحت بیمہ اداروں میں کیا فرق ہے؟

دونوں اداروں کے طریقہ کار ایک ہیں، اس لئے دونوں کا حکم بھی ایک ہے، اگر سرکاری ادارے کی بابت یہ کہا جائے کہ زائد رقم سرکاری عطیہ وتعاون ہے تو بیمار نہ ہونے کی صورت میں جو اصل رقم سوخت ہو جاتی ہے اس کی تاویل کیا ہوگی؟ اس لئے میسر وغرر کی بنیاد پر سرکاری ادارے سے صحت بیمہ کرانا ناجائز ہوگا۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جا سکتا ہے؟

سرکاری ادارہ جو علاج کی ضرورت پر زائد رقم دیتا ہے اس کو تعاون نہیں قرار دیا جا سکتا، کیونکہ تعاون کی تعریف صادق نہیں آتی یہ زائد رقم ایک ایسے عقد کے نتیجہ میں مل رہی ہے جو سود غرر پر مشتمل ہے، البتہ وقت ضرورت بقدر ضرورت استعمال کی اجازت ہوگی۔

۵- میڈیکل انشورنس کا شرعی متبادل کیا ہے؟

اگر اسلامی نظام کا قیام ہوتا ہے تو بیت المال مریضوں کا علاج کرنے کا نظم عدم استطاعت کی صورت میں کرے گا۔

ہندوستان جیسے ملک میں باہمی تعاون کے ذریعہ یہ کام انجام پائے گا جس کی مختلف صورتیں ہیں، ہر گاؤں اور ہر شہر کے اصحاب خیر ضرورت مندوں کے علاج کے لئے ایک فنڈ مختص کریں، باہمی تعاون سے معیاری ہسپتال بنائے جائیں جن میں ضرورت مندوں کا علاج مفت

کیا جائے اور با حیثیت لوگوں کے علاج سے جو فائدہ ہو اس کو غریبوں کے علاج معالجہ پر خرچ کیا جائے۔

ایک شہر کے لوگ چٹ فنڈ کے ذریعہ ہر وقت خطیر رقم جمع رکھ سکتے ہیں کوئی بیمار پڑ جائے تو اس کے علاج پر یکمشت رقم لگائی جا سکے اور پھر ہر ممبر کو جمع کی ہوئی رقم دیر سویر واپس ہو جائے۔

۶- جن ممالک نے میڈیکل انشورنس کو لازمی قرار دیا ہے وہاں جانے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

جن ملکوں نے داخل ہونے والے کے لئے صحت بیمہ کرانا ضروری قرار دیا ہے وہاں جانے والوں کے لے صحت بیمہ کرانا ضرورت شرعی کی بنیاد پر درست ہوگا اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت زائد رقم کا استعمال بھی درست ہوگا، البتہ اگر ان ملکوں میں داخل ہونے والے با حیثیت و بااثر ہوں تو اس نظام کو بدلنے کا مشورہ حکمرانوں کو ضرور دیں۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس کی شرعی حیثیت

مفتی اقبال احمد قاسمی ☆

۱۔ ''میڈیکل انشورنس'' اپنی ہیئت کے اعتبار سے ایک تعاونی بیمہ ہے، تعاونی بیمہ کے جواز پر تقریباً فقہاء کا اتفاق ہے، اور یہ عقد تبرع کی ایک قسم ہے جس کا مقصد اصلی نقصانات کی تقسیم اور مصیبت زدہ کے راحت رسانی میں اشتراک ہے، اس کے لئے جو لوگ رقومات جمع کر کے حصہ دار بنتے ہیں وہ نقصان رسیدہ شخص کے معاون ثابت ہوتے ہیں، تعاونی بیمہ گروہ کا مقصد نہ تجارت ہوتا ہے نہ دوسروں کے مال سے حصول نفع، بلکہ اپنے درمیان نقصانات کی تقسیم اور اس کی تلافی مقصود ہوتی ہے اس میں جو کمی ہوتی ہے وہ کمپنی یا حکومت اس کو پورا کرتی ہے، تعاونی بیمہ میں ''رباء الفضل'' اور ''ربا النسیئہ'' بھی نہیں ہوتا، رہا غرر وخطرہ کہ نہ معلوم اس کا فائدہ کس کو پہنچے؟ تو یہ اس لئے جواز میں مضر نہیں کہ غرر ان معاملات میں ممنوع ہے جن میں دونوں طرف سے عوض یا قرض کا تبادلہ ہو، تبرعات میں غرر سے کوئی نقصان نہیں، اور یہاں یہ عقد تبرع ہی ہے۔ ''المجمع الفقہ الاسلامی مکہ مکرمہ'' کے فقہی فیصلوں منعقدہ ۱۰ ر شعبان ۱۳۹۸ھ میں اس کے یعنی تعاونی بیمہ کے جواز پر علماء کا اتفاق ہو چکا ہے (فقہی فیصلے ر ۳۸)۔

۲- علاج معالجہ کے معاملہ میں شریعت نے ممنوعات ومحرمات کے ارتکاب کے لئے لچک رکھی ہے اور انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کی صحت کے بچاؤ کے لئے، بہت سے مواقع میں ناجائز چیزوں کو جائز رکھا گیا ہے، مثلاً سونے کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے، لیکن دانتوں کی

☆ مدرسہ اشاعت العلوم، کانپور

بیماری میں سونے کے تاروں سے دانت باندھنے کی اجازت ہے، اسی طرح ریشمی کپڑا منع ہے لیکن خارش کی وجہ سے اس کو پہننے کی اجازت ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیمار کے لئے خون و پیشاب کا پینا اور مردار کا کھانا از راہ علاج جائز ہے، بشرطیکہ کسی مسلمان طبیب نے اس میں شفایابی کی اطلاع دی ہو، اور جائز چیزوں میں اس کا کوئی بدل نہ ہو، یہی مالکیہ اور حنابلہ کا قول ہے (معارف السنن ۱/ ۲۷۹، عالمگیریہ ۵/ ۳۵۵)۔

علاج کے معاملہ میں شریعت کی نرم روش کا بھی تقاضا ہے کہ میڈیکل انشورنس میں اگر خرابی بھی ہے، لیکن علاج میں یہ طریقہ مشکل کو آسان بناتا ہے تو اس کو جائز قرار دیا جانا چاہئے۔

۳- موجودہ دور میں جبکہ مسلمانوں کے مجموعی حالات اور ضروریات کی بناپر بہت سی چیزوں میں ضرورتاً جواز نکالا جارہا ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے مطلق بیمہ کے جواز کے فیصلے تک کئے جاچکے ہیں، ایسی صورت حال میں میڈیکل انشورنس (جس کو تعاونی بیمہ کی قسم مانا جاتا ہے) اگر تعاونی بیمہ نہ بھی ہو تو حاجت وضرورت کے درجہ میں ہونے کی وجہ سے جواز کا حکم پانے کا مستحق ہے۔

امام محمدؒ کی تصریح کے مطابق ایسے ملک میں جو اصلاً ''دار الحرب'' ہو، لیکن اہل اسلام سے اس کی مصالحت ہو گویا اس کی حیثیت ''دار المعاہدہ'' کی ہو جائے تو ان سے عقود فاسدہ کے ذریعہ مال ونفع کا حصول مسلمان کے لئے جائز ہے۔

"فلو أن أهل دار من دار الحرب وادعوا أهل الإسلام فدخل إليهم مسلم وبايعهم بالدرهمين لم يكن بذلك بأس: لأن بالموادعة لم تصر دارهم دار الإسلام" (الشرح الکبیر ۴/ ۱۴۹۳)۔

(اگر دار الحرب کے لوگ اہل اسلام سے صلح کرلیں پھر کوئی مسلمان ان کے ملک میں جائے اور دو درہم کے بدلے ایک درہم خرید کرلے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ مصالحت کی وجہ سے ان کا ملک دار الاسلام نہیں بن جاتا)۔

خلاصہ یہ کہ ''میڈیکل انشورنس'' اولاً ممنوع بیمہ کے تحت داخل نہیں، ثانیاً علاج معالجہ میں بہت سی ممنوعات حد جواز میں آجاتی ہیں، ثالثاً میڈیکل انشورنس اگر ممنوع بیمہ کی ایک قسم ہوتو بھی ہندوستانی سماج میں بربنائے حاجت وضرورت اس کی گنجائش ہوگی۔

لہذا موجودہ حالات میں مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں میڈیکل انشورنس جائز ہے، اس اصل حکم کے بعد باقی جزئیات کا حکم نمبروار حسب ذیل ہے:

۱- میڈیکل انشورنس کے جواز میں یہ تفصیل ہے کہ وہ غیر مستطیع حضرات جو علاج کی حیثیت نہیں رکھتے ان کے لئے بربنائے حاجت میڈیکل انشورنس کرانا تو جائز ہے، مستطیع اور باحیثیت لوگوں کے لئے جواز اس وقت ممکن ہے جب اس کو تعاونی بیمہ کی ایک قسم تسلیم کرلیا جائے، ورنہ اس کا جواز ضرورت تک محدود رہے گا۔

۲- جن کے لئے میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت ہے ان کے لئے اس کے نتیجے میں علاج سے مستفید ہونا بھی جائز ہے۔

۳- ضرورت مند کا مقصد میڈیکل انشورنس کراکر علاج کی سہولت حاصل کرنا ہے۔ کمپنیوں کے مقاصد کے اختلاف سے انشورنس کرانے والے کے لئے حکم نہ بدلے گا اور ''**الامور بمقاصدها**'' کی بنا پر خود کمپنیوں کی نیت کے اعتبار سے کمپنی جائز یا ناجائز کام کی مرتکب کہلائے گی محض نفع خوری کی نیت ہوگی تو بیمہ کا یہ کاروبار حرام ہوگا، ورنہ جائز رہے گا۔

۴- سرکاری یا غیر سرکاری ادارے علاج کے لئے مریض پر اس کی جمع سے زائد رقم جو خرچ کرتے ہیں یہ ادارہ کی طرف سے مریض کا تعاون ہے، اس لئے جائز ہے۔

۵- میڈیکل انشورنس کی موجودہ شکل بھی تعاونی بیمہ ہونے کے باعث حد جواز میں ہے، لیکن جو بالکل غریب افراد ہیں ان کے لئے استفادہ کی اس میں کوئی راہ نہیں، یعنی جو انشورنس کرانے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے وہ علاج سے بھی محروم ہیں، اس لئے ایسے غریب افراد کے لئے بھی اسکیم میں کوئی ترتیب بنانی چاہئے، یا کم از کم مخصوص فنڈ و صدقات وخیرات کا ایک

حصہ اس میں فراہم کر کے غریبوں کے لئے گراں علاج کی سہولت فراہم کرنی چاہئے تا کہ اصل مقصد کی تکمیل ہو سکے۔

۶- ''جبری انشورنس'' میں انسان مجبور ہے اس میں مجبوری کے تحت آنے والے افراد تو معذور ہی ہیں، لیکن جبکہ انشورنس کرانا ہی جائز ہے تو مجبور وغیر مجبور سب کے لئے گنجائش ہے، اور گراں علاج سے بچنے کی سہولت کا فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے، خصوصاً حاجت مند افراد کے لئے جواز واضح ہے۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس اور اس کا شرعی حکم

مفتی سعید الرحمن قاسمی ☆

میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) سے متعلق بھیجے گئے سوالات کے جوابات بالترتیب قلم بند کئے جارہے ہیں:

۱- عام حالات میں میڈیکل انشورنس کرانا شرعاً ناجائز وحرام ہے اس لئے کہ یہ قمار (جوا) سود اور غرر پر مشتمل ہے اور یہ تینوں چیزیں شریعت اسلامیہ کی نظر میں ناجائز وحرام ہیں۔ اس میں قمار (جوا) اس طور پر حرام ہے کہ پالیسی ہولڈر ایک موہوم بیماری کے علاج ومعالجہ کے لئے ایک متعینہ رقم جمع کرتا ہے اگر وہ اس مدت متعینہ کے اندر بیمار نہیں پڑتا ہے تو پالیسی ہولڈر کو اس کی جمع شدہ رقم واپس نہیں ملتی ہے اور یہی قمار ہے اور اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (سورۂ مائدہ:۹۰)۔

(اے ایمان والو! شراب، جوا پوجا کے بت اور جوئے کے تیر یہ سب شیطان کے گندے اعمال ہیں، لہذا تم ان سے پرہیز کروتا کہ کامیاب ہو جاؤ)۔

اور اس پالیسی کے اختیار کرنے میں سود اس طور پر ہے کہ جو رقم جمع کی جاتی ہے بیمار پڑنے پر اس سے زیادہ رقم کے ذریعہ علاج ومعالجہ کرانے کا معاہدہ ہوتا ہے اور یہی سود ہے، اس

☆ مفتی امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

لئے کہ زائد رقم سے جو استفادہ کیا جائے گا وہ خالی عن العوض ہے اور اس کی حرمت بھی نص قطعی سے ثابت ہے، حق سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

﴿أحل الله البيع وحرم الربا﴾ (سورۂ بقرہ:۲۷۵)۔

(اللہ رب العزت نے خرید وفروخت کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام)۔

اور اس پالیسی میں غرر (دھوکہ) یہ ہے کہ یہ معاملہ ومعاہدہ امکانی خطرے کے پیش نظر ہوتا ہے جو موہوم ہے یعنی فی الواقع پیش آ بھی سکتا ہے، اور نہیں بھی آ سکتا ہے اور اسی کا نام غرر ہے جس کی ممانعت حدیث شریف سے بالکل واضح ہے۔

"نهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر" (صحیح مسلم)۔

(رسول اللہ ﷺ نے کنکری کے ذریعہ بیع اور غرر کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

۲-۳-۴- اگر کسی شخص نے بیمہ کرایا ہے تو وہ اپنی جمع شدہ رقم ہی سے استفادہ کر سکتا ہے اس سے زائد رقم سے استفادہ اس کے لئے جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ سود ہے، اور سودی رقم کا حکم یہ ہے کہ اس کو اپنے ذاتی کسی بھی مصرف میں اس کا استعمال نہیں کر سکتے ہیں، بلکہ بلا نیت ثواب صدقہ کرنا ہوگا، اور اس کی نظیر کتب فقہ کا وہ جزئیہ ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ قرض دے کر اس سے زائد رقم لینے کو ربا قرار دیا ہے۔

"کل قرض جر نفعاً فهو ربا" (الدر المختار)۔

لیکن اگر بیمہ کرانے والا ایسے مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا کہ جس کے علاج ومعالجہ پر خطیر رقم صرف ہوگی جس کے لئے اس کی جمع شدہ رقم ناکافی ہے اور علاج کرانے کے لئے اسے کوئی قرض دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے اور علاج نہیں کرایا گیا تو جان کی ہلاکت کا ظن غالب ہے تو ایسی صورت میں بدرجۂ مجبوری اس کے لئے اس اضافی رقم سے استفادہ جائز ہونا چاہئے جس طرح سے کہ مضطر کے لئے جان بچانے کی خاطر مردار اور خنزیر کے گوشت کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے، البتہ صحت یابی کے بعد جو اضافی رقم صرف ہوئی ہے اس کی واپسی لازم

وضروری ہوگی۔

واضح رہے کہ مذکورہ جواب اس صورت میں ہے جب کہ غیر سرکاری ادارہ سے صحت بیمہ کرار با ہو اور اگر سرکاری ادارہ سے کرایا ہو تو راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اضافی رقم سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہونی چاہئے ،اس لئے کہ اس صورت میں اضافی رقم سرکار کی جانب سے امداد وتعاون سمجھا جائے گا، کیونکہ ملک کے ہر شہری کو تحفظ دینا اور بوقت ضرورت اس کی امداد وراحت رسانی کے کام انجام دینا سرکار کی ذمہ داری ہے۔

۵- اس کی شرعی اور جائز متبادل صورت یہ ہے کہ جہاں امارت شرعیہ قائم ہے اور وہاں بیت المال کا نظام ہے تمام مسلمان اس میں اپنی زکاۃ ،عشر ودیگر صدقات واجبہ کی رقم جمع کریں اور وہاں سے ایسے مریضوں کا علاج کرایا جائے اور جہاں یہ نظام قائم نہ ہو وہاں صوبائی یا ضلعی یا محلہ کی سطح پر اجتماعی طور پر زکاۃ ودیگر صدقات واجبہ کی رقم جمع کی جائے اور وہاں سے مریضوں کی امداد ہو۔

واضح رہے کہ اس تنظیم کا ذمہ دار ایسے افراد کو بنایا جائے جو متدین ،امانت دار اور پابند شرع ہوں تا کہ رقم صحیح مصرف میں صرف ہو۔

۶- جن ملکوں میں وہاں کے باشندوں کے لئے صحت بیمہ کروانا لازم وضروری ہے، وہاں بدرجۂ مجبوری اس کے لئے صحت بیمہ کرانے کی شرعاً اجازت ہوگی ،اس لئے اصول فقہ کا مسلمہ ضابطہ ہے:

"الضرورات تبيح المحظورات" (الاشباہ والنظائر)۔

(مجبوریاں ممنوعات کو جائز قرار دیتی ہیں)۔

البتہ اضافی رقم سے فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں وہی تفصیل ہے جو جواب نمبر ۲، ۳، ۴ میں تحریر کی گئی ہے۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس

مولانا محمد ابرار خان ندوی ☆

تمہید:

ماحولیاتی عدم توازن، غذائی اشیاء میں ملاوٹ، اخلاقی زوال، دل و دماغ کو نقصان پہنچانے والے مشروبات و ماکولات کا استعمال، صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری اصول وضوابط کی عدم رعایت کی وجہ سے ایڈز و کینسر اور اس جیسے دیگر مہلک وسنگین امراض پیدا ہوتے جارہے ہیں، تو وہیں دوسری طرف میڈیکل سائنس نے بھی حیرت انگیز حد تک ترقی کی ہے، اور طبی تحقیقات کے ذریعہ مہلک وپیچیدہ ترین امراض کا علاج دریافت کرلیا گیا ہے، البتہ بعض نئے امراض کے علاج تک میڈیکل سائنس کی ابھی رسائی نہیں ہو پائی ہے، لیکن تحقیق وریسرچ کا کام جاری ہے، اور انشاء اللہ ایک دن وہ ضرور آئے گا کہ ان امراض کا علاج دریافت کرلیا جائے گا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ''ہر مرض کی دوا موجود ہے'' (المستدرک للحاکم مع التلخیص للذہبی ۴؍۲۰۰، کتاب الطب، دار المعرفہ بیروت)۔

جدید میڈیکل سائنس نے ان پیچیدہ وسنگین امراض کا علاج تو دریافت کرلیا ہے، مگر جدید طبی ذرائع وسائل سے علاج اتنا گراں ہے کہ عام ومتوسط آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، کسی فرد یا بینک سے سودی قرض لئے بغیر علاج کرانا مشکل ہے، کیونکہ آج انسانی جذبہ تعاون مفقود

☆ جامعۃ الہدایہ، جے پور، راجستھان۔

ہے، اس لئے حکومت نے ''میڈیکل انشورنس'' (صحت بیمہ) کا پروگرام شروع کیا ہے، تا کہ علاج ومعالجہ آسان ہو سکے۔

حکومت ہند کا انشورنس کا مرکزی ادارہ ''جنرل انشورنس کارپوریشن آف انڈیا'' ہے، جس کا ایک شعبہ ''میڈیکل انشورنس'' کا ہے، اور اس شعبہ کو مذکورہ ادارہ کی زیرنگرانی چار ذیلی ادارے چلا رہے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱-یونائیٹڈ انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹیڈ۔

۲-اورینٹل انشورنس کمپنی لمیٹیڈ۔

۳-نیشنل انشورنس کمپنی لمیٹیڈ۔

۴-نیوانڈیا انشورنس کمپنی لمیٹیڈ۔

مذکورہ چاروں اداروں کے اصول وضوابط تقریبا یکساں ہیں۔

میڈیکل انشورنس ایک تعارف:

انشورنس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف عمر کے افراد کے لئے الگ الگ انشورنس کی رقم متعین ہوتی ہے، اور ہر سال قسط کی شکل میں ایک متعین رقم جمع کرنی ہوتی ہے، اور اس سال کسی پیچیدہ بیماری میں مبتلا ہونے پر داخل اسپتال شخص کا علاج کمپنی برداشت کرتی ہے، (جس رقم کی زیادہ سے زیادہ حد معاملہ کے وقت متعین ہوتی ہے اس سے علاج کرایا جاتا ہے) اور اس سال بیمار نہ ہونے کی صورت میں جمع کی ہوئی رقم واپس نہیں ملتی ہے، پھر اگلے سال کے لئے مقرر قسط جمع کرنی ہوتی ہے۔

نیز سرکاری انشورنس کمپنیوں کے علاوہ کچھ پرائیوٹ کمپنیاں مثلاً ٹاٹا کی AIG کمپنی، ICICI بینک، HDFC بینک وغیرہ کمپنیاں بھی میڈیکل انشورنس کر رہی ہیں، البتہ ان کا مقصد نفع اندوزی ہے، اس لئے ان کی پالیسی بڑی جاذب نظر و لبھانے والی ہے، لیکن ان کی شرائط زیادہ سخت ہیں۔

میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم:

سرکاری میڈیکل انشورنس کمپنیوں کا مقصد سماجی خدمت، اور پرائیوٹ کمپنیوں کا مقصد نفع اندوزی ہے، لیکن یہاں اس سے بحث نہیں ہے، مقاصد کچھ بھی ہوں اس سے عام لوگوں کو ج و معالجہ کی سہولت حاصل ہے، بعض امراض کے لئے اتنا پیسہ درکار ہوتا ہے کہ ایک ایسے اسپتال میں جہاں علاج کے لئے تمام سہولیات مہیا ہوں، ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ وہ اپنا علاج وہاں کرا سکے، لیکن صحت انشورنس کے ذریعہ یہ چیز آسان ہے کہ آدمی صحت کی حالت میں تھوڑی تھوڑی رقم قسطوں میں جمع کرتا رہے اور بیمار ہونے پر اس سے فائدہ اٹھائے۔

سوشل سیکورٹی و سماجی خدمت و تحفظ یہ ایک خوشنما عنوان ہے، ورنہ عملی طور پر اس کا جائزہ بتاتا ہے کہ حکومت کا مقصد خدمت نہیں ہے، اگر مقصد خدمت ہوتا تو غربا اور متوسط طبقے کے وہ افراد جو اپنا علاج کرانے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں حکومت ان کا بالکل مفت علاج کراتی، اور صحت بیمہ کرانے والوں کو بیمار نہ ہونے کی صورت میں پیسہ واپس کرتی۔

میڈیکل انشورنس کے عدم جواز کے کئی اسباب ہیں:

پہلا سبب:

اس میں غرر کثیر پایا جاتا ہے، وہ اس طور پر کہ انشورنس مستقبل میں پیش آنے والی امکانی بیماری پر ہو رہا ہے اور بیماری کا پیش آنا غیر یقینی و موہوم ہے، اور پیش نہ آنے کی صورت میں اس کی جمع شدہ رقم بلا عوض چلی جائے گی، غرض غرر کثیر انشورنس کا جز لاینفک ہے، اور معاملات میں غرر کثیر ناجائز ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے:

"نهى رسول اللهﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر"

(اللہ کے رسول ﷺ نے کنکریوں کے ذریعہ خرید و فروخت کرنے اور دھوکہ والی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ معاملات میں غرر اور ربا یہ دونوں چیزیں ظلم ہیں، اور ظلم حرام ہے، اور کسی بھی معاملہ میں فریقین میں سے ایک کو غرر لاحق ہو تو وہ معاملہ ناجائز ہوگا، علامہ موصوف نے اس پر بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے:

(ان عوضی وتقابلی چیزوں میں اصل یہ ہے کہ دونوں جانب برابری ہو، اگر ان میں سے کسی میں غرر یا ربا شامل ہے تو یہ ظلم ہے، اور اللہ نے ان دونوں چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، جس نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور اپنے بندوں پر بھی حرام کیا ہے، اگر متعاقدین میں سے ایک قیمت کا مالک ہو جائے اور دوسرے کو غرر لاحق ہو تو وہ معاملہ درست نہیں ہوگا) (مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲۹/۱۰۷)۔

غرر کثیر کے عدم جواز پر علماء کا اتفاق ہے، بلکہ یہ فقہی قاعدہ بن گیا ہے کہ غرر کثیر سے معاملات نادرست قرار پاتے ہیں۔

"**الغرر الكثير يفسد العقود دون يسيرة**" (جمہرۃ القواعد الفقہیۃ ۱/۳۰۷، دکتور علی احمد ندوی)۔

(غرر کثیر سے معاملات فاسد ہو جاتے ہیں الا یہ کہ وہ معمولی ہو)۔

غرر کی تعریف شیخ شریف جرجانی نے ان الفاظ میں کی ہے:

"**الغرر: ما يكون مجهول العاقبة لا يدرى أيكون أم لا**"۔

(غرر اس چیز کو کہتے ہیں جس کا نتیجہ مجہول ہو، اس کا وجود عدم و وجود معلوم نہ ہو سکے) (کتاب التعریفات للجرجانی/۱۸۴ دار الرشاد قاہرہ)۔

۲- دوسرا سبب:

خطر ہے اور خطر ومخاطرہ کہتے ہیں کہ فریقین میں سے کسی ایک کے لئے نفع کی شرط ایسی چیز پر ہو جس کا وجود عدم و وجود موہوم ہو۔

تیسرا سبب:

صحت بیمہ کے عدم جواز کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بیمار نہ ہونے کی صورت میں رقم واپس نہ کرنے کی شرط ہے اور یہ معاملات میں ایسا کرنا قطعاً درست نہیں ہے، فقہاء نے تجارت

کے اندر معاملہ طے نہ ہونے پر بیعانہ کی رقم واپس نہ کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

سابق مفتی اعظم مجاہدین فلسطین شیخ سید سابق (۱۹۱۵-۲۰۰۰ء) فرماتے ہیں:

(بیع عربون کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی چیز خریدے اور بائع کو کچھ قیمت ادا کردے، اگر بیع ہو جائے تو وہ قیمت میں شمار کرلیا جائے، اور اگر بیع نہ ہو تو اس کو بائع لے لے گا، اس طور پر کہ وہ مشتری کی جانب سے ہبہ ہے، جمہور فقہاء کا اس بیع کے عدم صحت پر اتفاق ہے، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع عربون سے منع کیا ہے) (فقہ السنۃ ۳/۱۴۰)۔

میڈیکل انشورنس کمپنی کا رقم واپس نہ کرنا یہ ظلم صریح ہے، اور دوسرے کی رقم کو ناجائز طور پر ضبط کرنا ہے، اور یہ اللہ کے اس فرمان کا مصداق ہے۔

"لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل" (سورۂ نساء:۲۹)۔

(آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ)۔

نیز یہ "میسر" (جوا) ہے۔جس کو قرآن نے شیطان کا گندا عمل کہا ہے اور اس سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے۔

آیت کی تفسیر میں علامہ ابن القیم الجوزیؒ فرماتے ہیں:

"يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان، فاجتنبوه لعلكم تفلحون......" (سورۂ مائدہ:۹۰)۔

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی) اس کی تفسیر میں علامہ ابن القیم الجوزیؒ فرماتے ہیں: "ودخل كل اكل مال بالباطل" (اعلام الموقعین ۴/۳۲) اس میں ہر وہ مال شامل ہے جو باطل طریقہ سے کھایا جائے۔

میڈیکل انشورنس کی بابت مفتی رشید احمد صاحب کا فتوی:

برصغیر ہندوپاک کی معروف علمی شخصیت مفتی رشید احمد صاحب کا بھی فتوی صحت بیمہ کے ناجائز ہونے کا ہے، استفتاء جواب نقل کئے جاتے ہیں:

سوال: امریکہ میں میڈیکل (علاج معالجہ) کی سہولتیں پرائیویٹ اداروں کے سپرد ہیں، حکومت وقت کی طرف سے لوگوں کے علاج کے لئے ہسپتال وغیرہ کا انتظام نہ ہونے کے برابر ہے، حکومت کا کہنا ہے کہ مریض کو چونکہ اچھے سے اچھے علاج اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے، اور پرائیویٹ ادارے زیادہ خوش اسلوبی سے علاج معالجہ کی سہولتیں بہم پہنچا سکتے ہیں، عام لوگوں نے علاج کے لئے پرائیویٹ کمپنیوں سے انشورنس (بیمہ) کرایا ہوتا ہے، ضرورت پڑنے پر مریض کے تمام اخراجات انشورنس کمپنی ہسپتال کو ادا کر دیتی ہے، انشورنس کمپنی بیمہ کرانے والے سے ماہانہ کچھ رقم وصول کرتی ہے، کیا امریکہ جیسے ماحول اور صورت حال میں اس مقصد کے لئے انشورنس کرانا جائز ہے؟

جواب: جائز نہیں ہے، واللہ اعلم (احسن الفتاوی ۷/ ۲۵)۔

جمع شدہ رقم سے زائد رقم کا علاج میں استعمال؟

جمع شدہ رقم کی حیثیت قرض کی ہے، اور قرض سے منافع حاصل کرنا ناجائز ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"کل قرض جر منفعة فهو ربا".

(ہر وہ قرض جس سے کوئی فائدہ حاصل ہو وہ سود ہے) (کنز العمال ۶/ ۲۳۸، حدیث ۱۵۵۱۶، موسسۃ الرسالۃ بیروت)۔

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے اور قرض لینے والا اسے کوئی ہدیہ وتحائف پیش کرے تو اس کو مت قبول کرو۔

''إذا أقرض أحدكم قرضافاهدى إليه طبقا فلا يقبله أو حمله على دابته فلا يركبها، إلا أن يكون جرى بينه وبينه قبل ذلك(عن السنن)'' (کنز العمال ۲۳۸/۶، حدیث ۱۵۵۱۵)۔

(جب تم سے کوئی کسی کو قرض دے تو وہ (قرض دار) اسے تشتری ہدیہ دے تو اسے چاہئے کہ قبول نہ کرے، یا اسے اپنی سواری پر سوار کرے تو وہ اس میں سوار نہ ہو، الا یہ کہ پہلے سے ہی ان کے درمیان اس طرح کا معمول رہا ہو)۔

نیز علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں:

(اگر مقروض قرض خواہ کو باعتبار وزن قرض سے زائد واپس د۔ ے، تو اگر اتنی زیادتی ہے جو دو وزنوں میں ہوا کرتی ہے اس طور پر کہ وہ ایک میزان میں ظاہر ہو دوسری میں (زیادتی) ظاہر نہ ہو تو جائز ہے، اور ایک یا دو درہم کی مقدار زیادہ ہے، وہ درست نہیں ہے) (ردالمحتار ۱۷۴/۴)۔

میڈیکل انشورنس کا پروگرام چلانے والی کمپنیاں مریض کی جمع شدہ رقم سے جو زائد پیسہ اس کے علاج میں صرف کرتی ہیں وہ ربا وسود ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ صحت بیمہ کرانے والے بہت سے افراد بیمار نہیں ہوتے اور ان کی رقم ضبط ہو جاتی ہے، تو ا ن کا علاج دوسروں کی ناجائز طور پر ضبط شدہ رقم سے کیا جارہا ہے اور یہ ناجائز ہے، نیز آج کل بہت زیادہ شرح فیصد پر سودی قرض دینے کا عام رواج ہے، تجار اور بڑی تجارت پیشہ کمپنیاں سودی قرض لیتی ہیں تو امکان قوی ہے کہ یہ کمپنیاں بھی سودی قرض دیتی ہوں گی اور سود کے ذریعہ حاصل ہ ونے والا زائد پیسہ اس کے علاج میں خرچ کیا جاتا ہوگا، تو سود کا استعمال وہ بھی اپنی رقم پر ملنے والا سو د درست نہیں ہے، ورنہ اس دور میں یہ جذبہ تعاون وانسانی ہمدردی ا ور دولت کے پرستاروں کے پاس کہاں کہ دوسرے کا علاج اپنی محنت کی کمائی سے کریں۔

قانونی مجبوری کے تحت میڈیکل انشورنس کا حکم:

جن ممالک میں داخلہ کے لئے میڈیکل انشورنس قانونا ضروری ہے، تو جن لوگوں کی

آمد ورفت تجارتی مقاصد کے لئے ضروری ہے، اسی طرح دعوت وتبلیغ یا کسی علمی ودینی مجلس میں شرکت کے لئے جانا ضروری ہو، یا مسلم ممالک کے سفراء کا وہاں قیام وداخلہ سفارتی تعلقات برقرار رکھنے کے لئے لازم ہوتا ہے تو "الضرورات تبیح المحظورات" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۹۴) کے تحت ان تمام لوگوں کے لئے صحت بیمہ کرانے کی اجازت ہوگی، ورنہ اقتصادی، دینی، دعوتی وسفارتی تعلقات کونقصان پہنچے گا، البتہ سیر وتفریح اور سیاحت کے لئے جانے والوں کے لئے اس کا جواز نہیں ہوگا۔

وہ مسلمان جو وہاں کے مستقل باشندے ہیں یا ان کوحقوق شہریت ملے ہوئے ہیں، ان کے لئے صحت بیمہ قانونا لازم ہے، ورنہ ملکی قانون کی خلاف ورزی کے الزام میں بہت سی دشواریوں وپریشانیوں میں مبتلا ہونے کا قوی خطرہ ہے اور کسی بھی ملک میں وہاں کے شہریوں پر اس کے ملک کے قانون کی پاسداری لازم ہوتی ہے، لیکن کوئی بھی قانون جو اسلامی احکام سے متصادم ہو اور مزاج شریعت سے میل کھاتا ہے، اس سے مسلمانوں کے لئے اجتناب بھی ضروری ہے، اور جہاں تک ممکن ہو اس طرح کے قانون کے خاتمہ کی جدوجہد کریں، قانون کی منسوخی مشکل ہو تو کم از کم اس سے مسلمانوں کو مستثنی رکھنے کا مطالبہ کریں، اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں اس کو برا سمجھیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان" (سنن النسائی بشرح السیوطی، ۸/۱۱۱، باب تفاضل اہل ایمان، دار احیاء التراث العربی)۔

(تم میں سے کوئی کسی منکر کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روک دے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے)۔

مگر حالات نامساعد ہوں اور مسلمان اس پوزیشن میں نہ ہوں کہ اس قانون کی مخالفت کر سکیں، بلکہ مخالفت وخلاف ورزی کی صورت میں وہاں مقیم مسلمانوں کے ملی وجود کو خطرہ ہو سکتا ہے، اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ موجودہ عالمی نظام میں اجتماعی ہجرت بھی تقریبا ناممکن ہے، لہذا جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی خاطر اور پوری ملت کو اجتماعی ضرر سے بچانے اور حقوق شہریت کو برقرار رکھنے کے لئے صحت بیمہ کرانا مجبوری وضرورت ہے اور ضرورت کے وقت بہت سی ممنوعات کی گنجائش ہو جاتی ہے، انہیں ممنوعات میں سے ایک ممنوع صحت بیمہ ہے۔

علامہ سیوطی نے ضرورت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"فالضرورة: بلوغه حدا إن لم يتناوله الممنوع هلك أو قارب، وهذا يبيح تناول الحرام" (الاشباہ والنظائر للسیوطی ر ۸۵)۔

(ضرورت کی تعریف یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر ممنوع چیز کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا یا ہلاک ہونے کے قریب پہنچ جائے گا تو ایسی صورت میں حرام کا استعمال مباح ہے)۔

علامہ ابن نجیم نے "الضرر یزال" کے تحت یہ فروعی قاعدہ تحریر کیا ہے:

"مفسدتان روعى أعظمها ضررا بارتكاب أخفهما" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ر ۹۸، دار الفکر بیروت دمشق)۔

(جب دو مفسدوں میں تعارض ہو جائے تو زیادہ ضرر والے کے مقابلہ کم ضرر والے مفسدہ کو اپنایا جائے گا)۔

نیز علامہ ابن نجیم مصریؒ نے امام زیلعی کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے:

"أن من ابتلى ببليتين وهما متساويان يأخذ بأيتهما شاء، وإن اختلفا يختار أهونهما؛ لأن مباشرة الحرام لاتجوز إلا للضرورة، ولا ضرورة في حق الزيادة" (الاشباہ والنظائر ر ۹۸)۔

(کوئی آدمی دو آزمائشوں سے دوچار ہو اور وہ دونوں برابر ہوں تو ان میں سے جس کو چاہے اختیار کرلے، اور اگر وہ دونوں مختلف ہوں تو ان میں سے کم مضرت والی کو لے لے گا، اس لئے کہ حرام کا ارتکاب صرف ضرورت کے وقت جائز ہے، اور زیادہ ضرورت میں شامل نہیں ہے)۔

وہاں مقیم مسلمانوں کے لئے ''صحت بیمہ'' سے کوئی مفر نہیں ہے، لہذا ''إذا ضاق الامر إتسع'' (۳) کے تحت اس کی اجازت ہوگی۔

نیز صحت بیمہ کے عدم جواز کی ایک وجہ غرر ہی ہے، اور معاملات میں جب غرر سے بچنا محال ہو تو غرر کے ساتھ معاملہ کرنا درست ہے۔

علامہ ابن قیم جوزی فرماتے ہیں:

''فليس كل غرر سبب للتحريم، والغرر إذا كان يسيرا أولا يمكن الإحتراز منه، لم يكن مانعا من صحة العقد'' (زاد المعاد ۵/ ۸۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ مکتبۃ المنار الاسلامیہ)۔

ہر غرر حرمت کا باعث نہیں ہوتا ہے، اگر غرر معمولی ہو یا اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو معاملہ کے درست ہونے میں وہ مانع نہیں ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے باشندوں یا وہاں سے باہر آنے والوں کے لئے قانونا لازم ہے تو قانونی مجبوری کے تحت اور بہت سے مفاسد سے بچنے کے لئے اس کی اجازت ہوگی، اور بیمار پڑنے پر انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانے کی بھی اجازت ہوگی، البتہ اپنی جمع شدہ رقم سے زائد سے مستفید ہونے کی اجازت نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہاں صحت بیمہ کرانا قانونی مجبوری ہے، اور وہ مجبوری واضطرار کی حالت میں صرف ضرورت بھر ہی عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

سرکاری و پرائیوٹ کمپنیوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں:

سرکاری و پرائیوٹ میڈیکل انشورنس کمپنیوں میں جمع شدہ رقم کی حیثیت قرض کی ہے اور قرض سے فائدہ حاصل کرنا ربا وسود ہے، اگرچہ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ رعایا کی دیکھ ریکھ کرے، اوران کے علاج معالجہ کی فکر کرے اور انہیں ہر ممکن سہولت بہم پہنچائے، اس لحاظ سے تو حکومت کا اپنی طرف سے اس کے علاج میں زائد رقم خرچ کرنا اور مریض کا اس سے استفادہ جائز ہونا چاہئے، لیکن یہاں یہ مشروط ہے کہ حکومت صرف صحت بیمہ کرانے والوں کو یہ سہولت دیتی ہے جن کا بیمہ نہیں ہے ان کو نہیں، لہذا یہ "کل قرض جرمنفعة فهو ربا" (کنز الاعمال ۶/ ۲۳۸ حدیث ۱۵۵۱۶) کے تحت داخل ہے۔

تجاویز ومشورے:

میڈیکل انشورنس کے انفرادی و اجتماعی زندگی میں کچھ دنیاوی فوائد ضرور ہیں، لیکن اس میں غرر کثیر، قمار اور خطر پایا جاتا ہے جس کی بنا پر یہ ناجائز ہے اور ظاہری فوائد وسہولیات کے مقابلہ اس کے دنیاوی واخروی نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

نیز ایسا بھی نہیں ہے کہ میڈیکل انشورنس کی مروجہ صورت کے علاوہ علاج معالجہ بالکل ناممکن ہو یا عموم پایا جاتا ہو کہ اس کو اختیار کرنا ضروری ہو، یہ بھی نہیں ہے۔

شریعت اسلامی جو آفاقی و ہمہ گیر شریعت ہے، اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، حیات انسانی کا کوئی گوشہ نہیں ہے جس میں شریعت رہنمائی و رہبری نہ کرتی ہو، قیامت تک پیش آمدہ مسائل ومشکلات اور نت نئے معاملات کا واضح مفید وقابل قبول حل صرف اور صرف اسلامی شریعت میں موجود ہے۔

غریب متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے جو لوگ اپنے علاج کے مصارف برداشت نہیں کر سکتے ہیں، ان کے علاج ومعالجہ کے لئے شریعت کی تعلیمات کی روشنی میں ایسی شکلیں ممکن

ہیں،جن کو اپنانے سے ہر شخص کو علاج کرانا آسان ہوگا، اس سلسلہ میں چند تجاویز پیش خدمت ہیں:

۱-زکوۃ وصدقات سے علاج:

اسلام کے نظام زکوۃ کا بنیادی فائدہ یہ ہے کہ اس سے جہاں مالداروں کا مال پاک ہوتا ہے، وہیں غربا و ساکین کی امداد و نصرت ہوتی ہے، اہل حاجت، پریشان حال، یتیم و بے سہارا، اپاہج ومعذور، بیوہ ومریض اور ضرورت مند کی کفالت ہوتی ہے، لہذا زکوۃ کے مال سے ان کا علاج کرادیا جائے، یعنی بیماروں کو زکوۃ کی رقم دی جائے تا کہ وہ اپنا علاج کراسکیں، اور اگر زکوۃ کی رقم علاج کے لئے ناکافی ہوتو شریعت نے اصحاب ثروت پر زکوۃ کے علاوہ بھی رقم واجب کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن فی المال لحقا سوی الزکوۃ" (سنن الترمذی ۴۸/۳، باب ماجاء ان فی المال حقا سوی الزکاۃ، دارالحدیث للازہر قاہرہ)۔

اور علامہ سید سابقؒ نقل فرماتے ہیں:

(تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ زکوۃ دینے کے بعد بھی اگر مسلمانوں کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو اس میں مال صرف کرنا ضروری ہے، امام مالکؒ کہتے ہیں کہ لوگوں پر اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانا واجب ہے، چاہے اس میں ان کا پورا مال لگ جائے، اور یہ اجماع ہے)' (فقہ السنۃ ۳۶۸/۱، دارالکتاب العربی بیروت)۔

نیز اس کی کوئی حد یا نصاب متعین نہیں ہے، بلکہ دینے والے کی حیثیت اور جس کو دیا جاتا ہے اس کی ضرورت کا اعتبار ہے۔

شیخ سید سابقؒ نقل فرماتے ہیں:

(زکوۃ کے علاوہ مال ان اصناف میں خرچ کرنے کے لئے نہ زمانہ کی قید ہے اور نہ ہی کسی مقررہ نصاب کا مالک ہونے کی شرط، اور نہ ہی مملوکہ مال کے اعتبار سے مقررہ مقدار خرچ کرنے کی تعیین ہے، مثلاً دسواں حصہ، یا دسویں کے دسویں کا چوتھائی، بلکہ یہ مطلق احسان کرنے کا حکم ہے جس میں دینے والے کی سہولت وحیثیت اور جسے دیا جارہا ہے اس کی حالت کا اعتبار ہوگا) (فقہ السنۃ ۱/ ۳٦۹)۔

زکوۃ کے علاوہ مالداروں کے مال میں فقراء واہل حاجت کا حق ہے، اگر ضرورت کے وقت ان کا یہ حق نہ دیا جائے تو سرمایہ داران کا حق روکنے کا مجرم اور اس پر زیادتی کرنے کا مرتکب ہے۔

علامہ ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں:

"ومانع الحق باغ على أخيه الذى له حق" (المحلی لابن حزم ٦/ ۱۵۹)۔

(اپنے بھائی کو اس کا حق نہ دینے والا اس پر زیادتی کرنے والا ہے)۔

نیز اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"من لم يهتم بأمر المسلمين فليس منهم" (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۱۰/ ۲٤۸، کتاب الزہد، دار الکتب العربی بیروت)۔

جو مسلمانوں کے معاملات کی فکر نہ کرے وہ ان میں سے نہیں ہے۔

اور جابجا اللہ کے رسول ﷺ نے ان لوگوں کے لئے بد دعا بھی فرمائی ہے جو خود تو آسودہ وخوشحال ہوں، اور کوئی مسلمان بھوکا پیاسا رات بسر کرے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"أيما أهل عرصة أصبح فيهم امرؤ جائعا، فقد برئت منهم ذمة الله" (الترغیب والترہیب ۲/ ۵۸۲ دار الایمان دمشق بیروت)۔

(کسی بھی مقام کے باشندے ہوں، اگر ان میں کوئی شخص بھوکے ہونے کی حالت

میں صبح کرے تو ان پر اللہ کا ذمہ نہیں ہے)۔

دوسری حدیث میں ہے:

(ابو محمد کہتے ہیں، اور کوئی شخص صاحب حیثیت ہو، اور وہ اپنے مسلمان بھائی کو، بھوکا، برہنہ و بے سہارا پائے اور اس کی مدد نہ کرے، تو بلا شبہ اس نے اس پر رحم نہیں کیا) (المحلی لابن حزم ۶/۱۵۷)۔

الغرض صاحب حیثیت و اہل ثروت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ نادار وغریب مسلمانوں کے علاج ومعالجہ کی فکر کریں، اور انہیں بیماری میں تڑپ تڑپ کر اور بلا علاج شدت مرض میں کراہتے ہوئے زندگی گذارنے اور ہلاک ہونے سے بچانے کی کوشش کریں، بلکہ ان پر ایسا کرنا واجب ہے۔

سید سابق فرماتے ہیں:

(محترم انسان کو ہلاک اور ضائع ہونے سے بچانا ہر اس شخص پر ضروری ہے جو اس کی قدرت رکھتا ہو، اور جو اس سے بڑھ کر ہے تو اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے) (فقہ السنۃ ۱/ ۳۶۹)۔

۲-اجتماعی مضاربت:

یہ ہے کہ چند افراد مل کر ایک کمیٹی تشکیل دیں اور اس کے جو ممبر مقرر ہوں وہ ہر ماہ معین رقم اس میں جمع کرتے رہیں، اور مضاربت کے اصول کے مطابق اس جمع شدہ رقم سے تجارت کی جائے یا کوئی ایسی کمپنی جو اصول مضاربت کی بنیادوں پر تجارت کرتی ہو اس کے حصص خرید لئے جائیں اور جب کوئی ممبر بیمار ہو تو اس کی جمع شدہ رقم سے اس کا علاج کرا دیا جائے، اور اگر بیمار نہ ہو تو اس کے سرمایہ کے فیصد کے حساب سے منافع اس کو دے دیا جائے، اور بالغرض وہ اس منصوبہ و کمیٹی سے الگ ہونا چاہے تو اس کی اصل رقم منافع کے ساتھ واپس کر دی جائے۔

۳-انشورنس تعاونی:

ایک صورت انشورنس تعاونی کی ہے: وہ یہ کہ چند افراد مل کر قسطوار ایک مقررہ رقم آپس میں جمع کریں، اور شرکا میں سے جو بیمار ہو اس کی رقم اس کے علاج میں صرف کردیجائے، اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں حسب مطالبہ اس کی رقم واپس کردیجائے، شیخ وہبہ زحیلی نے تعاون پر مبنی انشورنس پر بحث کرتے ہوئے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:

"**وتجوز التأمينات الإجتماعية ضد العجز والشيخوخة والمرض والتقاعد**" (الفقہ الإسلامی وادلتہ ۴/ ۴۴۲)۔

عاجزی، بڑھاپہ، بیماری اور بے بسی کے مسائل حل کرنے کے لئے اجتماعی انشورنس جائز ہے۔

۴-ارکان کمیٹی کو مالک بنادیا جائے:

ایک صورت یہ اختیار کی جاسکتی ہے کہ، بلکہ

"**تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**" اور "**المسلم للمسلم كالبنيان يشد بعضه بعضا**" کے جذبہ کے تحت چند افراد مل کر باہم رضامندی سے ایک متعین رقم کمیٹی یا تنظیم بنا کر جمع کریں اور ہر شخص خوشدلی سے اپنی قسط، ارکان کمیٹی کو تملیکا ادا کرے اس کے بعد ان میں سے کوئی بیمار ہوتو اس کا علاج اس سے کرادیا جائے، مالک بنادینے سے یہ فائدہ ہوگا کہ بعد میں رقم واپس لینے کا اسے اختیار نہیں رہے گا، اور اگر وہ درمیان میں قسط جمع کرنا بند کردے تو اس کی رقم کمیٹی کی ملکیت ہوگی واپس نہیں کرنی پڑے گی، نیز یہ کمیٹی ان لوگوں کے علاج میں معاونت کرسکتی ہے جن کا پیسہ اس میں جمع نہیں ہے۔

☆☆☆

ضرورت کے وقت صحت بیمہ

مولانا رحمت اللہ ندوی ☆

انشورنس مستقبل میں جان و مال کو درپیش خطرہ کو ختم یا اس کے اثرات ونتائج کو کم کرنے کے لئے بیمہ دار اور بیمہ کمپنی کے درمیان ایک معاہدہ کا نام ہے، آج کل اس کی بہت سی صورتیں رائج ہوگئی ہیں، ان میں سے ایک زیر بحث مسئلہ ''میڈیکل انشورنس'' بھی ہے۔

بیمہ کے حکم شرعی سے متعلق دو طرح کے اقوال ملتے ہیں، ایک قول بہر صورت اس کے جواز کا ہے، اور دوسرا قول عدم جواز اور حرام کا ہے، کیونکہ اس کی متبادل صورتیں ہیں، جو شرعی دائرہ میں درست اور جائز ہیں اور امداد باہمی اور اخوت و بھائی چارگی کو ان سے فروغ ملتا ہے، البتہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی کی روشنی میں ''مجبوری'' اور ''ضرورت'' کی صورت میں اس کی اجازت ہے، کسی حکومت کا اپنے تمام شہریوں کے لئے انشورنس لازم قرار دے دینا بھی مجبوری میں داخل ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنی کتاب ''جدید فقہی مسائل'' (ج ۴ ص ۱۲۳) پر انشورنس کے تعلق سے جو خلاصہ بحث تیار کیا ہے نمبر ۴-۵-۶ اور ۷ بھی اسی کے تحت آتے ہیں۔

حلت وحرمت کے دلائل پر نظر ڈالنے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت کے قائلین کے دلائل استنباط کے اعتبار سے زیادہ مضبوط، استدلال کے لحاظ سے زیادہ کامل، حجت

☆ فلاح المسلمین، تیندوا، رائے بریلی

ہونے کی حیثیت سے زیادہ ٹھوس اور پرزور اور شریعت اور اس کے عام قواعد سے زیادہ ہم آہنگ ہیں۔

جوابات:

۱- میڈیکل انشورنس کرانا ناجائز ہے، خواہ انفرادی ہو یا گروپ انشورنس کی شکل میں۔

۲- اگر کسی نے بیمہ کرا ہی لیا ہے تو وہ اپنی جمع شدہ مالیت کے برابر رقم استعمال کرسکتا ہے، لیکن اس سے زائد حصہ رقم مستحقین پر واجب التصدق ہوگی اور خود اس کا استعمال کر لینا اکل مال باطل ہے، جس سے قرآن میں "**لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل**" کہہ کر منع کیا گیا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب موت طبعی طور پر ہوئی ہو یا کاروبار کسی آفت سماوی کا شکار ہوا ہو، اگر ہندو مسلم فسادات میں ہلاکت واقع ہوئی یا کاروبار متاثر ہوا تو اب پوری رقم جائز ہوگی، کیونکہ انشورنس کمپنی نیم سرکاری کمپنی ہے اور مسلمانوں کا تحفظ بھی سرکاری ذمہ داری ہے (جدید فقہی مسائل ۴/ ۱۲۵)۔

۳- چونکہ سرکاری و نجی اداروں کا طریقہ کار اور مقصد مشترک ہے، اس لئے دونوں کا حکم یکساں ہوگا، کوئی فرق نہ ہوگا۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مقررہ رقم دیتا ہے اسے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ تعاون و تکافل کے شرائط اس پر منطبق نہیں ہوتے۔

۵- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں میڈیکل انشورنس کی متبادل صورت ہندوستان جیسے ملک میں یہی ہوسکتی ہے کہ رفاہی اداروں اور ویلفیئر سوسائٹیوں کا قیام عمل میں آئے۔ مالدار مسلمان زکوۃ کی ادائیگی کو اپنا فرض سمجھ کر ان اداروں میں جن کی حیثیت بیت المال کی ہوگی، زکوۃ کی رقوم جمع کریں اور چندہ و دیگر عطیات کی رقم بھی جمع کی جائے، لیکن دونوں کا فنڈ الگ ہو، پھر ضرورت پر ضرورتمند کو اتنی رقم دی جائے جس سے اس کی ضرورت پوری ہوسکے یا بعض ادارے قرض کے نام سے قائم کئے جائیں جن میں غیر سودی قرض کا نظام ہو، خواہ کوئی چیز گروی ہی رکھ کر کیوں نہ

ہو، لیکن جب ادارہ یہ محسوس کرلے کہ یہ شخص واقعی مفلس ہے اور ادائیگی نہیں کر پائے گا تو معذور سمجھ کر معاف کردیا جائے، اس کے علاوہ اور صورتیں بھی ہوسکتی ہیں، اس مقالہ میں متبادل صورتیں کے عنوان سے چند شکلیں حکومتی سطح پر حکومت کے کرنے کی ہیں اور کچھ انفرادی واجتماعی طور پر دیگر لوگوں کے لئے ہیں۔

۶- جن ممالک میں وہاں کے شہریوں کے لئے میڈیکل انشورنس حکومت کی طرف سے لازم کردیا گیا ہے، وہاں کے باشندے میڈیکل انشورنس کرا سکتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی مجبوری ہے، پھر جب مجبوری کی صورت میں ان کے لئے انشورنس کرانا درست ہے تو اس سہولت سے فائدہ اٹھانا بھی درست ہوگا۔

☆☆☆

موجودہ حالات میں میڈیکل انشورنس

مولانا محی الدین غازی فلاحی (نئی دہلی)

انشورنس کی جملہ رائج اقسام اب زندگی کی ضرورت تسلیم کی جانے لگی ہیں۔

حالانکہ انشورنس واقعی ضرورت ہونے کے بجائے محض ذہنی اختراع ہے، اس کا تعلق زندگی کے حقیقی مسائل سے کہیں زیادہ ذہنی مشاکلہ سے ہے۔

انسان کو پیش آمدہ خطرات سے خوفزدہ کرکے انشورنس کو اس کے تمام مسائل کا حل باور کرادیا گیا ہے۔

مزید برآں انشورنس ایک بہت بڑی تجارت کی صورت اختیار کرگیا ہے جس میں میدان تجارت کے بڑے بڑے کھلاڑی طالع آزمائی اور دور جدید کے انسان کی نفسیاتی کمزوریوں کے استحصال میں مصروف ہیں۔

انشورنس کی شرعی حیثیت پر طویل بحثیں اور کسی قدر متفق علیہ فیصلے ہوچکے ہیں۔

انشورنس کی متبادل صورتوں پر گفتگو ان کی توثیق اور ان پر عمل بھی دنیا کے مختلف ممالک میں شروع ہوگیا ہے، گوکہ یہ تجربات ابھی ابتدائی نوعیت کے ہیں۔

بعض مخصوص حالات میں جنہیں حالت خوف سے تعبیر کیا جاسکتا ہے تجارتی انشورنس کے باب میں کچھ گنجائش بھی نکالی گئی ہیں۔

میڈیکل انشورنس بھی اپنی مجموعی اور اصل حیثیت میں عام انشورنس سے مختلف نہیں ہے۔

سوائے چند بہت جزوی امور کے جن کی حیثیت مستقل امور کی بھی نہیں ہے، حکومت کی پالیسیاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں مراعات میں کمی اور اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔

وہ چند امور جو اس مسئلے پر دوبارہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں یا اس پر از سر نو غور کرنے کا جواز فراہم کرتے ہیں حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

۱- پیچیدہ بیماریوں کا عام ہو جانا۔

۲- پیچیدہ بیماریوں پر عام آدمی کی استطاعت سے زیادہ خرچ آنا۔

۳- انشورنس کے لئے جمع کردہ رقم کا علاج کی رقم کے مقابل بہت کم ہونا۔

۴- منافع اندوزی سے زیادہ تعاون کا رنگ نظر آنا۔

۵- بعض ملکوں، ہندوستان کی بہت ساری ملٹی نیشنل کمپنیوں اور تعلیمی اداروں میں اس کا لازم ہو جانا۔

تاہم ان امور کے پیش نظر کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا بھی ضروری ہے:

۱- اس میدان میں نجی کمپنیوں کے اترنے کا یقینی مطلب نفع اندوزی کے امکانات کا قوی شکل میں پایا جانا ہے۔

۲- حکومت کی مراعات کے سلسلے میں پالیسی یکساں نہیں رہتی ہے۔

۳- زیادہ عمر والوں سے انشورنس کی زیادہ رقم لینا اس بنیاد پر کہ ان کے بیمار ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں تعاون کی روح کے خلاف ہے۔

۴- انشورنس سے پہلے انشورنس کمپنی چیک اپ کے ذریعہ یہ اطمینان کر لیتی ہے کہ متعلقہ فرد کو کوئی بڑی بیماری نہیں ہے۔

۵- بیماری کی عملاً حالت تو ضرورت کے درجہ میں آسکتی ہے، مگر بیمار ہو جانے کا محض

امکان جس کی بنیاد صرف یہ ہو کہ لوگ بیمار ہوتے ہیں، اضطرار کی حالت شاید قرار نہیں دی جاسکتی۔

۶-انشورنس کراتے وقت فرد صحت مند ہوتا ہے، ایسے فرد کے لئے سودی نظام پر مبنی انشورنس کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

۷-بیمار نہ ہونے کی صورت میں ادا کی گئی رقم مذکورہ ادارے کے منافع کا حصہ بنتی ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے، جس طرح فاضل رقم سے بیمار ہونے کی صورت میں استفادہ کا جواز نہیں ہے۔

الغرض، راقم السطور کی رائے ہے کہ:

۱-میڈیکل انشورنس بھی عام انشورنس کی طرح حرام ہے۔

۲-اگر کسی نے میڈیکل انشورنس کرالیا تو بیمار ہونے کی صورت میں اس کے لئے فاضل رقم سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ اس وقت اسکے پاس کوئی اور ذریعہ علاج نہ ہوتو اضطراری کیفیت پر محمول کرکے اس رقم سے علاج درست ہوگا تاہم انشورنس کرانے کے عمل کا وبال اس پر ہوگا۔

۳-اس سلسلہ میں حکومت اور نجی اداروں کا حکم یکساں ہے، تاہم جہاں ضروری ہو وہاں ''اھون البلیتین'' کے اصول پر سرکاری ادارے کو ترجیح دی جائے گی۔

۴-جن ملکوں یا اداروں میں داخلہ کے لئے انشورنس ضروری ہو وہاں ''الضرورۃ تقدر بقدرھا'' کے اصول کو ملحوظ رکھا جائے گا، اسی طرح بیمار ہوجانے کی صورت میں بھی اگر اس رقم کے سوا کوئی چارہ علاج نہ ہوتو اسے استعمال کیا جائے گا، ورنہ احتراز ضروری ہوگا۔

۶-متبادل شرعی صورت یہی ہے کہ تجارتی بنیادوں کے بجائے اسے تعاونی بنیاد پر تشکیل دیا جائے، جس میں:

۱- دی گئی رقم تبرع کی حیثیت رکھے۔
۲- علاج کے لئے ادا کی جانے والی رقم پہلے سے متعین نہ ہو، بلکہ حسب حال فیصلہ کیا جائے۔
۳- بچی ہوئی رقم سے متعلقہ ادارہ فائدہ نہ اٹھائے، بلکہ تعاون کی حد میں محفوظ رہے۔
۴- ادارہ اس سے اپنے اخراجات کی تکمیل کرے، مگر وہ نفع اندوزی کا ذریعہ نہ ہو۔
''مجمع الفقہ الاسلامی'' نے جس تامین تعاونی کی توثیق کی وہ بھی پیش نظر رہے۔

☆☆☆

صحت کی حفاظت کے لئے انشورنس

مفتی تنظیم عالم قاسمی ☆

بلا شبہ صحت اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کا نہ کوئی بدل ہے اور نہ ہی تدارک کی کوئی شکل، اس لئے ہر انسان کو صحت کی حفاظت کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کی تاکید کی گئی ہے، یہ ذمہ داری انسان پر اس لئے بھی ہے کہ جسم، توانائی، قوت وطاقت اور سانس کی ہر گھڑی اللہ کی امانت ہے، جس کا تحفظ ہر شخص پر ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ روح کی بقاء اور استحکام کے لئے حالت اضطرار میں حرام اشیاء کے استعمال کو بھی جائز قرار دیا گیا، ارشاد باری ہے:

"إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه" (سورۂ بقرہ ۲/ ۱۷۳)۔

(اس نے تم پر بس مردار، خون، سور کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا حرام کیا ہے لیکن اس میں جو شخص مضطر ہو جائے اور نہ بے حکمی کرنے والا ہو اور نہ حد سے نکل جانے والا ہو تو اس پر گناہ نہیں ہے)۔

ان تمام کے باوجود میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانا شرعا درست نہیں ہے، چونکہ اس میں بنیادی طور پر دو مفاسد پائے جاتے ہیں ایک ربا اور دوسرے قمار، ربا تو اس لئے ہے کہ پیچیدہ امراض میں مبتلا ہونے کی صورت میں جمع کردہ رقم سے زیادہ رقم سے وہ استفادہ کرتا ہے،

☆ استاذ دار العلوم سبیل السلام (حیدرآباد)

مثلاً اس نے طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک سال کے لئے دس ہزار روپے جمع کیا، لیکن وہ ایسے مہلک مرض کا شکار ہوا ہے جس میں کمپنی نے پچاس ہزار روپے خرچ کئے، سوال یہ ہے کہ مزید چالیس ہزار روپے کس کا عوض ہے، ظاہر ہے کہ چالیس ہزار روپے کی مقدار بلاعوض اس کو حاصل ہوا ہے، اسی کو ربوا کہا جاتا ہے۔

"**الربوا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة**"(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۲/ ۲۵۰)۔

اور اگر پورے سال میں کوئی مرض یا حادثہ پیش نہیں آیا تو قمار پایا گیا، اس لئے کہ اس صورت میں جمع کردہ رقم کا کوئی حصہ واپس نہیں ملتا ہے، گویا رقم اور منافع کے حصول کو ایک ایسی چیز پر معلق کر دیا جس کا وجود موہوم اور مبہم ہے اور اسی کا نام قمار ہے، اور قمار حرام ہے۔

"**لا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار وأن المخاطرة من القمار**"(احکام القرآن للجصاص ۱/ ۳۸۸)۔

انشورنس کا شعبہ اگرچہ خسارہ میں ہے تاہم یہ عقد شرعی اصول وقواعد کے رو سے مبنی بر حرام ہونے کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز قرار پائے گا، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ارشاد فرمایا:

"**دعوا الربوا والريبة**"(مسند احمد/ ۲۴۶)۔

(ربا اور شبہ ربا کو ترک کردو)۔

حرمت اور گناہ کے ادنی شبہ سے بھی بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور ایمان کا بھی یہی تقاضہ ہے، اگر بڑھتے ہوئے نت نئے امراض اور علاج ومعالجہ کے عدم وسائل کو ضرورت قرار دے دیا جائے تو اس سے سود وقمار کا دروازہ کھل جائے گا، اور پھر حد بندی ناممکن ہوگی، اس لئے بہتر یہی ہے کہ "میڈیکل انشورنس" کو املاک اور جان کے بیمہ کی طرح ناجائز قرار دیا جائے، بیمار پڑنے کا ایک شبہ اور خطرہ تو رہتا ہے، لیکن اضطرار ومجبوری کی کوئی ایسی کیفیت نہیں ہے کہ

"الضرورات تبيح المحذورات" ،"الضرر يزال"،"الحرج مدفوع"،"إذا ضاق الامر اتسع" اوراس طرح کے دوسرے فقہی قواعد کا سہارا لیتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا جائے، جیسا کہ جان ضائع ہونے کے خطرہ کے وقت شراب، مردار، خنزیر اور دوسرے ناپاک اشیاء کو درست قرار دیا گیا ہے، البتہ ضرورت و حاجت، مشقت اور مضمون کے شروع میں مذکور آیت و حدیث پر نظر رکھتے ہوئے راقم الحروف کا خیال ہے کہ" میڈیکل انشورنس" جائز تو نہیں، لیکن اگر کسی نے کرالیا ہے اور اتفاق سے کسی سخت مرض میں مبتلا ہو گیا تو درج ذیل شرائط کے ساتھ میڈیکل انشورنس کے علاج سے استفادہ درست ہونا چاہئے۔

الف- اس مرض میں جان ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔

ب- اتنا غریب اور بے بس ہو کہ از خود علاج نہیں کرا سکتا ہے۔

ج- انشورنس کمپنی کے علاوہ دوسرے سے قرض ملنا ناممکن ہو۔

د- انشورنس کمپنی سے حاصل کردہ زائد رقم صحتیابی کے بعد کمپنی کو واپس کردینے کا عزم رکھتا ہو۔

گویا یہ زاید رقم اس کے حق میں قرض کی حیثیت ہوگی، جس کا واپس کرنا ضروری ہوگا اور اگر کمپنی کو واپس کرنے کی کوئی شکل نہ ہو یا کمپنی کو واپس کرنے کی صورت میں اس رقم کو غلط جگہوں میں استعمال کا اندیشہ ہو تو بینک کی سود کی طرح وہ زائد رقم غرباء اور مساکین میں تقسیم کردی جائے۔

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر اس سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے یہ شرعا سود اور حرام ہے، اس سے اجتناب از حد ضروری ہے، البتہ دفعہ ایک کے تحت ذکر کردہ تفصیل ذہن میں رہنی چاہئے۔

۳- سرکاری و نجی ادارے بنیادی مقاصد و اغراض میں متفق ہیں، اس لئے دونوں طرح کے

اداروں سے انشورنس کے ذریعہ فائدہ اٹھانے کا حکم ایک ہوگا۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے، اس کو سرکار کی طرف سے امداد وتعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ کمپنی کا اہم مقصد منافع کا حصول ہے، اور تجارت وکاروبار ہے، اگر تعاون پیش نظر ہوتا تو بیمار نہ پڑنے کی صورت میں انشورنس کرانے والے کو جمع کردہ رقم واپس کردی جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے محض نام کے بدلنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوں گے، حقیقت اور اصل ماہیت کو سامنے رکھتے ہوئے حکم لگایا جائے گا۔

حضرت مولانا سید عبدالرحیم لاجپوریؒ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''جی نہیں، یہ ربا کی صورت ہے یا قمار کی، ایجنٹ کے لکھنے اور نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی، شریعت کے احکام کا دارومدار حقیقت پر ہے نہ کہ نام پر، جب تک حقیقت نہیں بدلے گی حکم نہیں بدلے گا''۔

''وأنه لا يتغير حكمه بتغير هيئته وتبديل اسمه - مرقاة المفاتيح''

(فتاوی رحیمیہ ۱۰/ ۲۵۴)۔

۵- میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت جائز نہ ہونے کی صورت میں اصحاب حل وعقد اور ارباب فقہ وفتاوی کو کوئی ایسی تدبیر اور شکل نکالنی چاہئے جس سے غرباء اور مساکین کو علاج ومعالجہ کی آسانی ہوسکے اور بضرورت مہلک امراض سے نجات کی راہیں نکل سکیں۔

راقم الحروف کی رائے میں اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ہر گاؤں اور سماج کے لوگ الگ الگ یا اجتماعی طور پر ''امدادی سوسائٹی'' کے نام سے ایک فنڈ قائم کریں اور ہر شریک پر سال میں ایک متعین رقم لازم کردی جائے، تمام شرکاء چندہ کی رقم جمع کرتے ہوئے باہمی امداد کی نیت

کرلیں اور یہ سوچ لیں کہ یہ رقم وقف فی سبیل اللہ ہے، اب اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے، اب جولوگ اس میں شریک ہیں ان میں سے کسی کے بھی بیمار پڑنے پر سوسائٹی کے شرائط کے مطابق ہر شریک کے علاج ومعالجہ کے لئے اسی فنڈ سے رقم فراہم کی جائے اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں پیسہ فنڈ میں جمع رہے کسی کو واپس نہ کیا جائے، اسی طرح فنڈ کی مالی حیثیت مستحکم اور مضبوط ہوگی اور غربا اور پریشان حال لوگوں کا تعاون بھی کیا جاسکتا ہے۔

تقریبا اس سے ملتی جلتی شکل حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ''میڈیکل انشورنس کی ایک جائز صورت'' کے عنوان سے تحریر فرمائی ہے، اس موقع پر اس کا مطالعہ مفید ہوگا (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶ / ۲۵۷)۔

۶- جن ممالک میں باہر سے آنے والوں کے لئے ''میڈیکل انشورنس'' لازم کردیا گیا ہے، مجبوری کے تحت ان کے لئے انشورنس کرانا جائز ہوگا، البتہ اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پڑ جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے استفادہ درست نہیں ہوگا بلکہ ازخود اپنا علاج کرائیں، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہندوستان میں سرکاری ملازمین کے لئے جبری لائف انشورنس کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے اور جمع کردہ رقم کے علاوہ اضافی رقم غرباء میں تقسیم کردینے کا فیصلہ کیا ہے، اس لئے کہ وہ حقیقت کے اعتبار سے سود ہے اور سود بہر حال حرام ہے، ہاں البتہ باہر ممالک جانے والے کے پاس اگر علاج کے لئے روپے موجود نہ ہوں اور حصول رقم کی کوئی اور شکل بھی نہ ہو تو وقتی طور پر انشورنس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ قرض کی حیثیت ہوگی جو بعد میں ادا کردینا ہوگا، اس کی قدرے تفصیل دفعہ ایک کے تحت ذکر کی جاچکی ہے۔

خلاصہ بحث:

۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) ناجائز اور حرام ہے۔

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے وہ شرعاً سود ہے، جس کی حرمت نصوص شرعیہ میں واضح کر دی گئی ہے۔

۳- سرکاری و نجی اداروں کے انشورنس کا ایک ہی حکم ہے۔

۴- سرکاری انشورنس کی طرف سے علاج و معالجہ کے لئے مطلوبہ یا مقررہ دی گئی رقم کو امداد و تعاون کا نام نہیں دیا جا سکتا ہے۔

۵- سود و قمار اور ناجائز امور سے بچتے ہوئے امداد باہمی کی شکل اوپر تفصیل سے بیان کر دی گئی ہے۔

۶- باہر ممالک جانے والوں کے لئے جبری انشورنس جائز ہے، البتہ بضرورت انشورنس کی سہولت سے استفادہ درست نہیں ہے۔

☆☆☆

صحت بیمہ کے شرعی احکام

مفتی محمد شاہد علی قاسمی ☆

اس میں شک نہیں کہ انشورنس کی متعدد صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم ایک جیسا نہیں ہے، ''میڈیکل انشورنس'' کی جو تفصیل سوالنامہ میں مذکور ہے اس سے واضح ہے کہ یہ کوئی مالی لین دین نہیں ہے، بلکہ اس کی بنیاد تعاون باہمی ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انشورنس کی ابتداء ہوئی ہی ہے تعاون باہمی کے لئے، لیکن بعد میں سود و قمار آمیز صورتیں پیدا کردی گئیں، لیکن ''میڈیکل انشورنس'' کی مسئولہ صورت تعاون باہمی ہی پر مبنی ہے، اس لئے راقم کے نزدیک میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہے، تائید کے لئے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی ایک تحریر ملاحظہ ہو جوانہوں نے ایک سوال کے جواب میں رقم فرمایا ہے:

''میڈیکل انشورنس کی جو تفصیل سوال میں بیان کی گئی ہے چونکہ اس کے کسی مرحلہ میں سود یا قمار نہیں اور بھی کوئی چیز خلاف شریعت نہیں، اس لئے امداد باہمی کی یہ صورت بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہے، علماء کرام کی طرف سے انشورنس اور امداد باہمی کی جو جائز صورتیں مختلف مواقع پر تجویز کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے، مگر افسوس کہ مسلمان ملکوں میں اس طرف توجہ نہ دی گئی، کاش! ان کو بھی توفیق ہو کہ وہ انشورنس کی رائج الوقت حرام صورتوں کو چھوڑ کر جائز صورتیں اختیار کرلیں'' (تفصیل کے لئے دیکھئے: آپ کے مسائل اوران کا حل ۶/ ۲۵۸)۔

☆ المعہد العالی الاسلامی (حیدرآباد)۔

۲-صحت بیمہ میں اضافی رقم سے استفادہ:

صحت بیمہ کرانے والا بیمار ہونے پر اپنی جمع شدہ رقم سے کہیں زیادہ خطیر رقم سے مستفید ہوتا ہے، وہ اس کے حق میں جائز ہے، کیونکہ اس پر اس کی جمع شدہ رقم سے زائد خرچ ہونے والی رقم اس انشورنس اسکیم میں حصہ لینے والوں کی طرف سے تبرع ہے، تبرع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہر بیمہ کنندہ یہی سمجھ کر رقم جمع کرتا ہے کہ اگر میں بیمار نہیں ہوا تو اس کا بیمار ہونے والا بھائی اس رقم سے استفادہ کرے گا اور رقم کبھی واپس نہیں لے گا۔

۳-سرکاری اور غیر سرکاری میڈیکل انشورنس کے درمیان فرق ہے؟

راقم کے نزدیک جس طرح سرکاری ''میڈیکل انشورنس'' ادارہ سے صحت بیمہ کرانا جائز ہے، اسی طرح پرائیوٹ ادارہ سے بھی جائز ہے، البتہ ایک شرط ہے کہ پرائیوٹ ادارہ جمع شدہ رقوم کو سود یا حرام پر مبنی کاروبار میں انویسٹ نہ کرتا ہو۔

۴-سرکاری میڈیکل انشورنس سے ملی ہوئی رقم تعاون ہے:

سرکاری انشورنس ادارہ ہو یا پرائیوٹ، وہ اولا تو اپنے ہی ادارہ کی جمع شدہ رقم خرچ کرتا ہے، پھر بھی رقم کم پڑ جائے تو کسی اور محکمہ کی طرف تعاون کا ہاتھ پھیلاتا ہے، اس لئے اگر سرکاری انشورنس ادارہ کے پاس مطلوبہ علاج کے لئے بجٹ ناکافی ہو اور وہ کسی اور محکمہ سے اس کی بھرپائی کرے تو یقیناً اس کو تعاون وامداد ہی کہا جائے گا۔

مجوزہ متبادل انشورنس:

اس میں شک نہیں کہ انشورنس کی مختلف صورتیں مروج ہیں، جن میں اکثر صورتیں قمار اور سود پر مبنی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ اس کا کوئی متبادل نظام پیش

کیا جائے، تا کہ امت مسلمہ کے لئے کوئی جائز حل نکل آئے، سوالنامہ میں مفروضہ کمپنی کی جو تفصیلات ذکر کی گئی ہیں، وہ تقریباً شریعت کے دائرہ میں ہیں، کاش کہ یہ مجوزہ نقشہ حقیقت بن کر امت کے سامنے جلد سے جلد آ جائے، اور یہ ذہنی خاکہ عملی شکل میں تبدیل ہو، مجوزہ کمپنی کی تفصیلات ذکر کئے جانے کے بعد جو پانچ سوالات اٹھائے گئے ہیں ترتیب واران کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:

۱- الف: مجوزہ کمپنی کی حدود و قیود میں ایک شرط یہ ہے کہ ممبر کی عمر ۱۵ سال سے کم اور ۶۰ سال سے زیادہ نہ ہو، تو یہ کوئی شرط فاسد نہیں، کیونکہ کمپنی جو ایک شخص اعتباری ہے اور اس کی حیثیت مضارب کی ہے، اپنے مقاصد و اہداف میں کامیابی کے لئے ایسی شرط لگا سکتی ہے جو اس کے لئے مفید ہو، چونکہ ساٹھ سال کے بعد اور ۱۵ سال سے پہلے تک موت کے امکانات بہ مقابلہ جوان عمر کے زیادہ ہوتے ہیں، اس لئے اندیشہ ہے کہ اگر بچے اور بوڑھے اسکیم میں حصہ لیں تو اموات کی شرح زیادہ ہونے سے کمپنی کا نقصان زیادہ ہوگا، یا عمر کی قید کی کوئی اور حقیقی مصلحت ہو بہر صورت یہ شرط فاسد نہیں ہے، چنانچہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ:

"**ولا يملك (المضارب) أيضا تجاوز بلد أو سلعة أو وقت أو شخص عينه المالك، لأن المضاربة تقبل التقييد المفيد ولو بعد العقد**" (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۴/۴۸۶ طبع دیوبند)۔

(ایک متعین شہر، متعین سامان وغیرہ کی قید اسی لئے تو ہیں کہ رب المال کو اطمینان ہو کہ اس کا سرمایہ محفوظ رہے گا، اس لئے عمر کی قید کمپنی جو اگرچہ مضارب ہے نہ کہ رب المال کی طرف سے لگانا مناسب نہیں ہے)۔

۱- ب: ایک مقررہ مدت کے بعد ہی رقم کی واپسی کی شرط فی زمانہ ایک مناسب شرط ہے، یہ شرط بھی درحقیقت کمپنی کو امکانی نقصان سے بچانے کی ایک صورت ہے، کیونکہ اگر مدت کی کوئی قید نہ

ہوتو ایسا ممکن ہے کہ کمپنی میں مال لگانے والے اکثر سرمایہ کار کسی وجہ سے اچانک اٹھ پڑیں اور اپنا سرمایہ واپس کرنے کا مطالبہ کریں، اور ایسا بعض کمپنیوں کے ساتھ ہو چکا ہے، اور اس کے بعد کمپنی ہی ختم ہوگئی، اس شرط کے جواز کو اس جزئیہ پر بھی قیاس کیا جا سکتا ہے، جو فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر رب المال عقد مضاربت ختم کرنا چاہے تو اگر مضاربت کا مال عروض کی شکل میں ہو تو مضاربت یکلخت ختم نہیں ہوگی، بلکہ مضارب کو موقع دیا جائے گا کہ وہ عروض کو بیچ کر اثمان لوٹائے اور پھر مضاربت ختم کرے۔

"ولا يملك المالك فسخها في هذه الحالة بل ولا تخصيص الاذن، لأنه عزل من وجه" (درمختار علی ہامش ردالمحتار ۴/۴۸۹ طبع نعمانیہ دیوبند)۔

لہذا صورت مسئولہ میں کمپنی کو بھی اپنی مصلحت کی خاطر ایک متعین مدت کے بعد ہی رقم واپسی کی شرط لگانا جائز ہے۔

۱-ج: سرمایہ کا ایک حصہ امدادی فنڈ کے لئے مخصوص کرنے کی شرط شرط فاسد ہے، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر خریدار فروخت کنندہ پر یہ شرط لگائے کہ وہ خریدار کو فلاں چیز ہبہ کرے تب ہی وہ اس سے سامان خریدے گا تو یہ شرط فاسد ہوگی۔

"وكذا ما اشتراه على أن يدفعه البائع إليه قبل دفع الثمن...... أو على أن يهبه البائع منه كذا" (ردالمحتار مع الدر ۴/۱۲۱، باب البیع الفاسد)۔

فقہاء کی یہ عبارت اگر چہ بیع سے متعلق ہے، لیکن بیع کی طرف عقد مضاربت میں بھی تقاضہ عقد کے خلاف شرط لگانا درست نہیں، اور ایسی شرط شرط فاسد سمجھی جاتی ہے، اس لئے سرمایہ کا ایک حصہ امدادی فنڈ کے لئے مخصوص کرنے کی بات بہ طور شرط نہ رکھی جائے، بلکہ سرمایہ دار کو اس کی ترغیب دی جائے، اور اسے کمپنی کی مصلحت وغیرہ سمجھائی جائے، اور اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ بہ رضا و رغبت امدادی فنڈ کے لئے بھی کچھ مختص کرے، بہر حال اس کو شرط کا درجہ

نہ دیا جائے، واضح ہو کہ اگر اسے شرط کا درجہ نہ دینے کی وجہ سے بعض لوگ امدادی فنڈ میں رقم دینے پر آمادہ نہ ہوں اور اس کی وجہ سے کمپنی کے نظام میں خلل کا اندیشہ ہو تو اس کی تلافی اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ ممبروں کے لئے نفع کا جو تناسب رکھا گیا ہے اس میں معمولی کمی کر دیجائے تاکہ کمپنی کو کچھ زیادہ نفع مل سکے، پھر اس زائد نفع کو امدادی فنڈ میں رکھ دیا جائے۔

۲- مضاربت یا شرکت کا معاملہ فریقین کرتے ہی اس لئے ہیں کہ سرمایہ سے دونوں فائدہ اٹھائیں، اور اس طرح کے معاملہ کے صحیح ہونے کے لئے اہم بنیاد یہ ہے کہ فریقین نفع و نقصان میں برابر شریک ہوں، اس لئے مقررہ مدت پوری ہونے کے بعد جمع کردہ رقم سے زائد ملنے والی رقم جبکہ نفع و نقصان میں دونوں شریک ہوں درست ہے۔

۳- مقررہ مدت سے قبل موت کی صورت میں امدادی فنڈ سے طے شدہ رقم کی تکمیل درست ہے، کیونکہ یہ محض ایک تبرع اور تعاون ہے، اور کسی پر تبرع احسان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۴- چند اقساط کی ادائیگی کے بعد ادائیگی بند کر دینے پر جمع کردہ رقم کا پورا حساب کر کے لینا دینا درست ہے، کیونکہ شرعی اصول یہی ہے کہ سرمایہ دار کو ایک متعین اقساط کی ادائیگی پر مجبور نہ کیا جائے، بلکہ اسے اس میں آزاد رکھا جائے، اگرچہ کمپنی کی مصلحت کی وجہ سے ایک متعین اقساط کی ادائیگی کی بات کہی گئی ہے، لیکن یہ ایک گونہ مجبوری (کمپنی کی مصلحت) کے تحت ہے، اصل تو سرمایہ دار کو آزاد رکھنا ہے کہ چاہے وہ جتنا قسط ادا کرے، اسی کے مطابق اس کے ساتھ نفع و نقصان کا معاملہ کیا جائے، اس لئے صورت مسئولہ درست ہے۔

۵- جمع شدہ رقم میں کمی کی تلافی امدادی فنڈ سے لازمی طور سے کرنا ایک شرط زائد ہے، کیونکہ جو چیز تبرع و انعام کی قبیل کی ہو وہ اصلاً لازم نہیں ہوتی، اور بندہ کے واجب کرنے سے بھی واجب نہیں ہوتی، البتہ اسے اخلاقاً واجب قرار دیا جا سکتا ہے، جس طرح وعدہ کا وفا اخلاقاً واجب

ہے نہ کہ قانوناً، اس لئے صورت مسئولہ میں امدادی فنڈ سے کمی کی تلافی کو عقد و معاملہ کے تحت قانون کا درجہ نہ دیا جائے، بلکہ عقد و معاملے کے وقت یہ صراحت کی جائے کہ کمپنی فضل واحسان کرتے ہوئے کمی کی تلافی امدادی فنڈ سے بھی کر سکتی ہے، اور چونکہ امدادی فنڈ میں تصرف کا حق کمپنی کو ہے، اس لئے اس عقد تبرع کو نافذ کرنے میں آئندہ مشکلات بھی (انشاء اللہ) پیش نہیں آئیں گی۔

☆☆☆

موجودہ حالات میں میڈیکل انشورنس

مولانا عطاء اللہ قاسمی ☆

تمہید:

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میڈیکل انشورنس کا نظام بھی تعاون وامداد باہمی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ کاروباری بنیاد پر ہے، دلیل یہ ہے کہ کمپنی جب تک بیمہ دار سے ایک مقررہ رقم کی ادائیگی کا معاہدہ نہ کرالے اور بیمہ دار اس کی کوئی قسط نہ ادا کر لے اس وقت تک مدد دینے یا علاج کا خرچہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی، لہذا یہ سودے بازی ہوئی، تعاون وامداد نہیں ہوا، عرف عام میں تعاون بلا معاوضہ اور بطور احسان مدد اور امداد کے معنی میں بولا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ جو بوڑھے ہوں یا شدید بیماری میں مبتلا ہوں تو یہ لوگ اپنا انشورنس نہیں کرا سکتے، حالانکہ دوسروں کی بہ نسبت یہ لوگ یا ان کے ورثاء تعاون وامداد کے زیادہ مستحق ہیں۔

میڈیکل انشورنس کا تعارف کراتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ''اس انشورنس کا بنیادی مقصد کسی فریق کی جانب سے نفع اندوزی نہیں، (یہ ایک گمراہ کن مغالطہ ہے، کیونکہ اگر انشورڈ شخص بیمار نہیں ہوا تو کمپنی اس کی اصل رقم ہضم کر جاتی ہے اور اس کا سود یا نفع ہمیشہ کھاتی رہے گی، کیا یہ نفع اندوزی نہیں ہے؟) بلکہ حکومت کی سوشل سیکورٹی (سماجی تحفظ) کی ذمہ داری ادا کرنے کی ایک صورت ہے'' گویا میڈیکل انشورنس کے تحت ملنے والی طبی سہولیات کو حکومت کی سوشل

☆ صدر المدرسین، جامعہ امداد العلوم، گوپا گنج، مئو۔

سیکورٹی کا نام دے کر اسے جائز کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، حالانکہ ان دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کے تحت ملنے والی طبی سہولت وامداد صرف اسی شخص کو حاصل ہوسکتی ہے جس نے انشورنس کرایا ہو اور پریمیم کی رقم بھی جمع کر چکا ہو، بصورت دیگر اس کی طبی سہولیات سے استفادہ ناممکن ہے، جب کہ حکومت کی سوشل سیکورٹی حکومت کے ہر شہری کے لئے ہوتی ہے خواہ انشورڈ ہو یا نہ ہو۔

حکم:

لائف انشورنس کی طرح میڈیکل انشورنس کرانا حرام ہے، کیونکہ علت حرمت قمار اور ربا دونوں میں مشترک طور پر موجود ہے☆۔

۱- سوال نامہ کی تمہید میں کہا گیا ہے کہ'' آدمی اپنے اختیار سے ایک طے شدہ رقم سال بھر کے لئے جمع کرتا ہے جس کی بنیاد پر اس سال کے دوران پیدا ہونے والی کسی پیچیدہ بیماری کے علاج کے لئے وہ ایک بڑی رقم (جس کی زیادہ سے زیادہ حد معاملہ کے وقت متعین ہوجاتی ہے) کا مستحق قرار پاتا ہے اور اس سال بیمار ہونے کی صورت میں اس کی جمع کردہ رقم یا اس کا کوئی حصہ واپس نہیں ملتا'' ظاہر بات ہے کہ بیماری کا حال معلوم نہیں کہ واقع ہوگی یا نہیں؟ اور ہوگی تو کب اور کس پیمانہ پر؟ ایسی صورت میں فریقین (بیمہ کمپنی اور بیمہ ہولڈر) کا نفع بھی مجہول اور نقصان بھی مجہول ہے، اسی معاملہ کو شریعت میں قمار کہتے ہیں جسے قرآن کریم نے صراحۃ بلفظ ''میسر'' حرام قرار دیا ہے۔

☆ (دلیل: انشورنس کمپنی بیمہ ہولڈر سے مقررہ وقت کے لئے متعینہ رقم لیتی ہے اور اس کے عوض میں اس کی جمع کردہ رقم سے کہیں زیادہ رقم بصورت خرچ علاج دیتی ہے۔ یہ زیادتی مشروط اور میعاد کے عوض میں ہوتی ہے جو بلاشبہ ربا اور سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے، کیونکہ دیون میں میعاد کے مقابلہ میں جو منافع بطور مشروط یا معروف دیا جائے وہ شریعت کی اصطلاح میں سود ہے)۔

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے، اتنی ہی رقم کی مالیت کے علاج سے استفادہ کرنا اس کے لئے جائز ہے، اس رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونا حرام ہے۔

دلیل:

بیمہ کمپنی اور بیمہ ہولڈر کے درمیان باقاعدہ معاہدہ ہوتا ہے کہ ہولڈر متعینہ مدت کے لئے مقررہ رقم جمع کرے گا تو اس مدت کے دوران پیدا ہونے والی بیماری کے علاج کے لئے وہ بڑی رقم کا مستحق ہوگا۔'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمع شدہ رقم سے زائد رقم مشروط طور پر میعاد کے عوض میں ملتی ہے جو ربا ہے، کیونکہ ربا کا تحقق معاوضات میں ہی ہوتا ہے جس کے لئے عقد شرط ہے۔

۳- میڈیکل انشورنس اصلاً ربا اور قمار کا معاملہ ہے، اس لئے یہ ادارہ سرکاری ہو یا نجی بہرصورت اس سے استفادہ حرام ہوگا، حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

رہ جاتی ہے یہ بات کہ ناگہانی حادثات کی صورت میں متاثرہ افراد کی امداد حکومتوں کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے، تو اگر حکومت بلا کسی پیشگی شرط اور انشورنس کے سوشل سیکورٹی کے تحت انسانی بنیادوں پر امداد دے تو اسے عطیہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اس سے استفادہ جائز ہو سکتا ہے۔ بصورت دیگر استفادہ جائز نہیں ہوگا۔

۴- انشورنس کا سرکاری ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔

دلیل:

انشورنس کمپنی علاج کے لئے رقم اسی وقت دے گی جب کہ وہ بیمہ دار سے مقررہ مدت کے لئے مقررہ رقم کی ادائیگی کا معاہدہ نہ کرالے اور پھر بیمہ دار اس کی کوئی قسط ادا نہ کردے، بصورت دیگر کمپنی ایک حبہ دینے کی روادار نہیں ہو سکتی، لہذا کمپنی کی طرف سے ملنے والی رقم

کاروباری صحیح معنی میں سودے بازی نوعیت کی ہے، اس کو کسی صورت میں امداد وتعاون نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ عرف عام میں بلا معاوضہ بطور احسان محض انسانی بنیادوں پر مدد کرنے کو تعاون اور امداد کہتے ہیں، انشورنس اس کے بالکل ضد ہے۔

انشورنس میں تعاون وامداد کے بالکل منافی جو چیز پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ خوش حال سرمایہ دار کو ضرورت مند نادار سے زیادہ دیا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ سرمایہ دار بڑی رقم کا بیمہ کراتا ہے تو وفات یا آفت کے وقت اس کو زیادہ حصہ ملتا ہے جب کہ تعاون وامداد کا ادنی اصول یہ ہے کہ محتاج یا مصیبت زدہ کو دوسرے سے زیادہ دیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''انشورنس'' لائف ہو یا میڈیکل، سرکاری ہو یا نجی درحقیقت بے محنت دولت کمانے کا ناحق حصول زر اور چالبازی سے دوسروں کی کمائی ہتھیانے کا ذریعہ ہے اس کو تعاون وامداد کہنا گمراہ کن مغالطہ ہے۔

۵- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کردیا گیا ہے، ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرنا مجبوری ہے، اس لئے بوجہ مجبوری محض مجبوری کے بقدر گنجائش نکل سکتی ہے، اور بیمار ہوجانے کی صورت میں انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا بوجہ مجبوری درست ہوگا، اس کا یہ حکم بالکل لائف انشورنس کے حکم کی طرح ہے۔

حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحبؒ ایک فتوے میں تحریر فرماتے ہیں:

''لائف انشورنس'' کو جائز نہیں کہا جاسکتا، البتہ شدید مجبوری کی بات دوسری ہے، مثلاً قانوناً لازم ہوجائے یا مثلاً ملازمت نہ ملے، یا مثلاً ملازمت برقرار وبحال نہ رہے اور بغیر ملازمت کے گذارہ یا معاشرہ قائم نہ رہے تو بوجہ مجبوری محض مجبوری کے بقدر گنجائش نکل سکتی ہے (نظام الفتاوی ۲ / ۲۵۲)۔

۶- میڈیکل انشورنس: متبادل کیا ہے؟

ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ موجودہ دور میں صنعتی انقلاب ماحولیاتی عدم توازن اور

نت نئے غذائی اجناس کے استعمال کی وجہ سے امراض اور امراض کی پیچیدگیاں بڑھ رہی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ علاج معالجہ کے نت نئے طریقے دریافت ہو رہے ہیں پھر بھی بہت سے امراض لاعلاج ہوتے جا رہے ہیں، علاج بھی اتنا گراں ہوتا جا رہا ہے کہ متوسط آمدنی والوں کے بس سے باہر ہے کہ جدید علاج سے مستفید ہوسکیں۔

امراض کی پیچیدگی، لاعلاج امراض کی زیادتی، علاج کے لئے سرمایہ کی کمی، یہ چیزیں جہاں حضرت انسان کی بے بسی کو ظاہر کرتی ہیں وہیں انسانیت کو امداد وتعاون، رحمت ومروت کا محتاج بنا دیتی ہیں، لیکن شقی القلب یہودی ساہوکاروں نے انسانیت کی اس مجبوری کو بھی اپنی زر اندوزی اور نفع خوری کے لئے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا اور انشورنس، تعاون وامداد کے دل فریب عنوان سے اپنا جال بچھایا اور اس زور وشور سے پروپیگنڈہ کیا کہ آج ہر شعبہ زندگی کی طرح صحت ومرض اور علاج کا شعبہ بھی پوری طرح ان کی گرفت میں ہے۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ انشورنس تعاون وامداد سے کوسوں دور ہے، ربا اور قمار کا یہ معجون مرکب بہرحال مسلمانوں کے لئے نا قابل عمل اور نا قابل قبول ہے، اس یہودی نظام نے ہماری دنیا بھی خراب کر رکھی ہے اور ہماری آخرت بھی۔

اس سلسلہ میں یہ طریقہ کار بھی صحیح نہیں کہ ماہرین شریعت کی طرف رجوع کر کے ان سے کہا جائے کہ بیمہ کو حلال کر دیں یا ضرورت ومجبوری کے نام پر کوئی حیلہ نکالیں، بلکہ اس کا صحیح حل یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جگہ جگہ خیراتی اور رفاہی ادارے قائم کئے جائیں جس میں تبرعات اور چندے اکٹھا کر کے فنڈ قائم کیا جائے اور اس سے غریبوں اور ضرورت مندوں کے علاج کا انتظام کیا جائے، اور خود چندہ دہندگان بھی اس سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ مسلم سرمایہ دار بطور وقف اعلی معیار کے اسپتال اور میڈیکل کالج قائم کریں جس کے دروازے پوری قوم کے لئے کھلے ہوں اور اس کی آمدنی سے ضرورت مندوں اور غریبوں کا علاج بھی کیا جائے۔

تحریری آراء:

میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ☆

۱- جو زندگی کے بیمہ کا حکم ہے وہی اس کا بھی ہونا چاہئے (یعنی عدم جواز)۔

۲- اگر بیمار نہیں پڑا تو جمع کردہ رقم سوخت ہو جاتی ہو تو اس میں قمار کی شان آ گئی، لہذا ناجائز ہوگا۔ ہاں اگر جمع شدہ کل رقم واپس مل جاتی ہو تو پھر زیادہ مالیت سے استفادہ کمپنی کی طرف سے گویا تبرع ہونے کی وجہ سے شرعا جائز ہوگا۔

۳- جب دونوں، عقد ایک ہی طرح کے ہیں تو دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوگا (جو اوپر ۲ میں مذکور ہوا)۔

۴- اگر پہلے سے رقم جمع کرنے کی شرط کے بغیر سرکاری ادارہ مدد دیتا ہے تو اس کا استعمال درست ہوگا، ورنہ وہی حکم ہوگا جو اوپر (۲ و ۳) میں گذرا۔

۵- اس مقصد سے خیراتی وامدادی ادارے قائم کئے جا سکتے ہیں، بلکہ بعض جگہ قائم بھی ہیں جن میں بغیر کسی پیشگی رقم کی ادائیگی کی شرط کے یا اس جیسی کوئی اور شرط لگائے بغیر ہی ضرورت مندوں کی مدد کی جائے۔

☆ استاذ تفسیر وحدیث، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

۶ - حکومتی قانون کی مجبوری کو فقہاء نے ''حاجت'' کے درجہ میں رکھا ہے، بنابریں حاجت کی وجہ سے جو محظورات جائز ہو جاتے ہیں وہ اس صورت میں بھی جائز ہو جانے چاہئیں، لیکن اس صورت میں ایک ضروری بات یہ ملحوظ رکھنی ہوگی کہ جن ملکوں میں ایسے قوانین رائج ہیں جو اصلا ممنوع شرعی ہیں وہاں کا یہ شخص یا تو اصل باشندہ ہو یا باہر کا کوئی شخص وہاں ایسے کام سے گیا ہو جس کے لئے جانا شرعا ناگزیر تھا، ورنہ ایسے ملکوں میں جانا اتنی مدت تک یہ قانون لاگو ہو جائے شریعت کے اصل حکم کی رو سے جائز نہیں، لہذا ایسے لوگوں کے لئے وہاں کے قانون کو'' حاجت'' کا درجہ دینا بھی شاید محل نظر ہو جائے (مؤخر الذکر لوگوں کے لئے)۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات

مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی ☆

۱- میڈیکل انشورنس صریح خالص قمار (جوا) ہے۔

۲- صحت بیمہ کرنے والا جو اضافی رقم لیتا ہے یا علاج سے مستفید ہوتا ہے وہ قمار میں حاصل کردہ رقم کے حکم میں ہے۔

۳- سرکاری اداروں سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

۴- سرکاری ادارہ علاج کی ضرورت پر جو رقم دیتا ہے اس کو امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔

۵- میڈیکل انشورنس کے بجائے اگر مسلمان شرعی نظام کے تحت بیت المال قائم کریں اور اس میں تمام صدقات واجبہ کی رقم جمع ہو تو غریبوں کے لئے صرف علاج ہی نہیں ان کی دوسری ساری ضروریات کی کفالت ہوسکتی ہے۔

۶- جن ممالک میں وہاں جانے والوں کے لئے ''میڈیکل انشورنس'' لازم کردیا گیا ہے وہاں کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ حکومت اپنے یہاں آنے والوں سے اتنی رقم بطور فیس لیتی ہے اگر وہ بیمار نہ پڑے تو فیس ادا کرچکا ہے، اور اگر بیمار ہوجائے تو حکومت کی طرف سے اس کے علاج پر جو خرچ ہو اس کی طرف سے امداد و تعاون تصور کیا جائے گا۔

☆ قاضی شریعت امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ۔

صحت بیمہ قمار اور سود پر مبنی ہے

مفتی محبوب علی وجیہی، رامپور

۱، ۲- ''میڈیکل انشورنس'' یعنی صحت کا بیمہ کرانا جوے اور سود دونوں پر مبنی ہے، بیمار نہیں ہوا تو جمع شدہ رقم گئی اور بیمار ہوا تو جمع شدہ رقم سے زیادہ حاصل کی، پہلی صورت میں جوا ہے اور دوسری صورت میں سود ہے۔

۳، ۴- حکومت اگر بطور امداد پر رقم دے، مثلاً پبلک سے کہے کہ اس بیمار کے علاج میں جو خرچ آئے گا اس کا اتنا فیصد تم کو دینا ہوگا اور باقی خرچ ہم کریں گے تو یہ جائز ہے، لیکن متعین کر کے ایک رقم لینا اور یہ کہنا کہ اگر تم مدت معینہ میں بیمار نہیں ہوئے تو یہ رقم واپس نہیں ہوگی یہ جوا ہے جو ناجائز ہے اور نجی کمپنیوں کی نیت تو تجارت کی ہے، اس لئے یہ اور بھی زیادہ برا ہے، البتہ جن ممالک میں مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے، نہ ان کی مؤثر طاقت ہے وہاں ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے تحت اس قانون پر انشاء اللہ عمل کرنے سے معافی کی امید ہے۔

۵- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی متبادل صورت میں نے اوپر لکھی ہے کہ جتنا وہ غریب یا وہاں کا باشندہ دے سکتا ہے وہ دے باقی گورنمنٹ دے یا پھر ملکی مسلمان حکومت یہ کام مدزکوۃ سے بھی کرسکتی ہے۔

۶- اس کا جواب بھی ''الضرورات تبیح المحظورات'' میں آ گیا کہ وہ انشورنس کرا سکتے ہیں اور اس سے فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔

میڈیکل انشورنس خالص قمار آمیز ہے

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ☆

اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے، موجودہ صنعتی انقلاب، فضائی آلودگی اور غذائی اجناس میں کیمیکلس کے غیر معمولی استعمال نے انسان کو مجموعہ امراض بنا دیا ہے یہ امراض اتنے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ علاج میں غیر معمولی اخراجات برداشت کرنے ہوتے ہیں، اس لئے غربا اور اوسط آمدنی والے خاندان اس اخراجات کے متحمل نہیں ہوتے ایسے میں یا تو وہ گھٹ گھٹ کر مرجائیں یا پھر کوئی ایسا رابطہ انشورنس کمپنیوں سے بنائیں جو ان کے مشکل وقت میں کام آئے اور ہر علاج کے لئے رقم فراہم کردے، انسان کی فطری خواہش کا تقاضا ہے کہ وہ ان کمپنیوں سے رابطہ بنائے جو صحت کا بیمہ کرتی ہیں اور صرف اسی کام کے لئے قسطیں جمع کراتی ہیں۔

۱- اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ سرکاری یا نجی کمپنیاں فرد یا پورے خاندان کا ''میڈیکل انشورنس'' کرتی ہیں ان کی عمر اور جسمانی صلاحیت کے اعتبار سے علاحدہ علاحدہ رقمیں طے کرکے اس کی قسطیں سال بھر میں جمع کرنی ہوتی ہیں، سال بھر میں اگر انشورنس کرانے والا بیمار ہوگیا تو کمپنی اس کے علاج کا خرچ برداشت کرتی ہے اگر بیمار نہیں ہوا تو سال بھر کے بعد وہ رقم کمپنی کی ملکیت ہوجاتی ہے اس صورت کو شریعت کی اصطلاح میں قمار کہتے ہیں جو جائز نہیں ہے۔

۲- اب اگر کسی نے صحت بیمہ کرالیا، اور ضرورت پر زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوا

☆ نائب ناظم امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

تو اضافی رقم کا حکم قمار کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کا ہوگا۔

۳- اور اس مسئلہ میں سرکاری اور نجی اداروں کا حکم یکساں ہوگا، کیونکہ دونوں کے طریقہ کار میں فرق نہیں ہے، صرف یہ کہنا کہ سرکاری ادارے، سماجی تحفظ کے ارادے اور نجی کمپنیاں منافع کے حصول کے لئے یہ بیمہ کراتی ہیں اور سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے خرچ کی گئی زیادہ رقم کو امداد و تعاون مان لیا جائے، صحیح نہیں، کیونکہ جو رقم بیمار نہ ہونے کی شکل میں بیمہ کمپنیوں کی ملکیت ہوگی اس کو معاملات کے کس خانے میں ڈالا جائے گا؟ صحیح یہ ہے کہ انشورنس کرنے والا ادارہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری اس کا جو طریقہ ہے اس کی وجہ سے یہ خالص قمار ہے۔

۴- اس مسئلہ کا حل یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی ایسی کمپنی ہو جس کا کاروبار حلال ہو اس کے شیئر ہولڈرس ہوں جن کے خالص منافع کی رقم اسی کام کے لئے مختص ہو، بیمار نہ ہونے کی صورت میں وہ رقم سال بسال شیئر ہولڈر کے نام جمع ہو، بیمار پڑ گیا۔ اس کی جمع شدہ رقم علاج کے لئے کافی نہ ہو تو کمپنی کے دوسرے شیئر ہولڈر کی خالص آمدنی سے بطور قرض اس رقم کو لیا جائے اور آئندہ سالوں کے منافع سے اس فرد خاص کی رقم سے قرض کی ادائیگی ہوتی رہے تا کہ ساری رقم واپس ہو جائے، اور اگر شیئر ہولڈر کا انتقال ہو جائے تو اس کے حصص کی قیمت، نیز منقولہ و غیر منقولہ جائداد سے قرض کی وصولی کی جائے، اور اس کے بعد بھی کچھ رہ جائے تو سارے شیئر ہولڈرس امداد و تعاون کے جذبہ سے اسے معاف کر دیں۔

۵- البتہ جن ممالک میں شہریوں پر یا وہاں جانے والوں پر ''میڈیکل انشورنس'' لازم قرار دیا گیا ہے تو برضا و رغبت نہیں، مجبوری کی وجہ سے انشورنس کرانے کی گنجائش ہوگی، اور حالت اضطرار میں انشورنس کی اس خاص صورت سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

صحت بیمہ ناجائز ہے

مفتی جمیل احمد نذیری ☆

۱- میڈیکل انشورنس میں مختلف طے شدہ رقمیں، مختلف متعین کردہ بیماریوں کے ہونے کے اندیشہ کے تحت علاج کی امید پر دی جاتی ہیں، اور دینا بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے کہ دی ہوئی رقم سے کہیں زیادہ علاج کے اخراجات برداشت کئے جائیں گے اور متعین کردہ بیماریاں نہ ہونے کی صورت میں جمع کردہ رقم واپس نہ ملے گی۔

اس معاملہ پر قمار (جوا) کی تعریف ''تملیک علی الخطر'' صادق آتی ہے، قمار میں بھی لگائی ہوئی رقم سے زیادہ ملنے کی امید ہوتی ہے اور لگائی ہوئی رقم ضائع چلی جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔

لہذا میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانا جائز نہیں۔

۲- جمع کردہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونا ممنوع نہیں، لیکن مشروط ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

۳- سرکاری اور نجی اداروں کا طریقہ کار چونکہ ایک ہی ہے، اس لئے مقصد کے فرق کے باوجود، حکم ایک ہی رہے گا، اور وہ ہے دونوں کی حرمت۔

☆ ناظم، جامعہ عین العلوم نوادہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

۴- سرکاری انشورنس ادارہ یا نجی ادارہ جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے، اس کو سرکار یا نجی ادارہ کی طرف سے امداد وتعاون کا درجہ دیا جا سکتا تھا، اگر مشروط نہ ہوتا بلا تعیین رقم، اور بلا شرط رقم ہوتا۔

۵- متبادل صورت یہ ہے کہ حکومت کا محکمہ صحت غرباء کے علاج کے لئے مخصوص رقم فراہم کرے، اس کا طریقہ کار ایسا ہو جس سے رقم کی وصولی غرباء کے لئے آسان ہو اور جلد ہو جائے اور ایسا انتظام کرے کہ رقم مستحقین تک پہنچے، بیچ میں نہ رہ جائے یا غیر مستحقین اس سے نہ فائدہ اٹھانے لگیں، یہ انتظام ان مخصوص بیماریوں کے لئے جن کے علاج میں کافی سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

ایسا انتظام نجی فلاحی ادارے بھی کر سکتے ہیں۔

اسی طرح سرکاری ونجی اسپتالوں کی آمدنی سے ایک فنڈ غرباء ومتوسط طبقہ کے علاج کے لئے مختص کیا جائے اور پوری جانچ پڑتال کے بعد مستحقین تک پہنچایا جائے، اور علاج کرانے والے غرباء یا ان کے متعلقین سے کہا جائے کہ وہ بطور چندہ، جتنی رقم اس فنڈ میں دے سکیں، دے دیں، اس کا لحاظ کئے بغیر کہ علاج پر خرچ کتنا آئے گا۔

۶- قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے کی گنجائش ہے، ایسے لوگوں کے پاس اگر علاج کی رقم نہ ہو تو انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھالیں، گنجائش ہو جانے کے بعد اتنی رقم صدقہ کردیں، اور اگر غریب ومفلوک الحال ہوں تو صدقہ کی ضرورت نہیں۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس

مولانا عبد اللطیف پالنپوری ☆

۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ بیمہ قمار اور سود پر مشتمل ہے اور یہ دونوں بڑے سنگین گناہ ہیں جن کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔

۲- اگر کسی نے لاعلمی میں صحت بیمہ کرالیا ہو تو اس پر توبہ استغفار لازم ہے، اور جمع شدہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ سود ہے۔

۳- میڈیکل انشورنس کا تعلق سرکاری ادارہ سے ہو یا نجی ادارہ سے دونوں صورتوں میں ناجائز ہے، عدم جواز کی علت (سود، قمار) دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے یہ ایک مخصوص رقم انشورنس ادارہ میں جمع کرنے کے ساتھ مشروط ہے، لہذا اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، بلکہ یہ سود ہے جو حرام ہے۔

۵- مسلمانوں کو چاہئے کہ عصبیات کی مد سے ہر شہر میں اپنا الگ اسپتال قائم کریں، جس میں دواؤں وغیرہ ہر طرح کی سہولیات فراہم کی جائے، نیز صدقات و زکوۃ کی مد سے غرباء کو مفت علاج بھی فراہم کیا جاسکتا ہے، سرکاری طور سے ایسے اسپتال ہیں جن میں غریبوں کے لئے علاج

☆ دار العلوم نذیریہ، کاکوسی، گجرات۔

کی سہولت فراہم ہے۔

۶ – فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: "الضرورات تبیح المحظورات" ضرورت ناجائز اشیاء کو مباح کر دیتی ہے، جن ممالک میں میڈیکل انشورنس کرانا وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے ضروری کر دیا گیا ہو، ان کے لئے اس فقہی قاعدہ کے تحت میڈیکل انشورنس کی گنجائش ہے۔

لیکن بیمہ کمپنی میں جتنی رقم جمع ہوتی ہے اس سے زیادہ علاج کی سہولت حاصل کرنا جائز نہیں ہے، زائد رقم غرباء اور محتاجوں میں بلانیت ثواب تقسیم کر دی جائے، البتہ اگر خود ہی محتاج ہو تو بقدر ضرورت اپنے استعمال میں لینے کی گنجائش ہے (فتاوی رحیمیہ ۶/ ۱۳۳)۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس شرعاً ناجائز

مولانا نیاز احمد عبدالحمید مدنی ☆

۱- ناجائز ہے۔

۲- ناجائز ہے۔

۳- دونوں کا حکم ایک ہوگا۔

۴- مذکورہ تفصیل کے روشنی میں اس کو تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

۵- ملکی، صوبائی، ضلعی اور قروی پیمانہ پر زکوۃ کا اجتماعی نظام، بیت المال کا قیام، رفاہی تنظیموں کا قیام، صرف طبی خدمات کے لئے رفاہی تنظیم کا قیام زکوۃ کے مال سے اسپتال کا قیام اور مستحقین زکوۃ اور فقراء ومساکین کے لئے مفت علاج کا انتظام۔

۶- مجبوری کی حالت میں جائز ہوگا، قانونی مجبوری کے تحت کئے گئے بیمہ سے استفادہ درست ہوگا۔

☆☆☆

☆ ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر، یوپی۔

ہیلتھ انشورنس میں قمار کا عنصر ہے

مولانا محمد نعمت اللہ قاسمی ☆

میڈیکل انشورنس (علاج بیمہ) کی اگر یہ صورت ہو کہ انشورنس کرانے والے کو ایک مقرر رقم نہیں، بلکہ اس مقررہ رقم کے بقدر دوا اور علاج کی سہولت حاصل ہوگی تو اسے ہم بیع اور اجارہ کی صورت کہہ سکتے ہیں جو سود پر مشتمل نہیں ہے اور جائز ہے، لیکن قمار سے پھر بھی مفر نہیں ہے کہ ایک طرف سے رقم کا ادا کیا جانا تو یقینی ہے، لیکن دوسری طرف سے طبی سہولیات کا حاصل ہونا فریق اول کے بیمار ہونے پر، بلکہ اس کی خاص بیماری پر موقوف جو غیر یقینی ہے اور قمار کی حرمت بھی منصوص بنص قطعی (قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ) ہے، پس جب تک کہ اضطرار کی صورت نہ ہو اس کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی جیسا کہ تمہید کی شق ۵ میں گذر چکا ہے اور ظاہر ہے کہ منتظر بیماری کو اضطرار چہ معنی حاجت بھی قرار نہیں دے سکتے ہیں، پس میڈیکل انشورنس کے جواز کی طرف جانا راقم الحروف کی رائے میں صحیح نہیں ہے اور سرکاری ونجی میڈیکل انشورنس کمپنی کے درمیان حکم میں میرے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے۔

جہاں تک سرکاری قانونی کے ذریعہ لزوم اور جبر کا سوال ہے تو اس مجبوری کے تحت انشورنس کرالینے کی اجازت تو ہوگی لیکن استفادہ کی اجازت نہیں ہوگی، البتہ اپنی رقم کسی طرح واپس لے لینا جائز ہوگا۔

☆ جامعہ اسلامیہ دار العلوم، ملیا، گوگری جمالپور، کھگڑیا، بہار۔

۵-　　اگر بنیادی مقصد غریبوں کو گراں علاج کی سہولت فراہم کرنا ہے وفی سبیل اللہ خلق خدا کی خدمت کی نیت سے یہ کام کرنا چاہئے اور کم از کم مختلف کمپنیاں ہر بیماری نہیں تو خاص خاص بیماری کے علاج کی ذمہ داری قبول کرلے اور وہ بھی زیادہ نہیں، محدود انداز میں قبول کرلے، اس طرح اگر بہت سی کمپنیوں نے یہ کام کیا تو بہت سے غریب مریض کو گراں علاج کی سہولت حاصل ہو جائے گی۔

☆☆☆

یہ انشورنس غیر شرعی ہے

مولانا ابوالعاص وحیدی ☆

۱- میڈیکل انشورنس کے بارے میں جو تفصیل سوال نامہ میں ذکر کی گئی ہے اس کے پیش نظر وہ ناجائز ہے۔

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے وہ بھی ناجائز ہے۔

۳- سرکاری ونجی میڈیکل انشورنس اداروں کا حکم ایک ہی ہوگا۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی جانب سے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

۵- اسلامی نقطۂ نظر سے ملکی، صوبائی، ضلعی اور مقامی سطح پر متبادل صورت یہ ہے کہ:

☆ زکاۃ کا اجتماعی نظام قائم کیا جائے۔

☆ بیت المال قائم کیا جائے۔

☆ رفاہی تنظیمیں قائم کی جائیں۔

☆ طبی خدمات کے لئے رفاہی تنظیم قائم کی جائے۔

☆ صدقات واجبہ ونافلہ کے مال سے ہسپتال قائم کیا جائے جہاں غرباء ومساکین

☆ سدھارتھ نگر، یوپی۔

کے لئے مفت علاج کا انتظام ہو۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کردیا گیا ہے بدرجۂ اضطرار اسے جائز مانا جائے گا، اسی طرح اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پڑ جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے استفادہ جائز ہوگا۔

نوٹ: میڈیکل انشورنس کے بارے میں اوپر جو رائے ذکر کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کے پورے نظام میں قمار (جوا) کی روح پائی جاتی ہے جو نص صریح سے حرام ہے، انشورنس اور قمار کی مشابہت پر مولانا برہان الدین سنبھلی حفظہ اللہ نے بڑی مفصل بحث کی ہے (ملاحظہ ہو: موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل ر ۹۹-۱۰۰)۔

☆☆☆

میڈیکل انشورنس اور اس کا شرعی حکم

مولانا نعیم اختر قاسمی ☆

انشورنس کے موضوع پر ہند اور بیرون ہند میں کئی سمینار منعقد کیے جا چکے ہیں، خصوصا ''اسلامک فقہ اکیڈمی'' کا چوتھا سمینار اسی موضوع پر حیدرآباد میں منعقد ہوا تھا، جس میں کثیر تعداد میں علمائے کرام نے شرکت کی تھی، مقالے بھی تحریر کئے گئے تھے اور اپنی قیمتی آراء بھی پیش کی تھیں اور حسب دستور تجاویز بھی پاس کی گئی تھیں۔

مگر چونکہ ''میڈیکل انشورنس'' بھی انشورنس ہی کی ایک قسم ہے، اس لئے انشورنس سے متعلق کچھ اپنے خیالات کا مختصر طور پر اظہار کر دینا بھی ضروری ہے تا کہ میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کا جواب دینے میں مطابقت رہے۔

میڈیکل انشورنس:

سوالنامہ میں میڈیکل انشورنس کا جو تعارف کرایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انشورنس کی یہ قسم املاک اور ذمہ داری کے انشورنس کے مشابہ ہے، لہذا اس پس منظر میں میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

۱- میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہے، کیونکہ یہ امداد باہمی کی قبیل سے ہے جس میں سود قمار

☆ جامعہ عربیہ امداد العلوم، گوپا گنج، مئو۔

وغیرہ کا تحقق نہ ہوگا، کمپنی کا نفع حاصل کرنا شرکاء کی اجازت سے ہے، نیز حصول نفع ایک تبعی اور طبعی چیز ہے۔

۲- جمع شدہ رقم سے زائد مالیت کے علاج سے مستفید ہونا بھی جائز ہے۔

۳- سرکاری اور نجی دونوں قسم کے اداروں سے فائدہ اٹھانا یکساں طور پر جائز ہے، کیونکہ نجی کمپنیوں کا حصول نفع کے پیش نظر اس طرح کا ادارہ قائم کرنا امداد باہمی کے منافی نہیں جیسے موجودہ پرائیوٹ تعلیمی ادارے۔

۴- انشورنس ادارہ کی جانب سے علاج کے لئے دی گئی رقم کو ادارہ کی جانب سے امداد و تعاون قرار دیا جائے گا۔

۵- انشورنس ادارہ اگر جمع شدہ سرمایہ میں اضافہ کی غرض سے غیر شرعی طریقہ اپناتا ہو تو ادارہ کا ایسا کرنا درست نہیں، بقیہ چیزیں خلاف شرع معلوم نہیں ہوتیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مروجہ بیمہ کے صحیح بدل کی جو صورت بیان کی ہے تھوڑے فرق کے ساتھ وہ موجودہ نظام سے ملتی جلتی ہے (جواہر الفقہ ۲ / ۱۸۸ تا ۱۹۰)۔

ہندوستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں امداد باہمی کی اگر اس سے بہتر کوئی شکل بن سکتی ہو تو چھوٹے پیمانے پر ہی سہی اس کا عملاً آغاز کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔

۶- میڈیکل انشورنس میں حصہ لینا جبراً یا اختیاراً جائز ہے، لہذا علاج کے وقت اس کی سہولیات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

مناقشہ:

میڈیکل انشورنس

جناب باگ سراج صاحب:

جناب صدر جلسہ اور مہمان خصوصی اور معزز سامعین اس وقت کا عنوان ''میڈیکل انشورنس یا ہیلتھ انشورنس'' ہے اور اس پر جو سوالات آئے ہیں اس میں جو سب سے اہم سوال ہے وہ یہ کہ ہیلتھ انشورنس جو اس وقت ہندوستان اور دنیا بھر میں رائج ہے اس کے کیا اہم مقاصد ہیں؟

ان کے تین مقاصد ہیں، پہلا مقصد کسی بھی ملک میں ہیلتھ انشورنس اور جنرل انشورنس تمام انشورنس کمپنیز کا دولت کا پیدا کرنا یا بڑھانا، یعنی کریٹ منی ہے، اب اس دولت کے کماتے ہوئے کچھ اچھے کام بھی ہو جاتے ہیں تو وہ ضمنی ہیں، دوسرا جو مقصد ہے خاص کر ہیلتھ انشورنس کا وہ پروٹیکشن آف ہیلتھ ہے، یعنی عوام کی صحت کا خیال رکھنا، یا صحت کے لئے تحفظ کی فراہمی ہے اور تیسرا مقصد ہے انسانی زندگی اور پراپرٹی کے نقصانات کی تلافی کرنا ہے، یہ تین مقاصد ہیں۔

میں صرف مسلمانوں کی بات نہیں کر رہا ہوں، پوری دنیا کی عوام انشورنس ایجنسیز سے جو توقع رکھتی ہے، وہ یہی کہ ان کی بھی دولت بڑھے، اور جان و مال کے نقصانات کی تلافی کی ضمانت بھی ملے، ہندوستان میں بھی بہت سارے کام کرنے والوں کے لئے انشورنس ضروری قرار دیا گیا ہے اور ریٹائرڈ ہوتے وقت جو مختلف پینشن ملتے ہیں تو ایک تو پینشن کا بینیفٹ ملتا ہے، دوسرے گریجویٹی کا اور تیسرے انشورنس کا بینیفٹ بھی کمپلسری (ضروری) میں شامل ہے تو

جس طرح عوام ان تمام چیزوں کو دولت اور منافع کے حصول کے طور پر دیکھتی ہے، حکومت بھی اسی نقطہ نظر سے دیکھتی ہے، اب حکومت کے پاس جہاں دوسرے ذرائع ہیں وہیں انشورنس کے تمام ذرائع بھی ہیں، اس میں حکومت اپنے فائدہ اور بچت کے نظریئے سے پالیسی جاری کرتی ہے اور عوام اپنے فائدہ کی غرض سے پالیسی لیتے ہیں، آپ اس بچت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ۲۰۰۵ء میں جو ہے کل رقم لائف انشورنس کے ذریعہ جمع کی گئی اس کی تعداد پانچ سو نوے بلین کڑوڑ روپے ہے ایک ہزار ملین کا ایک بلین ہوتا ہے، اور دس لاکھ کا ایک ملین ہوتا تو اتنی رقومات جب انشورنس سے جمع ہوتی ہیں تو عوام کیا دیکھتی ہے، عوام بھی یہ دیکھتی ہے کہ اپنی بچت ہو اور اپنی پونجی بڑھے، پونجی یوں بڑھتی ہے کہ ہیلتھ انشورنس میں تو یہ نہیں ہوتا ہے، لیکن دوسرے انشورنس میں ربا دیا جاتا ہے، اس لئے اضافہ ہوجاتا ہے تو عوام دیکھتی ہے کہ اپنی پونجی میں اضافہ ہو اور دوسرا تحفظ بھی ملے ساتھ ساتھ، اس تحفظ میں زندگی کا بھی تحفظ شامل ہے، صحت کا بھی تحفظ شامل ہے اور مال کا بھی تحفظ شامل ہے تو یہ رہے انشورنس ایجنسیز کے مقاصد اور عوام کے مقاصد بھی اب ایجنسیز کا بھی سوال تھا اس میں مختلف اسپتالوں یا مختلف ایجنسیز انشورنس مہیا کرتی ہیں، یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ صرف انشورنس ایجنسیز ہی انشورنس مہیا کرتی ہیں۔

جس شخص کی کمپنیز میں تنخواہ ساڑھے چھ ہزار روپے ماہانہ سے کم ہوتی ہے اس کے لئے ہیلتھ انشورنس کا نظم ہوتا ہے، ان کے ورکروں کی پوری فیملی اور ان کے بچوں کی صحت کا خیال رکھا جاتا ہے اور وہاں پر ان کا علاج ومعالجہ ہوتا ہے، یہ گورنمنٹ سیکٹر کی ایجنسی بھی کرتی ہے اور پبلک سیکٹر کی ایجنسیز بھی، یعنی مختلف کارپوریشنس ہیں، ایک سوال اسی سلسلہ میں یہ بھی آیا تھا تو جی ہاں کمپنیاں اور کارپوریشن اپنے اپنے طور پر آفیسرس اور اپنے تمام عملہ کو انشورنس کی سہولت فراہم کرتی ہے۔

اب گروپ انشورنس کی صورت میں کمپنیاں انشورنس کمپنی سے بھی انشورس کراتی ہے،

اور خود بھی جو کمپنی کا اپنا نفع ہوتا ہے اس میں سے بھی رقومات جو ہیلتھ کے تحفظ پر آتے ہیں کمپنی خرچ کرتی ہے، تو پبلک سیکٹر ایجنسی یا پھر پرائیوٹ سیکٹر ایجنسیز جیسا کہ سوال آیا MNC ملٹی نیشنل کارپوریشن کا تو، ملٹی نیشنل کارپوریشن کا تو نہیں، البتہ جو بلائنڈ آف کمپنیز ہیں وہ تمام اپنے عملہ کو ان کے ہیلتھ کے تحفظ کے لئے انشورنس فراہم کرتی ہے۔

ان کے علاوہ سینٹرل گورنمنٹ بھی اپنے امپلائز اور عملہ کو انشورنس فراہم کرتی ہے، اس کی خاص اسکیم یہ ہے کہ وہ ہندوستان کے قوانین کے تحت بنائے گئے ہیں پھر عوام الناس کے انشورنس کے لئے دو ایجنسیز ہیں، پہلے بہت ساری تھی ان کو نیشنلائز کیا گیا، ایک لائف انشورنس کارپوریشن کے نام سے اور ایک جنرل انشورنس کارپوریشن کے نام سے، اور جہاں تک ہیلتھ انشورنس کا سوال ہے تو یہ صرف جنرل انشورنس کمپنی مہیا کرتی ہے، اور ایک خاص نکتہ جس کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا تھا کہ ہیلتھ کے انشورنس میں رفاہی کام زیادہ نظر آتا ہے، اس تعلق سے یہ عرض ہے کہ اس وقت تک یہ بات صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ عام آدمی جو اپنے صحت کو انشورڈ کراتا ہے، اور وہ رقومات جو ایک سال کے لئے پریمیم کی شکل میں دیتا ہے، اس میں اور جو جنرل انشورنس کارپوریشن جو اپنی پالیسیز کے کلیمس پہ پیسہ خرچ کرتا ہے، اسپتال میں لوگوں کے علاج میں اس میں فرق ہے، اس لئے کہ کلیمس تو سو فیصدی ہیں جب کہ اس وقت کے رائج ڈاٹا کے حساب سے کلکشن ۴۰ فیصدی ہے، تو سو فیصدی کلیمس ہیں جب کہ اخراجات میں اس کا تناسب ایک سو چالیس فیصدی سے زیادہ آرہا ہے، اس لئے ہیلتھ انشورنس سیکشن بہت سنجیدگی سے یہ غور کر رہا ہے کہ ہیلتھ انشورنس کے پریمیم کو جلد سے جلد سے بڑھایا جائے تو عنقریب ہیلتھ انشورنس کی جو لاگت ہے، اور اس کی کاسٹ کے بڑھنے کے چانسز ہیں اور یہ اس لئے بھی کہ ہیلتھ انشورنس، بلکہ تمام انشورنس کو ہندوستان میں ۲۰۰۱ء سے پرائیوٹ سیکٹر میں پھر سے لایا گیا ہے، پہلے سے پرائیوٹ سیکٹر میں تھا، بعد میں نیشنلائز کیا گیا تھا اب پھر سے پرائیوٹ سیکٹر میں لایا

گیا ہے، اب پرائیوٹ سیکٹر میں جنرل انشورنس کی بہت ساری کمپنیاں آ گئی ہیں، لیکن صرف ایک کمپنی اس وقت ہندوستان میں ایسی بنی ہے بجاج کی جو ہیلتھ انشورنس کرتی ہے، اور وہ واحد پرائیوٹ ہیلتھ انشورنس کمپنی ہے جو کوئی اپنا انشورنس کراتا ہے اس کو اپنے مخصوص ہاسپٹل میں علاج کرواتی ہے، اس نے اکتالیس ہاسپٹل کے ساتھ اپنا معاہدہ کرر کھا ہے، ہندوستان کے مختلف شہروں میں اور وہ اکتالیس ہاسپٹل نہایت ہی عمدہ اور تمام سہولیات سے آراستہ ہیں ان میں سے کسی اسپتال میں جس نے اپنے ہیلتھ کا انشورنس کرایا ہے جا کر اپنا علاج مفت کرا سکتا ہے، اسے اپنی طرف سے کوئی پیسہ ادا نہیں کرنا پڑتا ہے، باقی تمام ہیلتھ کے انشورنس کی کمپنیز میں پہلے اپنا پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے اور جو بلس آتے ہیں ان کے لئے اپنے کلیمس پیش کرنے پڑتے ہیں، اور جنرل انشورنس کا جو ہیلتھ کا شعبہ ہے اس کو پروسس کرتا ہے، کبھی کبھار وہ کلیمس دینے سے انکار بھی کر دیتا ہے اگر ان کے رپورٹ میں یہ بات آتی ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، لیکن یہ پرائیوٹ کمپنی ہیلتھ کی جو بجاج ہے اس نے اکتالیس اسپتال کے ساتھ اپنا معاہدہ کرر کھا ہے وہاں جا کر مفت مکمل علاج کیا جا سکتا ہے، اور ان کے اخراجات بھی کچھ زیادہ نہیں ہیں۔

ان کے علاوہ بھی ایسی ایجنسیز اور کمپنیز ہیں جو ہیلتھ کی سہولت فراہم کرتی ہے، اب بہت ساری NGOs ہیلتھ انشورنس میں آ گئیں ہیں، اور وہ NGOs اسپتال چلاتی ہیں، دوائیاں دیتی ہیں اور ساتھ ساتھ وہ بھی ان کے جو ممبرز ہیں ان کا بھی انشورنس کرتی ہیں، اور یہ سہولیات عوام الناس کے لئے مختلف ایریاز (علاقے) تک محدود ہیں، یہ پورے ملکی پیمانے پر نہیں کرتے، کچھ علاقے ایڈاپٹ کرتے ہیں، کوئی شہر ایڈاپ کرتے ہیں اور اس شہر کے لوگوں کو ہیلتھ انشورنس کی سہولیات مہیا کرتے ہیں۔

مولانا عبید اللہ اسعدی:

ایک سوال یہ بھی ہے بعض حضرات کا ہے کہ کن ممالک میں یہ قید ہے کہ انشورنس کے

بغیر سفر نہیں کیا جا سکتا؟

باگ سراج صاحب:

زیادہ تر ویسٹرن ممالک میں جو ڈولپ کنٹریز ہیں اور جہاں ہیلتھ انشورنس کرانا لازم ہے، جیسے امریکہ میں ہیلتھ انشورنس بالکل ضروری ہے، بلکہ انہوں نے اپنا ہیلتھ کارڈ بنایا ہے، او رجو لوگ گلف جاتے ہیں تو جاتے وقت تو انشورنس ضروری نہیں ہے، لیکن جانے کے بعد جیسے ہی وہ وہاں کا مستقل اقامہ اور کام کرنے کا اجازت نامہ حاصل کرتے ہیں تو وہاں بھی ان کے لئے ہیلتھ انشورنس کرانا اور ہیلتھ کارڈ بنانا ضروری ہوتا ہے، لیکن جانے کے لئے نہیں، جانے کے بعد کی بات ہے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

یہ جو میڈیکل انشورنس کا مسئلہ زیر بحث ہے اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ جن ملکوں اور جن سروس میں جانے کے لئے انشورنس کو لازم کر دیا گیا ہے وہ موضوع الگ ہے اور زیادہ پیچیدہ نہیں ہے، ہمیں معلوم یہ کرنا ہے کہ جو سوال نامہ تیار کیا گیا تھا اور بھیجا گیا تھا ان میں جو باتیں سامنے آئیں تھیں کہ امریکہ ہے یا جن ملکوں میں علاج اتنا گراں ہو گیا ہے کہ بغیر ''میڈیکل انشورنس'' کے اگر کوئی علاج کرائے تو ان کے لئے علاج کا بل ناقابل ادا ہوتا ہے، متوسط طبقہ بھی وہاں کا متحمل نہیں ہوتا کہ میڈیکل انشورنس کرائے بغیر اپنا علاج یا کوئی معمولی علاج بھی کرالے۔ میرے ایک ساتھی ہیں شکاگو میں مولانا عبداللہ سلیم صاحب جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، بہت بڑے عالم ہیں، اس زمانے میں ان کے کسی صاحبزادہ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، انگلی میں چوٹ آ گئی تھی، کہنے لگے مولانا ۲۰ رہزار ڈالر اس پر صرفہ آیا ہے، اگر میڈیکل انشورنس نہ کرایا گیا ہوتا تو کیسے ہم اس کو ادا کرتے اور کیا صورت حال بنتی، تو ہم کو جو غور کرنا ہے کہ میڈیکل انشورنس

میں قمار کا پہلو ہونا اور بھی جو محظورات شرعیہ ہیں جو تقریباً طے شدہ ہیں سب کچھ ہیں، ہم ماہرین سے یہ جاننا چاہیں گے کہ جو صورت حال امریکہ میں ہے، یا یورپ میں ہے کہ علاج اتنا مہنگا ہوگیا ہے کہ وہاں اوسط درجہ کے آدمی کے لئے بھی گویا بیماریوں کا علاج میڈیکل انشورنس کے بغیر ممکن اور قابل تحمل نہیں رہا، کیا ہمارے ملک ہندوستان میں بھی صورت حال ایسی پیدا ہوگئی ہے؟ ہندوستان کا کوئی سروے ہو، کوئی جائزہ ہو، کم سے کم بڑے شہروں کا ہو کہ جہاں علاج کی جو قیمتیں ہیں اس کی جو گرانی ہے کس حد تک ہے، اور کیا واقعہ ہے کہ ایک متوسط درجہ کے آدمی کے لئے جو متوسط امراض ہوا کرتے ہیں، زیادہ غیر معمولی امراض کی بات نہیں کہہ رہا ہوں جیسے کینسر ہے، یا دوسرے اسی طرح کے امراض ہیں، جو درمیانی قسم کے امراض ہوتے ہیں، ان امراض کا علاج بھی عام حالات میں ناقابل تحمل ہے، کیا یہ صورت حال پیدا ہوگئی ہے؟ اس کی اگر کچھ وضاحت ہو جائے ہمارے سامنے تو غور کرنے میں شاید سہولت ہو۔

باگ سراج صاحب:

یہ بالکل صحیح ہے کہ اب علاج ومعالجہ کے اخراجات بڑھ گئے ہیں، لیکن جہاں تک انشورنس کی بات ہے اور ایک دو نکات اس کے علاوہ بھی ہیں جن پر فقہی نقطہ نگاہ سے غور بہت ضروری ہے کہ یہ ہیلتھ انشورنس کمپنی جو پریمیم کے ذریعہ سے پیسہ جمع کرتی ہے، کمپنی اس پیسے کا کیا کرتی ہے؟ یہ بھی تو دیکھنا ہے، ہندوستان کی جو انشورنس کمپنیاں ہیں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جو پیسہ انشورنس میں آیا ہے اس کا اسی (۸۰) فیصدی حکومت کے جاری کردہ بانڈز آف سیکورٹیز میں انویسٹ (Invest) کرتی ہیں، جن پر فکس سود کمپنی کو ملتا ہے تو کمپنیز کا اسی فیصدی پریمیم پیسہ گورنمنٹ کے بانڈز آف سیکورٹیز میں لگایا جاتا ہے اور گورنمنٹ اس پیسہ کا استعمال راستہ وغیرہ انفارسٹکچر میں کرتی ہے، باقی کے ۲۰ رفیصدی میں سے پندرہ فیصدی حصہ میوچول فنڈس میں لگایا جاتا ہے میوچول فنڈ زوہ ہیں جو نفع اور نقصان اور شرکت پر بنیاد پر پیسہ لگاتے ہیں، انوسٹ کیا جاتا

ہے انہیں کہتے ہیں یہ اسلامی نقطہ نظر سے جائز ہو سکتے ہیں، لیکن میوچول فنڈز میں دونوں قسم کے کام ہوتے ہیں، اپنی پونجی کو بچانے کی خاطر کچھ حصہ اپنے فنڈ کا شیئرز بازار میں نفع اور نقصان کی بنیاد پر لگایا جاتا ہے اور کچھ حصہ انٹرسٹ ڈپازٹ پر، تو یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ یہ جو پیسہ جمع ہو رہا ہے اس پیسہ کا اصراف انشورنس کمپنی کیسے کر رہی ہے؟ حلال طریقے پر یا حرام طریقے پر۔

اب رہ گئی یہ بات کہ اخراجات بہت ہو گئے ہیں، اس لئے صحت کا انشورنس کا خاص کر ضروری نظر آتا ہے، بالکل صحیح، یہاں میں ایک رائے یہ دوں گا کہ اگر انفرادی طور پر ہیلتھ کا انشورنس کیا جاتا ہے تو اس کی Cost اس وقت ذرا کم ہے، یعنی چالیس فیصدی کم ہے، وہ بہت جلد بڑھ جانے والی ہے تو پھر بھی کافی زیادہ ہے، انفرادی ہیلتھ انشورنس کی جگہ اگر اجتماعی ہیلتھ انشورنس کرایا جاتا ہے یا گروپ ہیلتھ انشورنس کرایا جاتا ہے تو اس انشورنس میں کافی چھوٹ دیتی ہیں، یہ بھی ایک فرق واضح رہنا چاہئے، اس کا فائدہ تمام ملٹی نیشنل کمپنیاں اور گروپ اٹھا رہے ہیں، ہم بھی جو اپنی انجمنیں ہیں کافی عملہ کام کرتا ہے ان کا گروپ انشورنس ہیلتھ کا کروانے کی طرف قدم بڑھائیں تو بہتر ہوگا۔

اور ایک خاص بات جو آپ سب کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ چونکہ جو مال ہمارے پریمیم کے ذریعہ سے ہیلتھ انشورنس کی کمپنی کما رہی ہے، اسلامی طریقے پر جائز کاموں یا جائز طریقے سے ان کا استعمال نہیں ہو رہا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ''اسلامک ہیلتھ انشورنس'' کمپنی بھی بنائی جائے، جس طرح سے کوششیں ہوگئی ہیں کہ اسلامی بنکس بنائے جائیں یا اسلامی مالی ادارے بنائے جائیں تو اسی طرح سے یہ کوشش بھی کرنی چاہئے، بلکہ ان دونوں کو اب ملایا بھی جا سکتا ہے، اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں ہندوستان کی اقتصادیات میں کہ بنکنگ اور انشورنس کے دونوں کلچر کو ایک ساتھ ملایا جا سکتا ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلامی طریقے پر بھی جس کو ''تکافل'' کے طور پر ڈولپ کیا گیا ہے اور بہت سے چھوٹے بڑے ممالک میں رائج ہے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

میڈیکل انشورنس میں ہندوستان کی صورت حال کیا ہے؟

باگ سراج صاحب:

جی ہاں! میڈیکل انشورنس کا جہاں تک تناسب ہے صرف پانچ فیصدی ہندوستانیوں نے آج میڈیکل انشور کیا ہوا ہے اور اسی پانچ فیصدی میں سے ساڑھے چار فیصدی شہروں سے تعلق رکھتے ہیں اور باقی دیہاتوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی درمیانی درجہ کے شہری ہیں جو ان سے تعلق رکھتے ہوں گے، تو کل انشورنس ہندوستانیوں نے اب تک صرف پانچ فیصد ہی کرایا ہے، اور لائف انشورنس کا تناسب صرف ۲۰/ فیصدی ہے۔

مولانا ذاکر رشادی:

ابھی جیسے حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی نے فرمایا تھا کہ کسی صاحب نے سوال اٹھایا کہ کن ممالک میں جانے کے لئے ہیلتھ انشورنس ضروری ہے، ممالک کی بات تو اپنی جگہ ہے، لیکن بعض مقامات ایسے ہیں جہاں پر داخلے کے لئے ہیلتھ انشورنس کا ہونا ضروری ہے، بہت سے مصانع اور کارخانے ہیں جہاں پر لوگ کام کرتے ہیں، کہیں لوہے اور اسٹیل کی فیکٹری ہے، اسی طرح میرا تعلق نیلور سے ہے جو ساحل سمندر ہے اور خلیج بنگال سے قریب ہے، ''افرو'' ہمارے یہاں ہندوستان کا بہت معروف ادارہ ہے جہاں سے پرواز خلا اور اسپیس میں جو بھیجا جاتا ہے وہیں سے بھیجا جاتا ہے، وہاں پر جتنے ملازمین ہیں سب کا ملازمت سونپے جاتے وقت ہی ہیلتھ انشورنس کرایا جاتا ہے، اس کے علاوہ جیسے صدر جمہوریہ یا اور کوئی بڑے حضرات وہاں پر آنا چاہیں تو پہلے ان کا ہیلتھ انشورنس کروایا جاتا ہے اور زائرین کے لئے وہاں پر دخول ممنوع ہے، تو اس

صورت میں بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ میڈیکل انشورنس ایک نارمل اور عمومی حالات میں کوئی ضروری چیز نہیں ہے اور بعض خصوصی حالات میں جن پر علماء یہاں پر بیٹھے ہیں غور کر کے مسئلہ بڑی آسانی سے طے کیا جا سکتا ہے، ہاں وہ لوگ جن کی روزی روٹی اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی کاموں میں رکھی ہے، جیسے ہمارے یہاں پر بہت سے ایسے لوگ ہیں یا ہندوستان کے بہت سے ایسے صوبے ہیں جہاں پر غربت زیادہ ہے ان علاقوں میں جیسے مدراس ہے، مدراس میں گنڈی ایک علاقہ ہے ایسے اور بھی بہت سے جنوبی ہند کے مقامات ہیں جہاں پر لوگ آکر پانچ سو روپے ماہانہ پر کام کرتے ہیں، کنٹریکٹ پر ان کو رکھا جاتا ہے اور ان کے علاج و معالجہ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، میں بزرگوں اور اکیڈمی کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا، کہنا یہ ہے کہ بعض مصالح ایسے ہیں جہاں پر فیکٹری خود ذمہ داری لے لیتی ہے، یہ لازمی چیز ہو جاتی ہے کہ ہیلتھ انشورنس اپنے ساتھ رکھیں، لیکن یہ ذمہ داری ان کو جنہیں ملازمت دی جاتی ہے، فیکٹری خود لے لیتی ہے، بس اتنا ہی مجھے عرض کرنا تھا کہ بجائے ممالک کہنے کے وہاں پر ''مقامات'' کہا جائے تو یہ مناسب ہوگا۔

باگ سراج صاحب:

یہاں پر آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ جو کوئی ہوائی سفر کرتا ہے اندرون ملک یا بیرون ملک ان کا انشورنس ٹکٹ کے اندر ہی ہو جاتا ہے تو انشورنس تو لائف کا مختلف چیزوں میں ہوتا ہی ہے۔

احسان الحق صاحب:

جناب صدر، اور ڈائز پر تشریف فرما اکیڈمی کے ذمہ دار اور مہمانان وفقہاء حضرات!

آج کا جو انشورنس کا موضوع ہے، اس میں چونکہ میرے مقالہ کا اردو میں ترجمہ نہیں ہو سکا تھا اور سرکولیٹ بھی نہیں ہوا، اس لئے میں آج کچھ وقت زیادہ آپ کا لوں گا۔

میڈیکل انشورنس کی نوعیت یہ ہے کہ ایک شخص ایک قلیل رقم پریمیم کی شکل میں دیئے

کے بعد کمپنی سے یہ ضمانت لیتا ہے کہ اگر وہ معین مدت کے اندر بیمار پڑ جائے تو اس کے علاج ومعالجہ میں جو خرچ آئے گا، کمپنی ایک حد تک اس کی امداد کرے گی، اور جو مالی نقصان اس میں اس کو پہنچے گا اس مالی نقصان کی تلافی کمپنی کرے گی، اس میں جو علاج ومعالجہ پر اصل اخراجات آتے ہیں وہ بھی شامل ہوتے ہیں اور کبھی کبھی بیماری کی وجہ سے اس آدمی کو چھٹی لینی پڑتی ہے، اگر وہ تنخواہ دار آدمی ہے تو یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اس کا اتنا تنخواہ کا نقصان ہوا، بہر حال یہ اس کے معاہدہ کی شرائط میں سے ہے کہ وہ رکی ہوئی تنخواہ کی تلافی کرے گی یا نہیں کرے گی، جہاں تک قانونی حیثیت کا تعلق ہے تو انشورنس، انشورنس ہے اور اس میں چاہے میڈیکل انشورنس ہو یا فائر انشورنس ہو، یا میرین انشورنس ہو، اس میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے، قوانین دونوں کے یکساں ہیں۔

میڈیکل انشورنس میں انشورنس کرنے کے بعد طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ کمپنی اس کو ایک انڈنٹی کارڈ جاری کردیتی ہے اور کمپنی کچھ اسپتالوں کی لسٹ جاری کردیتی ہے جن سے اس کا معاہدہ ہوتا ہے کہ جب بھی آپ بیمار ہوجائیں تو فلاں اسپتال میں دیکھائیں اور اس کے بعد وہاں آپ کا علاج شروع ہوجائے گا، اس میں آپ کو اپنی جیب سے کوئی پیسہ نہیں دینا پڑے گا، اس میں بھی دو طریقے ہوتے ہیں کبھی کبھی کچھ پیسہ بھی دینا پڑتا ہے عام طور پر جو آوٹ آف فیسلٹیز ہوتی ہیں جن میں زیادہ پیسہ نہیں دینا پڑتا اس میں کبھی کبھی جیب سے پیسہ دینا پڑتا ہے اور بعد میں وہ ملتا ہے، وہ اوٹ آف فیسلٹیز جو ہیں وہ اونچی بیماریوں کے لئے نہیں ہوتی ہیں کہ جس میں مریض کو اسپتال میں داخل کرنا ضروری نہیں ہوتا ہے، مثلاً کسی کا کوئی عضو فریکچر ہوگیا اس میں پلاسٹر ڈال دیا اور وہ گھر چلا گیا، یا کسی کو اپنا دانت نکلوانا ہے تو ڈاکٹر نے دانت نکال دیا پھر دوسرے دن ڈاکٹر نے بلایا اور وہ دانت چڑھا دیا اس کے لئے ہاسپٹلائز ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی، دوسری بیماری میں ہاسپٹلائز ہونے کی ضرورت ہوتی ہے، تو جیسے ہی وہ اسپتال جاتا ہے تو عام طور سے کمپنی یہ کرتی ہے، یا اس کو جب محسوس ہو کہ اس کی طبیعت ہورہی ہے کہ اب وہ اسپتال

میں جائے تو اپنا کارڈ دکھائے تو اسپتال والے کارڈ دیکھتے ہی یا تو انٹرنیٹ سے یا فیکس کے ذریعہ انشورنس کمپنی کو انفارم کرتے ہیں اور کمپنی اس کے بارے میں کہہ دیتی ہے کہ ہاں یہ کارڈ ویلڈ ہے ان کا علاج کردیا جائے، اس کے بعد وہ علاج شروع ہوجاتا ہے۔

علاج ومعالجہ میں یہ نہیں ہے کہ وہ جتنی چاہے رقم خرچ کردے، بلکہ اس کا تعلق پریمیم سے ہوتا ہے، کسی میں ایک لاکھ کا ہوگا، کسی میں دولاکھ کا ہوگا، کسی میں تین لاکھ کا ہوگا اور اس میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کون سا روم لیں گے اے سی روم لیں گے یا آڈنری روم لیں گے، اتنا پریمیم دیں گے تو ایسا روم ملے گا اور اتنا پریمیم دیں گے تو ایسا روم ملے گا، اور کبھی کچھ بیماریوں کا پیکج ہوتا ہے، کمپنی کہتی ہے کہ اگر آپ کو بائی پاس سرجری کرانی ہے تو وہ ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ دے گا، اسپتالوں میں بھی اس طرح کے پیکج ہوتے ہیں کہ اس میں کتنا وقت لگے گا، یہ کوئی طے نہیں ہوتا ہے، کہ آٹھ دن لگیں گے یا دس دن لگیں گے کمپنی اس کے لئے وہ پیکج مقرر کردیتی ہے، یہ طریقہ عام طور سے اس کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔

لیکن ہمارے فقہی مسائل کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں میڈیکل انشورنس ہو یا جنرل انشورنس ہو اس کے لئے الگ الگ قانون نہیں ہے، ہمارے یہاں جو قانون ہے صرف دو ہے، ایک لائف انشورنس کے لئے قانون ہے ایک جنرل انشورنس کے لئے قانون ہے اس کے علاوہ جتنے بھی انشورنس ہیں ان کو دو ہی کیٹگری میں بانٹا جاتا ہے یا تو وہ لائف انشورنس ہوتے ہیں یا وہ جنرل انشورنس ہوتے ہیں، جنرل انشورنس وہ نقصان کی تلافی کا انشورنس ہے کہ ایک حد تک جو کسی حادثہ سے نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کی جائے گی، اس کو نقصان کی تلافی کا کنٹریکٹ کہا جاتا ہے اور لائف انشورنس میں چونکہ انسان کے جان کی قیمت طے نہیں کی جاسکتی، اس لئے اس کو نقصان کی تلافی کا کنٹریکٹ نہیں کہا جاتا، اس کو انشورنس کا کنٹریکٹ کہا جاتا ہے، یا جان کے فوت ہونے کا کہ اگر کسی حادثے میں آپ کی جان فوت ہوجاتی ہے تو آپ کے ورثاء کو اتنا پیسہ

ملے گا اور جنرل انشورنس میں جتنا نقصان اور ایکچول لاس ہوتا ہے اس کا تخمینہ لگایا جاتا ہے اور اس کی تلافی ہوتی ہے۔

دوسرے جنرل انشورنس اور لائف انشورنس میں ایک فرق اور بھی ہے، جنرل انشورنس میں عام طور پر انوالومنٹ کنسپٹ نہیں ہوتا ہے، لائف انشورنس میں ہے کہ وہ اس میں شامل ہوتا ہے کہ اگر آپ اس مدت کے اندر فوت ہو گئے تو فوت ہونے کے بعد آپ سے پریمیم لینا بند کر دیا جائے گا اور آپ کو اتنی رقم دیدی جائے گی اور اگر آپ میوچرٹی کو پہنچ گئے، آپ نے دس سال کی پالیسی لی تھی اور وہ مدت پوری ہوگئی تو آپ کو اتنی رقم مل جائے گی، یعنی لائف انشورنس میں اتنا ملنا طے ہے کب رقم ملے گی یہ طے نہیں ہوتا ہے تو اس کے لئے کچھ پریمیم زیادہ لیا جاتا ہے، اس میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسک بھی کور (Cover) ہو جائے اور جتنا روپیہ وصول کرنے کا منصوبہ ہے اس میں کمپنی اتنا روپیہ رکھتی ہے کہ ان کو دس سال کے بعد جو طے کیا ہے وہ ان کو دیدیں۔ اب اس میں پریمیم کمپنی کس طرح کرتی ہے، اس کے لئے ایسے تو اوسط نکالتے ہیں ہر چیز کا مال لیجئے کہ ایک سال میں سو آدمی میں سے ساٹھ آدمی فوت ہو جائے اور دوسرے سال چالیس آدمی فوت ہو جائے تو دو سال کا ایوریج پچاس پچاس نکلے گا، لیکن یہ اوسط یہاں کارگر نہیں ہوتا ہے، یہاں ایک اور امکانی اوسط لیا جاتا ہے، اور اس کو تھیوری آف پرولٹی کہتے ہیں اور اسی کے حساب سے پریمیم طے ہوتا ہے اس کو پتہ رہتا ہے کہ کس رسک کو Cover کرنے کے لئے کتنا خرچ آئے گا، تھیوری آف پرولٹی یہ ہے کہ جیسے کہ ہمارے پاس چار رنگ کی چار گیندیں ہیں اور چار گیندیں یہ ایک تھیلے میں ڈال دی اور چار بار ہاتھ ڈالا ہم نے اس میں سے ایک نکالی پھر واپس ڈال دی، پھر نکالی، پھر واپسی ڈالی پھر نکالی پھر واپس ڈالی، یہاں امکان یہ ہے کہ چاروں بار آپ کے ہاتھ میں سرخ آئے یا یہ امکان ہے کہ دو بار سرخ آئے یا یہ امکان ہے کہ تین بار سرخ آئے اور یہ بھی امکان ہے کہ ایک ہی بار سرخ آئے تو تھیوری آف پرولٹی یہ ہے کہ جتنی آپ تعداد بڑھاتے چلے

جائیں گے اس کا اوسط وہ نکلتا چلا جائے گا اب یہ کمپنی سوچتی ہے کہ ایک سال میں کتنا ایکچول نقصان ہوگا، اور اس کی نقصان کی تلافی کے لئے مجھے کتنا پریمیم لینا چاہئے کہ جس سے اس کی تلافی بھی ہو جائے، دفتر کے اخراجات بھی نکل آئیں اور کچھ منافع بھی مل جائے، یہ طریقہ پریمیم میں کرنے کا ہے۔

لائف انشورنس کے معاملہ چونکہ یہ ریگولر انشورنس ہے، اس لئے ایک ڈاٹا ریگولر اینڈ ڈولپ منٹ اتھارٹی ہے اور وہی اس کا پریمیم اس کا وہی طے کرتی ہے کہ اس سے زیادہ پریمیم آپ نہیں لیں گے، کیونکہ یہ عوام کا معاملہ ہے کہیں معاملہ الٹا نہ ہو جائے، اس لئے گورنمنٹ اس میں اپنا دخل رکھتی ہے۔

انشورنس کے لئے کچھ قانونی اور اخلاقی اصول بھی ہیں، اس لئے آل موسٹ تمام معلومات ظاہر کردینی چاہئے، اگر آپ کینسر کے مریض ہیں اور فارم میں لکھا ہے کہ آپ کو کینسر ہے یا نہیں تو آپ کو یہ صاف کرنا پڑے گا کہ آپ کینسر کے مریض ہیں اور اگر آپ نے کہہ دیا کہ میں کینسر کا مریض نہیں ہوں اور بعد میں علاج کے لئے آپ گئے اور پتہ چلا کہ اس سے پہلے کسی آدمی نے چیک اپ کرایا تھا اور اس میں کینسر نکلا تھا تو ایسی حالت میں کمپنی پر کلیم واجب نہیں ہوگا۔ یہ گڈ فیتھ (Good Faith) اور انتہائی خلوص کا معاملہ ہے۔ اس میں ساری چیزیں بتانی ضروری ہیں اور یہ ہمارے اسلامی اصولوں سے بھی مطابقت رکھتی ہے، دوسرا اینڈم لیٹی کا اصول ہے جتنا نقصان آپ کو ہوا ہے اتنا ہی ملے گا اور اس حد تک ملے گا جس حد تک آپ نے انشورنس کرایا ہے، اور اگر کوئی نقصان نہیں ہوا تو کچھ نہیں ملے گا۔

ایک یہ کہ جو آپ کو خطرہ ہے اور اس خطرہ کا تذکرہ آپ نے انشورنس کے وقت کیا تھا تو اسی خطرہ سے آپ کو نقصان پہنچنا چاہئے، ڈائرکٹ اسی خطرہ سے اس کے پیچھے کسی خطرہ سے نقصان پہنچتا ہے تو وہ نہیں ہوا جیسے کسی نے سنترے لے جانے کا اپنا انشورنس کرایا اور یہی انشورنس

تھا کہ اس کے سنترے اگر سڑ جائیں گے کسی حادثے میں سوکھ جائیں، بکھر جائیں سمندر میں گر جائیں یا برباد ہو جائیں تو اس کو کلیم ملے گا، اب ہوا یہ کہ اس سے آگے جو جہاز جا رہا تھا اس کا ایکسڈینٹ ہو گیا اور سنترے والا جہاز پیچھے کھڑا رہ گیا اور اس کی کو وہیں پہ دس بارہ دن لگ گئے تو دیر لگنے سے جو اس کو نقصان ہوا تو چونکہ وہ رسک اس میں کور نہیں تھا، اس میں ایکسیڈنٹ کا رسک کور تھا، لہذا اس کمپنی کو وہ رسک نہیں بھرنا پڑے گا۔

اب ایک چیز یہ بھی ہے کہ انشورنس کرنے والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مال کی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح اس کا مال بغیر انشورنس کے تھا اور حفاظت کر رہا تھا ایسا نہیں ہے کہ آپ نے انشورنس کرالیا اور جو چوکیدار رکھا تھا آپ نے گودام پر اس کو ہٹا دیا کہ مجھے اب اس کو تنخواہ دینے کی کیا ضرورت ہے، اگر کمپنی کو پتہ لگ جائے تو اب کمپنی اس کا کلیم نہیں دی گئی۔

دیکھئے میں نے جیسا کہ عرض کیا کہ انشورنس کسی بھی طرح کا ہو فقہی اور قانونی مسائل کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ اس کنٹریکٹ کی نوعیت سے ہے کہ کنٹرکٹ کیا ہے؟ میں اب اس بات پہ آتا ہوں جس سے آپ اپنے فقہی مسائل طے کریں گے ابھی تک دنیا کے قانون نے اس کو کس نظر سے دیکھا ہے؟ تو عام طور سے دنیا کے قانون نے شروع شروع میں یہ بتایا تھا کہ یہ قمار کا، جوئے کا، شرط کا اور بازی لگانے کا کام ہے اور اس کے اندر برٹش پول کا جو فیصلہ ہے، جنھوں نے جوے کی تعریف کی ہے ''الف'' کو کچھ رقم ''ب'' کو اس شرط کے ساتھ دینا پڑے کہ کوئی حادثہ اگر پیش آئے تو ''ب'' کو وہ رقم پہنچائے گا اور اگر وہ حادثہ نہیں ہوا تو وہ نہیں دے گا اس کو کہتے ہیں کہ یہ جوے کا کنٹرکٹ ہے، اس میں اور انشورنس میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ برٹش کورٹ کا فیصلہ ہے (کارٹن ہارڈ کوٹ کا فیصلہ)۔

انشورنس کا قانون لانے کے باوجود بھی وہ کہتے ہیں کہ اس میں اور شرط لگانے میں نوعیت میں کوئی فرق نہیں ہوا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جائز مقاصد کے حصول کے لئے تھوڑے

بہت ناجائز ذرائع بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں، جب کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ جائز مقاصد کے حصول کے لئے ذرائع بھی جائز استعمال کئے جائیں۔

دوسرے وہ یہ کہتے تھے کہ اس میں کاروبار کرنے میں دقت آرہی ہے، اس لئے غیر قانونی کہنے میں انشورنس کمپنیاں اپنا کاروبار بند کردیں گی اور لوگوں کو انشورنس کی سہولت کم مہیا ہوگی اور جیسا کہ میں نے کہا کہ کمپنیز کا معاملہ یہ ہے کہ جتنے زیادہ سے زیادہ لوگ انشورنس کرائیں گے اتنا ہی زیادہ کامیابی سے چلے گا، تو اس کے لئے انہوں نے ایک انشورنس انفرسٹکچر قانون لگادیا کہ جن لوگوں کی وابستگی اس کی جان سے یا مال سے ہے وہ لوگ انشورنس کراسکتے ہیں، لیکن یہ بات اب بھی وہیں ہے کہ اس کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑا، صرف مقصد میں فرق آیا، دوسری طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ جہاں اخلاق اور ایسٹیٹیسی میں تضاد ہو تو وہاں ایسٹیٹیسی کی خاطر اخلاق کو ترک کرجانا چاہئے تو تجارت کے معاملہ میں یہی فرق ہے کہ وہاں یہی تجارت کے معاملہ میں ہوا، یہی سٹے کے معاملے میں اور یہی لاٹری کے معاملہ میں ہوا۔ لاٹری پہلے غیر قانونی تھی، پھر وہ اسٹیٹ لاٹری کا کنسپٹ لے کر آئے کہ اگر کوئی اسٹیٹ لاٹری چلاتی ہے تو اس کا جو فائدہ پہنچتا ہے اسٹیٹ گورنمنٹ کو پہنچتا ہے اور وہ پبلک پر خرچ ہوتا ہے، لیکن اس میں بھی بہت ساری فیملی جب برباد ہوگئی تب انہوں نے یہ اسٹیٹ لاٹری بند کی، اسی طرح ایسٹیٹیسی میں ہے جہاں تضاد ہوتا ہے وہاں ان کا جھکاؤ کسی قدر ایسٹیٹیسی کی طرف آتا ہے کہ کارکردگی، تجارت یہ سب چیزیں بڑھنی چاہئے، اخلاقی اگر تھوڑی بہت کوئی کمی رہ گئی تو اس کو برداشت کیا جائے، جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو یہاں اخلاقیات آگے رہتی ہیں اور باقی مسائل ان کے پیچھے رہتے ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

جناب احسان صاحب! وضاحت دراصل اس میں یہ ہے کہ لائف انشورنس اور کاروبار کے انشورنس پر چوتھے اور پانچویں سمینار میں تفصیلی بحث ہوچکی ہے اور یہ تو ہمارے یہاں

کے مسلمات میں سے ہے کہ یہ قمار آمیز معاملات ہیں تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ''میڈیکل انشورنس'' کے بارے میں وضاحت آئے کہ اس کے مقاصد کیا ہوتے ہیں نمبر ۱، نمبر ۲ اس کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے اور نمبر ۳ اس سلسلہ میں سرکاری انشورنس کمپنیاں اور پرائیوٹ انشورنس کمپنیاں کیا ان دونوں کے طریقہ کار اور مقاصد میں فرق ہے؟ کیا اس کا مقصد صرف تجارت اور بزنس ہے یا خدمت ہے، اس پہلو پر اگر آپ روشنی ڈالیں تو سہولت ہوگی۔

احسان الحق:

جہاں تک میڈیکل انشورنس کمپنیوں کا تعلق ہے تو اس میں سرکاری انشورنس کمپنیاں لائف انشورنس اور جنرل انشورنس کرتی ہیں اور پرائیوٹ انشورنس کمپنیاں بھی انشورنس کرتی ہیں اس میں جنرل انشورنس بھی ہے اور اس میں میڈیکل انشورنس بھی شامل ہے تو ان کے طریقہ کار میں تو بالکل کوئی فرق نہیں ہے، ایسا نہیں ہے کہ سرکار کوئی رفاہی کام کر رہی ہو اور پرائیوٹ کمپنی کوئی منافع لے کر کام کر رہی ہو۔ یہ بات ضرور سامنے آئی ہے کہ آج کل بیماریوں کے بڑھنے کی وجہ سے پریمیم کا جو تخمینہ لگایا گیا تھا، کمپنیوں کو اس سے زیادہ خرچ کرنا پڑ رہا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آگے انشورنس کنٹریکٹ لیں گے اس میں پریمیم کی شرح بڑھائیں گے تاکہ ان کو خسارہ نہ ہو تو اس میں پرائیوٹ میں اور سرکاری میں کوئی فرق نہیں ہے، دوسرے انھوں نے یہ عرض کیا کہ وہ اپنا آئی ڈنٹی کارڈ بنا دیتے ہیں کہ پریمیم کس طرح ہوگا اس میں وہی ساری باتیں ہیں اور اس میں جو قانونی بات ہے وہی ہے کہ ان کے پاس پریمیم کی شکل میں تو جو فنڈ جمع ہوتا ہے، ان کے یہاں چونکہ منی زیرو ایل (L) ہے، اگر کیش غلہ میں پڑا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے کار پڑا ہے کوئی منافع نہیں دے رہا ہے، لہذا وہ اسی کو سود پر اٹھاتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ اس کو سود پر مہینے بھر رکھنا ہے، بلکہ آج کل محض ۲۴ ر گھنٹے کے لئے بھی مارکٹ میں سود پر معاملہ چل رہا ہے، اس لئے اگر کوئی رقم فالتو (زیادہ) رہ گئی تو ۲۴ ر گھنٹے کے لئے اس کو سود پر رکھ

دیتے ہیں تو ایک تو ان کی آمدنی میں سود کا عنصر ہے ہی اور دوسرے یہ کہ اگر پریمیم پر ان کو زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے تو اس میں جو خسارہ ہوا اس کے بارے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ اتفاقی امر کی وجہ سے ہوا، وہی جوے کا حال ہے اور اگر اس میں کوئی منافع ہوا تو یہ بھی اتفاقی امر ہے کہ لوگ کم بیمار پڑے اور کم خرچ کرنا پڑا، تو اس میں جوے کا اثر آ گیا۔

اب میں اسلامی انشورنس کے بارے میں بتاتا ہوں، اسلامی انشورنس کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں نفع اور نقصان دونوں پالیسی ہولڈر کا ہے، اس میں کمپنی کوئی ایسی نہیں ہے کہ اس کا نفع اور نقصان ہو اور اس کو کئی طریقے سے کیا جا سکتا ہے، ایک تو فنڈ کے طریقے سے کہ ایک ادارہ نے جس میں چالیس پچاس ہزار افراد کام کرتے ہیں اس ادارہ نے کوئی فنڈ قائم کرلیا اور خود ہی اس کا انتظام کیا اور اس میں یہ طے کرلیا کہ سال میں جتنے لوگ فوت ہوجائیں گے سب میں وہ فنڈ تقسیم ہوجائے گا تو یہاں جو پریمیم فکس ہوگیا ہے ان ہی کی طرح سے، لیکن ملنے والی رقم جو ہے وہ فکسڈ نہیں ہوتی ہے، اور یہ تعاون کی کیٹگری (زمرے) میں آتا ہے کہ ایک فنڈ ہم نے جمع کردیا اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں اٹھانا ہے، بس یہ طے کرلیا کہ اگر کوئی غریب بیمار ہو یا فوت ہو تو اس فنڈ میں سے پیسہ ان کو دیدیا جائے گا، یہ بالکل رفاہی کام ہے اس میں کوئی اپنا فائدہ نہیں ہے۔

اسلامی انشورنس:

دوسرے یہ کہ اس فنڈ کو اگر خود ہم نہیں چلا پاتے اور فنڈ جمع ہوگیا اور کاروبار بہت زیادہ بڑھ گیا تو اس کے لئے ہم کوئی فنڈ آپریٹر رکھ لیں جو کہ اچھی طرح ہمارے فنڈ کا انتظام دیکھے، اب یہ آپریٹر دو طرح سے کام کرسکتا ہے، وکالت کے طریقے سے کام کرسکتا ہے، اس کی ایک فیس یا کوئی تنخواہ مقرر کی جاسکتی ہے، دوسرا اگر اس میں انوسٹ منٹ کا پہلو ہے تو اس کو تجارت ومضاربت کے اصولوں پر انوسٹ کیا جاسکتا ہے، یہاں وہ اس کے منافع میں شریک ہوجائے گا اور وہ مضارب بن جائے گا اور اگر اس کو تعاون کی شکل میں دیکھا جائے تو کوآپریٹو سوسائٹی کی شکل

میں بھی قائم کیا جاسکتا ہے، جوکہ اپنے پالیسی ہولڈر کے لئے کام کرے، اس کے علاج ومعالجہ کے لئے کام کرے، اس کا مال سے کوئی لینا دینا نہ ہو، کمپنی کی شکل میں بھی ہوسکتا ہے، یہ کمپنی اپنے امپلائی کے لئے پالیسی جاری کرے اور انہیں کے علاج ومعالجہ کے لئے جاری کرے، اور اگر یہ سوچا جائے کہ یہ تجارت میں انوسٹ کیا جائے تو یہاں مضاربت کی شکل میں بھی کیا جاسکتا ہے، اس پر آپ لوگ غور کرسکتے ہیں...... اس کے علاوہ اگر کوئی سوال ہو تو بتائیں۔

عبدالحنان چاندنا:

میں سب سے پہلے میڈیکل انشورنس کی دو جملوں میں تعریف پیش کروں گا، انشورنس ایک ایسا رباعی اور ایک ایسا کنٹریکٹ ہے جو کو آپریٹو کی بنیاد پر جو انشورڈس ہوتے ہیں وہ لوگ اس میں انوالو (شامل) ہوتے ہیں اور ان کے خسارے کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرتا ہے، یعنی جو خسارہ ہونے جارہا ہے یا جس خسارہ اور نقصان کے ہونے کا امکان ہے اس خسارے کے امکان کو آپسی تعاون سے بانٹنے کی کوشش کرتا ہے کہ اگر ہوا تو پورا کیا جائے گا اور اگر نہیں ہوا تو اس کی کوئی بھرپائی نہیں ہوگی وہ سوخت ہوگیا ختم ہوگیا۔

انشورنس کے لئے پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

۱-انشورنس یعنی جس کا انشورنس کیا جارہا ہے، انشورر جو انشورنس کررہا ہے سب جیکٹ میٹر، یعنی ہمارا میڈیکل انشورنس، انشورول انٹرنس، یعنی علاج، اور رسک، یعنی بیمار ہوجانے کا خطرہ یہ پانچ چیزیں ہونے بہت ضروری ہیں میڈیکل انشورنس میں، آج چونکہ بہت زیادہ بیماریاں ہوگئی ہیں جو اپنی بیماریوں سے خودف زدہ ہوگئے ہیں تو اسی واسطے ''میڈیکل انشورنس'' کا چلن بھی عام ہوگیا ہے، میڈیکل انشورنس کسی دوسرے کے لئے بھی کرایا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر میں اپنی بیوی کا میڈیکل انشورنس کرواسکتا ہوں، پرپوزر میں ہوں، انشورڈ میری بیوی ہے،

پر پوزر میں ہوں انشورڈ میرے بچے ہیں'' ایک ٹرم سامنے آئی پر پوزر'' تو پانچ کے بجائے چھ لوگ بھی ہو سکتے ہیں، لیکن پانچ لوگوں کی موجودگی بہت ضروری ہے، یہ انشورنس آدمی ذاتی طور پر بھی، یعنی اپنے لئے کرواسکتا ہے، خاندان کے لئے بھی کراسکتا ہے اور اپنے ادارہ کے تمام افراد کے لئے بھی کراسکتا ہے، یہ انشورنس ایک سال کی مدت کے لئے ہوتا ہے ایک سال میں اگر کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تو انشورنس کے لئے ادا کی گئی وہ رقم سوخت ہو جائے گی، اب اس کا کوئی کلیم نہیں ملے گا، جیسے عام جنرل انشورنس میں ہوتا ہے، لائف انشورنس میں ایسا نہیں ہوتا، کیونکہ لائف انشورنس ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے ہم لائف انشورنس کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں۔

''میڈیکل انشورنس'' میں ہمارے احسان صاحب نے ایک بات بتائی تھی Al most Good Faith)، کوئی آدمی اگر پہلے ہی سے بیمار ہو اس کے ساتھ رسک کچھ زیادہ ہے، یعنی جو پروٹی کی بات احسان صاحب بتا رہے تھے، اس کو میں تھوڑا سا اور واضح کروں کہ اس کے بیمار ہو جانے کے امکانات زیادہ قوی ہیں، کوئی آدمی کینسر کے مرض میں مبتلا ہے، اس کے بیمار ہونے اور اسپتال جانے کے چانسز زیادہ ہیں، کوئی آدمی ڈائبٹک ہے اس کو کسی بھی بیماری کی وجہ سے زیادہ پریشانی ہونے کے امکانات زیادہ ہیں تو جیسے جیسے بیماریاں کسی کے ساتھ زیادہ ہوں گی اسی کے لئے انشورنس کا پریمیم بھی زیادہ ہوگا، یا خاص قسم کے مرض کے اپنی ایک حد پر آ جانے کے بعد اس کا انشورنس ہی نہیں ہوگا، یہ میڈیکل انشورنس کے لئے تین باتوں کا ہونا بھی ضروری ہے، ایک تو بیمار ہونا ضروری ہے، متعینہ مدت کے اندر بیمار ہونا ضروری ہے، علاج ہونا ضروری ہے، مریض کا اسپتال میں جانا ضروری ہے اور مریض کے لئے دوا کھانا بھی اور فراہمی بھی ضروری ہے، اگر کوئی کلیم نہیں ہے تو وہ ساری رقم سوخت ہو جائے گی، جو انشورنس کی رقم بیمار ہونے کی صورت میں ملے گی وہ ادا شدہ رقم سے کہیں زیادہ ہوگی، ممکن ہے کہ وہ سو گنی ہو، ممکن ہے وہ پچاس گنی ہو، جیسا انشورنس کرایا جائے گا، یعنی جس آدمی کی اعلیٰ درجہ کی بیمار ہوگی اس کا اعلیٰ درجہ کا

پریمیم بھی ہوگا تو دونوں کا ایک دوسرے سے براہ راست رابطہ اور تعلق ہوگا، کچھ ممالک ایسے ہیں جہاں پر انشورنس لازمی قرار دیا گیا ہے، بغیر میڈیکل انشورنس کے کوئی رہ ہی نہیں سکتا، کچھ ایسے ہیں کہ وہاں پر اگر یہ جائیں تو ہمیں میڈیکل انشورنس کرا کے ہی جانا ہوگا، اگر میڈیکل انشورنس نہیں کراتے تو ہم جا ہی نہیں سکتے داخل ہی نہیں ہو سکتے۔

کل کریڈٹ کارڈ سے متعلق بات آئی تھی اس میں یہ بات ہم سب کے ذہن سے نکل گئی کہ وہ کل کی بات سے بھی متعلق ہے اور آج کی بات سے بھی جو کریڈٹ کارڈ بینک سے جاری کئے جاتے ہیں اس میں میڈیکل انشورنس کی سہولت بھی شامل ہوتی ہے، بشرطیکہ مثلاً فلاں فلاں حالتوں میں ہم کوالیفائی نہ کریں، تو کیا فلاں فلاں چیزوں کے لئے ہم کو میڈیکل مل جائے گا تو میڈیکل انشورنس سے متعلق جو دوسری باتیں اس کو میرے خیال میں اس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے، اگر مزید اس میں کوئی سوال ہو تو اس کا جواب دینے کے لئے ہم ہیں۔

مفتی زاہد علی صاحب:

میرا ان دونوں حضرات سے سوال یہ ہے کہ سرکاری جو ملازمین ہوتے ہیں ان کے لئے سنٹرل گورنمنٹ یا اسٹیٹ گورنمنٹ کی جو اسکیم ہوتی ہے اس کو میڈیکل اٹنڈنس اسکیم کہتے ہیں اس کا نام انہوں MAS رکھا ہے، غالباً اس کو میڈیکل انشورنس تو نہیں کہتے ہیں، لیکن اس میں ہر ملازم کی ان کی تنخواہ کے اعتبار سے ہوتا ہے، مثلاً کوئی پوسٹ گریجوٹ ملازم ہے اس کو تین ہزار روپے کے حساب سے تنخواہ ملتی ہے تو وہ پچیس روپے دیتا ہے، ایک جو کوئی ریڈر ہے وہ تیس ہزار روپیہ تنخواہ پاتا ہے تو وہ تیس ہزار کے حساب سے ڈیڑھ سو یا دو سو روپے دیتا ہے، کوئی پروفیسر ہے تو وہ ڈھائی سو یا تین سو روپے دیتا ہے، اور اس کے لئے پورا کول بنا دیا جاتا ہے، اور بیماری ہونے کی شکل میں سب کو یکساں طور پر اس سے فائدہ ہوتا ہے، جہاں جتنی ضرورت ہوتی ہے اس کے مطابق اس میں یہ یقینی بات ہے کہ جو پیسہ جمع ہوتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں نہایت کم ہوتا ہے، جتنا

پیسہ اس میں دیا جاتا ہے اور یہ سب یقینی معاملہ ہے اس میں کوئی معاملہ ایسا نہیں ہے کہ سرکار اس پیسے کی بھرپائی کرتی ہے، اگر سرکار اس کی بھرپائی کرتی ہے تو اس کو کیا کہا جائے؟ یعنی مثلاً بیس لاکھ روپے جمع ہوئے سب لوگوں کے کول سے کسی خاص یونیورسٹی یا کسی کالج یا کسی فیکٹری جو کسی انڈر ہیں کل ملا کر وہاں دو کروڑ روپیہ خرچ ہوا تو بیس لاکھ روپیہ وہاں کے دفتر نے دیا اور ایک کروڑ اسی لاکھ انہوں نے دیا، لیکن سب کا پیسہ اس میں شامل ہے، پچیس روپے والے کو تین سو روپے والے کو ڈھائی سو روپے والے کو یکساں طور پر علاج کی سہولت حاصل ہے، جبکہ سب کا معاملہ ایک دوسرے سے مختلف ہے، اور روپیہ تنخواہ کے ساتھ ساتھ دیا جاتا ہے، کوئی اگر اس کا ممبر نہ بننا چاہے تو اپنے طور پر پرویڈرا کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دو طرح کے اور یہاں معاملات ہیں ایک کمپلسری گروپ انشورنس کمپنی اسکیم ہوتی ہے جس کے اندر عجیب وغریب صورت حال یہ ہے کہ اگر کسی کا انتقال دوران سروس ہو جائے گا تو اس کو پوری رقم مثلاً اگر ایک لاکھ کا اگر اس کا انتقال ہوتا ہے تو اس کو وہ دیں گے ایک لاکھ روپیہ، جب بھی دیں ایک دو تین پانچ سال میں انتقال ہو جائے لیکن اگر وہ ریٹائرمنٹ لے گا تو اس کو کل چالیس ہزار روپے ملیں گے اور انتقال کرے گا تو ایک لاکھ روپیہ ملے گا، جب کہ ایک سو بیس روپے سب کو دینے ہیں، جو ادائیگی ہوگی وہ چالیس فیصد ہوگی اور جو رسک ہوگا اس میں وہ صد فیصد پائے گا، چاہے اس نے کتنا ہی کم جمع کیا ہو، اس کے علاوہ بھی اور کئی اسکیم ہے۔

احسان الحق:

اس میں میں اپنا ذاتی تجربہ بتاتا ہوں کہ بینک میں ہمارے یہاں ایک ایسی اسکیم تھی اور ایک سو بیس روپے ایک سال میں لئے جاتے تھے اور اس میں ہم کو فری ٹریٹ منٹ ملتا تھا، اس میں میں نے خود ہی بائی پاس سرجری کرائی، میں نے اسٹنڈ نگ کرائی، تقریباً دو لاکھ روپیہ کا اس اسکیم سے فائدہ اٹھایا، تو اس میں وہ ایک سو بیس روپے لیتے تھے، لیکن وہ ایک سو بیس روپے میں

انشورنس کمپنی کا کام نہیں چلتا، یہ جو میڈیکل اسکیم ہوتی ہے وہ بینک نے اپنے طور پر بنائی ہوئی ہوتی ہے،اس میں کوئی کمپلیکیٹیڈ بات نہیں ہوتی۔

گروپ انشورنس کے لئے ضرور باہر کی کمپنی سے رابطہ کر لیتے ہیں،لیکن سوال یہ ہے کہ اس میں جو ڈمانڈ تھی آفیسرز نے کہ دوران سروس تو یہ فیسلٹی مہیا ہوتی ہے ریٹائرمنٹ کے بعد بینک کوئی ایسی اسکیم بنا کے دے دے تو اس میں فائدہ ہو جائے گا تو اس میں انشورنس کمپنی نے رابطہ کیا گیا تو اس میں جہاں ہم ایک سوبیس روپیہ دیا کرتے تھے اس نے تین ہزار کی ڈمانڈ کی کہ تین ہزار روپے سال میں اگر آپ دیں تو ہم اس کی ذمہ داری لیں تو یہ سمجھئے کہ باقی جو فرق رہا ایک سوبیس روپیہ اور تین ہزار کا، وہ سب بینک نے بیئر کیا، بالکل یہی معاملہ گروپ انشورنس کا ہے کہ بہت سارا پریمیم جو ہے وہ ادارہ خود دیا کرتا ہے،اور تھوڑا پریمیم وہ امپلائی دیا کرتے ہیں۔

مولانا محی الدین غازی:

اصل میں یہ جو سوال نامہ آیا تھا اور اس میں جو صورت مسئلہ کی وضاحت کی گئی تھی اس صورت میں مسئلہ کو ماہرین کے ذریعہ جو سند ملنی چاہئے تھی وہ ہماری امید کے خلاف ہوئی وہ ساری چیز مل نہیں سکی، انشورنس کے سلسلہ میں تو سارا موقف واضح ہے متفق علیہ ہے، اس کے بعد پھر میڈیکل انشورنس کے سلسلہ میں ہمیں دوبارہ بیٹھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس بارے میں جو جواب سامنے آرہا تھا سوال نامے سے وہ یہ کہ یہ تجارتی اور استحصالی کے بجائے رفاہی اور خدمت کی اسکیم ہے،اب چونکہ مقاصد میں فرق ہو گیا،اس لئے اس موضوع پر غور کیا جائے،ورنہ اس موضوع پر غور کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی،لائف اور دوسرے انشورنس کی طرح اس کا بھی وہی فیصلہ تھا تو یہ جو بنیادی نوعیت کا فرق سامنے آیا ہے، یہ فرق کیا واقعی ہے یہ ماہرین سے میری گذارش ہے کہ وہ یہ بتائیں کہ واقعی جو سرکاری انشورنس کمپنی ہے وہ خالص رفاہی ہے، تجارتی نہیں ہے اور جو پرائیوٹ کمپنیاں اس کو بنا رہی ہیں وہ بھی اتنے کم مقدار میں اس کو چلا رہی ہیں کہ

ابھی گویا فی الوقت رفاہی اور مستقبل میں ہوسکتا ہے کہ اس کے لئے وہ نفع کا سامان بنے جو جواز دیا گیا، ایک بات تو یہ ہے، دوسری چیز یہ کہ سوال نامہ کے صورت مسئلہ میں یہ بات بھی تھی کہ بعض دوسرے ملکوں سے میڈیکل انشورنس ضروری ہوتا ہے، لیکن کیا خود ہندوستان میں بھی بہت ساری ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت کے لئے میڈیکل انشورنس کو کرانا لازم ہے، میرے علم کے مطابق بہت ساری ملٹی نیشنل کمپنی میں ہندوستان کی میڈیکل انشورنس تو کرانا ضروری ہے اور ہندوستان کی یونیورسٹیز میں ایڈمیشن کے لئے بھی میڈیکل انشورنس کرانا ضروری ہے تو کیا صورت ایسی ہی ہے؟

مفتی زاہد علی:

اس میں بہت سے وہ لوگ جو ہیلتھ سے وابستہ ہیں ان کو الگ سے اس کا پیسہ بھی ملتا ہے مثلاً ہمارے یہاں ایک صاحب میڈیکل اٹنڈنس میں سات سو روپیہ اور چپراسی کے مقابلہ زیادہ ملتے ہیں ان کو اور ساتھ میں اس کا میڈیکل انشورنس بھی ہوتا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

ایک وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے مولانا محی الدین غازی صاحب کے سوال کے پس منظر میں کہ سوال نامہ میں ایسی کوئی بات ذکر نہیں ہے، یا کوئی جواز کا رخ بھی اختیار نہیں کیا جاتا ہے، ایسا ہے کہ عالمی سطح پر جو مختلف اکیڈمیاں ہیں، انھوں نے مسئلہ تامین پر اور تامین صحی پر الگ الگ بحثیں کی ہیں اور تامین صحی کے مسئلہ پر رائے منقسم ہے بہت سے ملکوں میں، تو اس پس منظر میں یہ سوال نامہ ہے اور اس میں انہیں ماہرین کے جو سوالات کئے گئے تھے اس کی روشنی میں یہ لکھا گیا تھا کہ واقف کار لوگوں کا کہنا ہے کہ میڈیکل انشورنس کا شعبہ مسلسل اور بہت زیادہ خسارہ میں چل رہا ہے، حکومت اس کو اس تصور سے چلا رہی ہے کہ عوام کو سماجی تحفظ حاصل

ہوگا ان حضرات کی بات نقل کی گئی تھی، اور ایک بنیادی فرق تو سمجھ میں آتا ہے کہ لائف انشورنس میں ربا کا پہلو بھی ہے، کیونکہ اگر وہ زندہ رہا موت اس کی اس درمیان واقع نہیں ہوئی تب بھی اس کے بعد اس کو رقم ملتی ہے اور میڈیکل انشورنس کا مسئلہ جو ہے اس میں رقم کا ملنا ضروری نہیں رہتا ہے، اس لئے اس مسئلہ میں تھوڑا اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس پس منظر میں یہ سوال رکھا گیا ہے، اکیڈمی کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے، آپ حضرات جو فیصلہ کریں گے وہی اکیڈمی کی رائے ہوگی۔

مفتی شیر علی گجراتی:

یہ بلوئی عام ہے اور بہت زیادہ مشہور ہوگیا ہے، ہمیں اس پر سوچنا چاہئے کہ ربا کی تعریف میں یہ سب صورتیں آتی ہیں یا نہیں، ربا عقد میں تراضی طرفین سے لین دین اور اس پر جو زائد ہو اس زیادتی کا نام ہے، بہت سی ایسی صورتیں رائج ہوگئی ہیں کہ جن میں تراضی طرفین نہیں ہوتا ہے، ایک طرف رضامندی ہوتی ہے تو دوسری طرف نہیں ہوتی تو جب دوسری طرف رضامندی نہیں ہے وہ مجبوراً قبول کررہا ہے تو اس کو آپ ربا کس اعتبار سے کہہ رہے ہیں؟ اس پر علماء کرام کو ذرا سوچنا چاہئے کہ رباء کی تعریف میں یہ سب صورتیں آتی ہیں یا نہیں، کیونکہ لین دین میں اور رضامندی طرفین میں جو زائد ہے وہ فضل ربا ہے، تو بدل کی صورت میں ربا کے تحقق کے لئے رضامندی طرفین سے ہونا چاہئے اور اگر ایک طرف مجبور ہے تو اس کو شریعت میں رباء نہیں کہتے ہیں، یہ ہے میرا خیال ہے۔

مفتی اقبال احمد قاسمی:

میڈیکل انشورنس کی تعارفی تفصیلات میں یہ بات آچکی ہے کہ میڈیکل انشورنس کرانے کا مقصد علاج ومعالجے کرانے کی مشکلات سے بچنا ہے، لیکن مسلمانوں کے لئے اس

سے استفادہ کی راہ میں رکاوٹ انشورنس کی حرمت ہے۔

اس سلسلہ میں احقر علاج معالجے کی بابت شرعی حکم کے حوالے سے یہ بات پیش نظر رکھنا چاہتا ہے کہ علاج ومعالجہ معاملے میں شریعت نے ممنوعات ومحرمات کے ارتکاب کے لئے لچک رکھی ہے اور انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کی صحت کے بچاؤ کے لئے بہت سے مواقع میں نا جائز چیزوں کو جائز رکھا گیا ہے، مثلاً سونے کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے، لیکن دانتوں کی بیماری میں سونے کے تار سے دانت باندھنے کی اجازت دی گئی ہے، اسی طرح ریشمی کپڑا مردوں کے لئے ممنوع ہے، لیکن خارش کی وجہ سے اس کو پہننے کی اجازت ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزیک بیمار کے لئے خون و پیشاب کا پینا اور مردار کا کھانا از راہ علاج جائز ہے، بشرطیکہ کسی مسلمان طبیب نے اس میں شفایابی کی اطلاع دی ہو اور جائز چیزوں میں اس کا بدل نہ ہو، یہی اور بھی مسالک میں ہے، علاج کے معاملہ میں شریعت کی اس نرم روش کا بھی تقاضا ہے کہ میڈیکل انشورنس میں مسلمانوں کو استفادے سے محروم نہ رکھا جائے، اگر خرابی بھی ہے، لیکن علاج کا یہ طریقہ مشکل کو آسان بناتا ہے تو اس کو جائز قرار دیا جانا چاہئے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

(۱) مولانا اقبال صاحب نے اہم پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے، لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ ''الضرورات تبیح المحظورات'' میں ضرورات سے ضرورات واقعہ مراد ہے یا ضرورت ممکنہ وہ ضرورت جو فی الفور واقع ہو چکی ہو اس سے محظورات کا جواز پیدا ہوتا ہے، یا وہ ضرورتیں جو امکانی طور پر پیدا ہو سکتی ہیں ان کا بھی جواز اس کی وجہ سے پیدا ہوگا؟ یہ غور طلب مسئلہ ہے، میرے خیال میں اس سے مراد وہ ضرورتیں ہیں جو وقوع پذیر ہو چکی ہوں۔

۲- ایک نکتہ اس میں اور زیر بحث آیا حضرت مولانا مفتی شیر علی صاحب کی طرف سے کہ ربا میں ضروری ہے کہ ایسا عقد معاوضہ ہو جس پر طرفین راضی ہوں اور ایک طرف سے زائد ہو

اوراس میں جہاں انشورنس کرانے پرآدمی مجبور ہے تو ایک طرف سے تو رضامندی پائی جاتی ہے اورایک طرف سے رضامندی نہیں پائی جاتی ہے،تو اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ ایک ہے دل کی آمادگی کے ساتھ کرنا،فقہاء کی اصطلاح میں ایجاب وقبول میں جورضا مراد ہے،اس میں دل کی آمادگی ضروری نہیں ہے،الفاظ وکلمات کے ذریعہ یا کسی دستاویز پردستخط کے ذریعہ اگرآپ نے بظاہر چاہے کسی مجبوری ہی کی وجہ سے اپنی رضامندی کا اظہار کردیا تو ایجاب وقبول کاتحقق ہوگیا، اوراگراس نے اگر کسی مجبوری سے کیا ہے تو گناہ گارنہیں ہوگا،لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیزیں ربا کے تحقق میں مانع نہیں ہوگی،ایسا خیال ہوتا ہے۔

مولانا سعید الرحمٰن:

حضرات ماہرین نے جو یہ رائے پیش کی کہ''لائف انشورنس''میں جمع کی جانے والی رقم،اورصحت انشورنس میں جمع کی جانے والی رقم میں کوئی فرق نہیں ہے،ڈوبنے یا ضائع ہونے کے اعتبار سے تقریباً دونوں متحد ہیں،اس لئے یہ بات تو طے ہونی چاہئے کہ یہ جمع کی جانے والی رقم جو ہے،یہ خود کس حد تک جائز ہے؟،سب سے پہلے تو یہ مسئلہ ہے،اس کے بعد آپ نے یہ بات کہی کہ ایک دفع ضرر موہوم کے لئے ارتکاب محظور فوری طور پر کیا جائے گا،یہ بات تو شرعاً درست نہیں ہونی چاہئے؟ تیسری بات یہ میرے ذہن میں آرہی ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے:''التداوی لیس بواجب''تو کیا اس حوالہ سے ہرآدمی کے لئے ہر حال میں تداوی واجب ہے؟اگر ہر حال میں واجب نہیں ہے تو احکامات میں فرق ضرور ہونا چاہئے،جب تداوی ہی لازم اورواجب نہ ہوگی تو پھر انشورنس کا مسئلہ ایک مشکل مسئلہ ہوگا،وہاں تک پہنچنے کے لئے افراد کے اعتبار سے احکامات بھی مختلف ہوں گے،یہ دوتین اہم باتیں میرے جو ذہن میں تھیں،اسی طرح شامی میں ایک جزیہ یہ بھی ہے کہ شوہر پر بیوی کا علاج کرانا واجب نہیں،حالانکہ اورنفقات تو واجب ہیں،تو دواعلاج بھی واجب ہونا چاہئے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

میرے خیال میں یہ ایک مستقل موضوع ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج ہے یا نہیں، اور اس وقت ہمارے زیر بحث بھی نہیں ہے، اور ہمارے مولانا سعید الرحمان صاحب نے جو بات کہی کہ علاج واجب نہیں ہے، اس کا مقصد فقہاء کے بیان میں یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے علاج نہیں کروایا اور اس کی موت واقع ہوگئی تو وہ اس کی وجہ سے گنہگار اور قاتل نفس نہیں سمجھا جائے گا لیکن یہ تو حقیقت ہے کہ اگر بیماری پیدا ہو چکی ہو تو اس کے لئے بعض محرمات کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

الحمد للہ یہ علماء کی محفل ہے، اور ایسے مواقع بہت کم آتے ہیں کہ اس طرح کی محفل میں علمی مباحث سامنے آئیں، ایک طرف تو فقہاء نے یہ بات کہی ہے کہ علاج کرنا جائز ہے، مباح ہے، لیکن اس کے بعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ نصوص اور فقہاء کی تصریحات کی بنیاد علاج کے باب میں پر بہت سی محرمات کی گنجائش دی گئی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ جو احکام شرعیہ کے مدارج اور اس کے جو مراتب ہیں اس کے اعتبار سے احکام دیئے جاتے ہیں، علاج کو جائز کہنا خود قابل بحث چیز ہے، خاص طور سے یہ کہ بیوی کا علاج شوہر کے ذمہ ہے یا نہیں، مجھے یاد پڑتا ہے ایک تفصیلی بحث حضرت قاضی صاحبؒ کی اس موضوع پر آئی تھی، لیکن چونکہ مسئلہ یہاں پر دوا علاج میں جان کی حفاظت کا ہوتا ہے، اور جہاں صورت حال یہ ہوتی ہے کہ ایک علاج سے جان کا بچنا ممکن ہوتا ہے اور اس میں بے اعتدالی کرنے سے جان کے فوت ہونے کا خطرہ ہے، ضرر لاحق ہونے کا خطرہ ہے۔ تو ایک طرف ان کو مباح کہہ رہے ہیں، دوسری طرف گویا ہم نے اس کی خاطر اس طرح کے محرمات کے استعمال کی گنجائش دی ہے۔ اس طرح سے ہمیں غور کرنا چاہئے کہ صرف مباح کہنے کی بنیاد پر ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی اہمیت بہت کم ہوگئی ہے، یا قابل رحم چیز نہیں ہے، یہ بات

نہیں ہے۔

شریعت میں جو ضروریات ہیں، حاجیات ہیں اور تحسینیات ہیں، اس کا تعلق چونکہ ضروریات سے ہے، جیسے نفس انسانی کی بقا، مال کی بقاء و دین کی بقا، اس لئے یہاں اس حکم کو مباح قرار دے رہے ہیں۔ اب ایک مسئلہ مان لیجئے تصویر کا ہے ہم اس کو حرام کہتے ہیں اور ہم نفلی حج کرنے جاتے ہیں، حج فرض کی بات نہیں کر رہا ہوں، نفلی حج کرنے کے لئے تصویر کھینچواتے ہیں اب یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ ایک طرف تو نفل حج کرنا کیا ہے؟ واجب و فرض نہیں ہے، لیکن تصویر کھینچوانا جو کہ حرام ہے، پھر بھی تصویر کھینچوانے کا ہم ارتکاب کر رہے ہیں تو ہمارے لئے غور کرنے کی یہ بات ہے کہ ہم مقاصد شریعت کی علامہ شاطبی نے جو تقسیمات کیں ہیں اس کو سامنے رکھ کر زیر بحث مسئلہ پر غور کریں، بہر حال وقت مختصر ہے، اس لئے اس وقت اس پر زیادہ گفتگو نہیں ہو سکتی ہے۔

انشورنس کے تعلق سے جو بات مولانا اقبال صاحب نے کہی ہے وہ بھی قابل غور ہے کہ بہر حال علاج معالجے کے باب میں شریعت نے بہت کچھ سہولتیں رکھی ہیں، تو اگر صورت حال یہ ہو جیسا کہ میں نے یہ بات عرض کی کہ امریکہ اور یورپ وغیرہ کے کئی ملکوں میں ہے، جہاں انشورنس کے لزوم کی بات ہے، وہاں لزوم کی بات ہوگی، لیکن جہاں لزوم نہ ہو، لیکن عملاً علاج اتنا گراں ہو گیا ہو کہ وہاں پر گویا عام طریقے سے ہیلتھ انشورنس کے بغیر علاج کا امکان نہ ہو سخت تنگی کا باعث ہوتا ہو تو ان ملکوں میں ظاہر بات ہے کہ یا تو ہم متبادل اسلامی انشورنس بیمے کا تصور پیش کریں اور اس کو عملی شکل دیں یا پھر انہیں میں کوئی ایسی راہ تلاش کریں جس میں مشکلات کا حل ہو، افسوسناک بات یہ ہے کہ جو سہولتیں ہمیں مل رہی ہیں اور ان میں ناجائز پہلو بھی شامل ہیں، اس کا متبادل شرعی حکم مہیا کر کے عملاً اس کو ہمیں برپا کرنا چاہئے اور اس کو سماج میں نافذ کرنا چاہئے، یہ نہیں ہو پا رہا ہے، چاہے اسلامی بینکنگ کی صورت میں ہو، انشورنش کے تعلق سے ہو

بہر حال یہ تعاونی جذبے کے ساتھ اس طرح کا اگر کام کیا جائے تو کچھ اہل خیر ہمت کریں اور کام شروع کریں تو ہوسکتا ہے کہ کام پھیلے اور امت کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہو، یہ گفتگو علماء کی ہے اس میں اس طرح کے مباحث آئیں گے اور فائدہ ہوگا انشاء اللہ۔

الشیخ عبدالقادر العارفی:

اس وقت جو ہمارے علماء اور مشائخ کی طرف سے ''میڈیکل انشورنس'' کے موضوع پر قیمتی مناقشات، بحثیں اور عرض مسئلہ کی شکل میں مقالات کا خلاصہ پیش کیا گیا عمدہ اور علمی بحثیں تھیں، اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے یہاں ایران میں ''صحت بیمہ'' حکومت کی طرف سے لازمی نہیں ہے، مگر وہاں پر جو دشواری ہے وہ یہ کہ عام طور پر جو لوگ بیمار پڑتے ہیں اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں وہ سرکاری شفاخانوں سے رجوع ہوتے ہیں، بیمار شخص ایک دن، دو دن وہاں رہتا ہے تو اس کے اخراجات ایک ایک لاکھ تک پہنچ جاتے ہیں، بسا اوقات ان بیماریوں کی وجہ سے مہینہ اور دو دو مہینے اسپتال میں رہنا پڑتا ہے، اگر بحکم خداوندی شفایاب ہوتے ہیں تو بھی اور اگر کسی کا وہیں وقت موعود آ جاتا ہے اور وہاں سے جسد خاکی لانے کی نوبت آتی ہے تب بھی دونوں صورتوں میں جب تک شفاخانوں کے ذمہ داران اپنے ضابطے کے مطابق پوری رقم وصول نہیں کر لیتے لاش تک نہیں لانے دیتے، اور ان اخراجات کی شرح لاکھوں بلکہ دس دس لاکھ تک ہندوستانی کرنسی میں پہنچ جاتی ہے۔

ان مالی دشواریوں اور اس قدر گراں علاج کے بار کو لوگوں سے کم کرنے اور اس باب میں لوگوں کو آسانیاں فراہم کرنے کے لئے اسلامک فقہ اکیڈمی جماعت اہل سنت ایران کے علماء نے آج سے پانچ سال قبل اپنی فقہی نشست رکھی اور بحث و مناقشہ اور غور و خوض کے بعد ''میڈیکل انشورنس'' کے جواز کا اجتماعی فتویٰ دیا ''للأجل هذه هناک تکلم العلماء

والشیوخ فی هذا الموضوع قبل خمس سنوات فی إجدی البرامج الفقهیة التی تم تنظیمه من قبل مجمع الفقه الإسلامی لأهل السنة فی ایران وتکلموا فی هذا الموضوع، وافتوا بجواز هذا ای لهذه الضرورة“۔

جہاں تک انشورنس کی دوسری اقسام کا تعلق ہے جیسے گاڑی وغیرہ کا انشورنس، تو اس کے بھی جواز کا فتوی ضرورت کی بنا پر ہمارے یہاں کے علماء نے دیا ہے، ”فهذا أيضا افتی بجوازه لأجل الضرورة“ کیونکہ حکومت نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ بغیر انشورنس کے کسی بھی شخص کو گاڑی چلانے کی اجازت نہیں ہے، اس کو اضطراری یا غیر اختیاری، یا اجباری انشورنس بھی آپ کہہ سکتے ہیں۔

انشورنس کی تیسری قسم ہے جسے ہم ”اجتماعی انشورنس“ کہتے ہیں، جس کی شکل یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ جو شخص اپنا انشورنس کرانا اور حکومت کی اس پالیسی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے وہ آئے اور اپنا انشورنس کرائے، اور عمر کے جس مرحلہ میں ہے اسی حساب سے پریمیم جمع کرائے۔ پالیسی کے حساب سے اگر اسی درمیان موت واقع ہوگئی تو انہیں حکومت متعین رقم اس کے ورثاء کو دے گی اور طبعی یا حادثاتی موت واقع نہیں ہوتی تو ان کے پیسے انہیں واپس ملیں گے، یہ مسئلہ ایران میں علماء کے درمیان زیر بحث ہے، میں آپ حضرات سے یہ امید کرتا ہوں کہ اس پر بھی آپ حضرات روشنی ڈالیں۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے جس پر علماء کا خیال ہے کہ اس میں غرر ہے، یا قمار ہے، یا دوسری شرعی قباحتیں ہیں، میرے خیال میں ”تأمین اجتماعی“ میں غرر وقمار وغیرہ سے متعلق ایسی کوئی بات نہیں ہے، یہ انشورنس اختیاری ہے جس کا جی چاہے کرائے جس کا جی نہ چاہے نہ کرائے، جزاکم اللہ خیرا۔

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی:

ابھی مولانا عتیق احمد صاحب نے جو بات فرمائی دراصل انہوں نے میرے خیال میں

ایک اشکال پیش کیا ہے کہ ایک طرف تو فقہاء جان بچانے کے لئے شراب کے پینے کی اجازت دیتے ہیں تو دوسری طرف علاج کو صرف مباح کہتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس اشکال کا رفع کرنا کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے، اصل میں علاج کا لفظ بہت ساری شکلوں پر حاوی ہے، لیکن یہ جو شریعت کی طرف سے احکام دیئے گئے ہیں یہ سب شکلوں پر حاوی نہیں ہیں، خواہ شراب پینے کی اجازت یا مردار کھانے کی اجازت، وہ قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ ہے: "فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه" وہ اس مرحلہ کو پہنچ جائے مرض کہ اس کے بغیر جان بچ ہی نہیں سکتی، چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جان بچانے کا واحد ذریعہ رہ گیا ہو اور اس حرام چیز کے استعمال کے علاوہ اور کوئی جائز ذریعہ باقی نہ رہا ہو، طبیب حاذق نے، مسلم (بعض لوگوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ مسلم طبیب ہو)، اس نے اس کی اجازت دے دی ہو، تو گو وہ مرحلہ جواز کا الگ ہے اور کسی حرام چیز کے استعمال کے جواز کا مسئلہ الگ ہے، دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، چنانچہ جن حضرات نے اجازت دی ہے، انھوں نے اسی آیت کو مستدل بنایا ہے، یعنی: "فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه" کو۔ یا پھر "عرنیین" کے واقعہ کو مستدل بنایا گیا ہے، عرنیین کے واقعہ میں "اشربوا من أبوالها وألبانها" فرمایا گیا تھا۔ اسے منسوخ کہا گیا ہے یا یہ چونکہ اس کا اگلا حصہ عرنیین کی آنکھیں پھوڑیں گئیں۔ اور کیا کیا گیا، وہ بالاتفاق منسوخ ہے، تو بعض نے اس کو منسوخ قرار دیا ہے، یا بعض نے اسے خصوصیات نبوی ﷺ میں سے قرار دیا ہے، جن لوگوں نے مطلقاً ہر علاج میں حرام کے استعمال کے جواز کی اجازت نہیں دی ہے، اور رہا یہ درجہ کہ جس میں آج کل جان کا خطرہ نہ ہو، بس یہ ہے کہ مثلاً اس کے کچھ اس کے کام متاثر ہو جائیں گے، وہ کچھ دن بخار میں مبتلا رہے گا، کام پہ نہیں جائے گا، یا نماز بیٹھ کر پڑھنے لگا، تو غالباً یہ دو درجے الگ الگ ہیں، اس لئے ان دونوں میں خلط ملط کرنے سے اشتباہ اور اشکال پیدا ہوتا ہے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

مولانا کی گفتگو سے بہت مفید بات سامنے آئی کہ ایک ہے مطلق علاج کو جائز کہنا کہ یہ جائز ہے، یہ مطلق حکم لگانا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ بعض ایسے مرحلے مرض کے ہوتے ہیں جس میں علاج ضروری ہوتا ہے، تو گویا وہاں لازم ہوا اور علاج واجب ہوا، اس مرحلہ کو گویا فقہاء نے واجب قرار دیا ہے، خیر یہ تو یہ علمی محفل ہے، اس طرح کی گفتگو آتی رہے گی، دراصل احکام کے جو مدارج ہیں ایک تو وہ جو ضروریات ہیں، ضروریات خمسہ یا ستہ اس کے تعلق سے جو احکام ہیں، مال کا تحفظ ہے، دین کا تحفظ ہے، جان کا تحفظ ہے، تو ان چیزوں کو غیر معمولی اہمیت ہے شریعت میں اور اس کے بعد جو حاجیات کا درجہ ہوتا ہے، تحسینیات کا درجہ ہوتا ہے، تو جن احکام کا تعلق تحسینیات سے ہے، مثلاً ستر عورت ہے، لباس ہے، یہ چیزیں تحسینیات کے قبیل کی ہیں اور تحسینیات کا اگر کوئی حکم واجبی بھی ہو تو اس میں شریعت گنجائش رکھتی ہے، جب مسئلہ آجائے گا ضروریات کا، تو ہم جب غور کریں ان احکامات پر تو ایک طرف مان لیجئے جو پہلے مثال دی تھی، تصویر کو اگر حرام کہتے ہیں، پھر بھی نفلی حج کے لئے تصویر کھنچوانا اور بعض کارروائی ضروری ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ انشورنس بھی ضروری ہو جاتا ہے، جیسے ہوائی سفر ہے ظاہر ہے انشورنس ضروری ہے اس لحاظ سے آپ دیکھیں تو گویا ان کو صحیح نہیں ہونا چاہئے؟ لیکن دوسری طرف اس بات کو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جو عبادات کا حصہ ہے، یہ ہماری ضروریات میں شامل ہے، ضروریات خمسہ میں، تو ضروریات کے تحفظ کے لئے اور اسی کی رعایت میں یہ ان چیزوں کو کرتے ہیں، یا مثلاً علاج کا معاملہ ہے، اگر ڈاکٹر ضرورت سمجھتا ہے کہ اس حصہ کو دیکھے بغیر علاج ممکن نہیں ہے تو اس کو ہم گویا اجازت دیتے ہیں، یہ کوئی جھکاؤ کی بات نہیں ہے، ایک نکتہ کی میں نے وضاحت کرنی چاہی ہے، بہر حال آپ حضرات کو اظہار رائے کا پورا موقع ہے، فرمائیں آپ لوگ جو فرمائیں۔

ایک آواز

میری گذارش یہ ہے کہ یہ حضرات جن کو ہم ذمہ دار سمجھتے ہیں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ہوں، مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب ہوں اور یہ حضرت (مولانا عتیق احمد صاحب) ہوں آپ ہمارے لئے قابل احترام ہیں، ہم سر پر بیٹھائیں آپ حضرات کو، ایک رائے آتی ہے جواز کی تو بھی کچھ بولیں اور عدم جواز کی آئے تو بھی آپ یہ سمجھانے کی کوشش کریں، آپ کے درجہ کے لئے میں سمجھتا ہوں مناسب نہیں ہے۔

مولانا عتیق احمد صاحب

آپ نے جو بات فرمائی ہے وہ آپ کے اخلاص کی بنیاد پر ہے، اور ویسے ہم سبھی حضرات اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے ذہن میں اگر کوئی بات ہو تو آپ کے سامنے پیش کر دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے، اور فیصلہ تو وہی ہوگا جو شرکاء کی رائے ہوگی، کمیٹی بنے گی اس میں جو حضرات ہوں گے، میں نے تو اپنے حساب سے مسئلہ کی وضاحت کرنی چاہی تھی۔

مفتی ظہیر الدین کانپوری:

میں تھوڑی سی توجہ ایک دوسرے موضوع کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہم کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اصطلاحات اگر اس کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کی اصطلاح بدل سکتی ہے، مثال کے طور پر لائف انشورنس تو ٹھیک ہے اس میں قباحت موجود ہے، لیکن میڈیکل انشورنس اس کا نام ہم نے تو انشورنس رکھ دیا ہے، لیکن حقیقی اعتبار سے اگر اس کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقد اجارہ ہے یا ٹھیکہ داری ہے کہ ایک طرف ایک شخص گویا کہ اپنی کمپنی سے معاملہ کر رہا ہوتا ہے یا جو بھی کمپنی انشورنس کر رہی ہے کہ آپ ہمارے اتنی اتنی مدت تک علاج کی ذمہ داری لے لیجئے، رہی یہ بات کہ ایک نقطہ مقالہ نگاروں کی

جانب سے اٹھایا گیا ہے کہ یہ امر موہوم ہے، بیماری ابھی ہے ہی نہیں، لیکن یہاں یہ بتائیے کہ ظن غالب کے اعتبار سے کوئی بھی شخص بیماری سے پاک ہے کیا؟ اگر مان لیجئے کہ اس نے ساٹھ سال کا بیمہ کروایا ہے جو ریٹائرمنٹ تک کا اس کا بیمہ ہے، عام طور سے ظن غالب یہ ہے کہ وہ بیمار ضرور ہوتا ہے، مثال کے طور پر آپ کسی وکیل کو ماہانہ طور پر رکھ لیجئے کہ جتنے بھی کیس ہمارے آئیں گے آپ اس کو ڈیل کریں اور ہم آپ کو ماہانہ اتنی تنخواہ دیں گے، اسی طریقے سے اگر پریمیم کے نام سے اس کو ادا کرتے ہیں تو وہ ماہانہ دی جانے والی رقم کو اگر اجرت کا نام دے دیں تو اس میں کونسی پریشانی ہے۔

اسی طریقے سے کسی ڈاکٹر کو آپ ماہانہ اجرت پر رکھ لیں کہ آپ ہمارا علاج معالجہ کیجئے ہم آپ کو ماہانہ ایک ہزار روپیہ دیں گے تو کیا یہ ناجائز ہوگا؟ اس پر بھی اگر تھوڑا سا غور کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

بس ایک بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اجارہ میں اجرت بمقابلہ عمل کے ہوتی ہے، اجرت بمقابلہ مال کے نہیں ہوتی ہے، یعنی عقد اجارہ میں ایک طرف سے مالی عوض اور ایک طرف سے عمل پایا جاتا ہے اور یہاں جب کوئی کمپنی آپ کے علاج کا ذمہ لیتی ہے تو اس میں دوائیں بھی داخل ہیں اس میں اور بھی بہت سی چیزیں جو میڈیکل میں استعمال ہوتی ہیں، وہ بھی داخل ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اجرت میں عمل کا متعین ہونا آپ لوگ ضروری قرار دیتے ہیں، یہاں یہ عمل متعین نہیں ہوتا ہے، نہ معلوم کونسی بیماری ہو، کس طرح کی ضرورت پڑے، کس ٹسٹ کی ضرورت دامن گیر ہو تو اس پہلو سے بھی اگر غور فرمائیں تو مناسب ہوگا۔

مفتی ظہیر الدین:

اجرت کے معاملہ میں کافی حد تک جہالت کو برداشت کیا جاتا ہے ایک حد تک حتیٰ

الاطلاق اتنا بھی کافی ہے، لیکن بیع کے اندر تو یقینی طور پر اس کا متعین ہونا ضروری ہوتا ہے، رہی بات عمل کے اعتبار سے علاج کرانا تو یہ عمل کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جیسے کوئی مستری ہے، آپ نے سائیکل دی اس نے پنچر بنایا اور پوری سروس کی اور مال بھی کچھ لگایا تو اگر مان لیجئے کہ کوئی کمپنی یا کوئی ٹھیکہ دار نے کہا کہ ہم آپ کی سائیکل کا پنچر بنوادیں گے، آپ نے اپنی سائیکل دے دی، اس نے اسے کھولا اور اس کی مرمت کی، ظاہر ہے اس میں محنت بھی لگی اور سامان بھی تو اس میں جو اس نے ٹیوب وغیرہ لگایا ہے، یہ کیا ہے، یہ مال نہیں ہے؟۔

مولانا خالد سیف للہ رحمانی:

اسی لئے فقہاء نے زکاۃ کے مسئلہ میں فرق کیا ہے، اگر اجیر کو اس عمل میں کوئی مال بھی استعمال کرنا پڑتا ہو، جیسے رنگ ریز رنگ کا استعمال کرتا ہو تو اس مال میں زکوۃ واجب ہوگی، یعنی باوجود اجیر ہونے کے، اس معاملہ میں اس کو مال تجارت کی حیثیت سے قبول کیا گیا ہے۔

مولانا ارشد فاروقی:

میڈیکل انشورنس کے سلسلے میں جو تفصیلات سامنے آئی ہیں تو اس میں اصولی طور سے دو باتیں سامنے آتی ہیں: اول یہ کہ صحت بیمہ کے جواجزائے ترکیبی ہیں اس میں غرر، رباء، قمار ہیں، اس لئے اس کو حرام ہونا چاہئے اور حرام ہے، پھر دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ ضرورت کے تحت بہت سی چیزیں جائز قرار دی جاتی ہیں تو اس میں ضرورت کی تطبیق یہ ایک اہم مسئلہ ہے، اس میں خاص طور سے ہندوستان کو سامنے رکھا جائے تو وہ کمپنیاں، وہ یونیورسٹیاں، وہ مراکز جہاں انشورنس لازمی ہے کہ اس میں بغیر اس کے داخلہ نہیں ہوسکتا تو وہاں ضرورت کی بنیاد پر جواز کا فتویٰ دیا جانا چاہئے، پھر وہ ممالک جہاں جانے کے لئے یا وہاں قیام پذیر ہونے کے لئے یہ بیمہ کرانا ضروری ہے، وہاں بھی اس کی اجازت ہونی چاہئے۔ اب ایک مسئلہ اٹھتا ہے کہ اگر وہ شخص

بیمار پڑ جاتا ہے دوسرے ملک میں جہاں اس نے انشورنس کرایا ہے تو وہ زائد رقم جو اس کے علاج سے خرچ ہوتی ہے، اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں، بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کا استعمال اضطرار کی صورت میں جائز ہے، تو ہمارے سامنے جو ہم نے تجزیہ کیا ہے۔ U.A.E. کا، یا اسی طرح سعودی عرب کا تو ہمارے ملک سے جو مزدور طبقہ کے لوگ یا دوسرے طبقہ کے لوگ جاتے ہیں، وہ اس حال میں ہوتے ہیں کہ انشورنس تو کرانا ان کے لئے لازمی ہے، لیکن اگر وہ بیمار پڑے اور ان کا علاج ہوا تو کثیر رقم خرچ ہوئی اور اس کو ادا کرنا یا اس کو واپس کرنا اس کے لئے ناممکن ہوتا ہے، اس لئے اس زائد رقم کو اضطرار کی وجہ سے جائز سمجھنا مناسب ہوگا۔

پھر ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب بھی کوئی نئی چیز ہمارے سامنے آتی ہے، اس طرح کی تو اس کو حرام کہہ دینا ہمارے لئے تو بہت آسان ہے، ہم حرام کہہ دیتے ہیں، لیکن اس کا بدل یا نعم البدل جو بہت وسیع پیمانہ پر ہے، عملی طور پر، پیش کرنا ہمارے سماج اور ہماری قیادت کے لئے ذرا مشکل مسئلہ ہے اس واسطے ہمیں یہ بھی پیش کرنا ہوگا۔

مولانا مشتاق احمد باقوی:

میڈیکل انشورنس کے تعلق سے بات تقریبا آ گئی، میں کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ بیماری یہاں کئی قسم کی ہیں۔ ایک بیماری وہ ہے جس میں عام طور پر متوسط آدمی اپنے آپ کو برداشت کر لیتا ہے، بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ وہ خرچہ برداشت نہیں کر سکتا، مثال کے طور پر 'دل' کی بیماری ہے اس میں لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں، اگر کوئی متعین بیماری کے لئے، اگر کوئی متوسط آدمی انشورنس کرائے تو اس کے لئے کیا صورت اور کیا شکل اختیار کیا جا سکتا ہے، اس پر بھی غور کریں، اس لئے کہ عام طور پر متوسط آدمی دل کی بیماری کے علاج کرانے کے لئے بہت پریشان ہو جاتا ہے، اور بلکہ اپنے گھر وبار کو بھی وہ فروخت کر دیتا ہے، لہذا اس پر بھی غور کیا جائے۔

مولانا عبدالقیوم:

یہ بات تو ٹھیک ہے کہ انشورنس کمپناں جتنی بھی ہیں ان کا اپنا کاروبار، سود، میسر اور غرر سے مرکب ہے اور اصولاً بھی قسم کے انشورنس جو ہیں، جیسا کہ رائے دی گئی کہ ناجائز اور حرام ہی ہونا چاہئے، مجھے یہ بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ ہمارے اپنے ملک میں اسلامی اور جائز انشورنس کی کوئی صورت ہمارے پاس نہیں ہے، حالانکہ باہمی تعاون والی تکافل کی جوشکل ہے کوآپریٹیو انشورنس کی، اسلام میں اس کی شکل موجود ہے، اگر ہم اس بارے میں غور کریں کہ یہ جو کمپنیاں ہیں اس میں شریک ہونے والا اور انشورنس کرانے والا ہر فرد یہ سمجھے کہ میں اپنا پیسہ کمپنی کو بطور وقف اور تعاون دے رہا ہوں، بایں طور کہ میں اور اس کمپنی میں شریک ہونے والے تمام افراد اس سے فائدہ اٹھائیں گے، اگر میں بیمار ہوا تو میں بھی اپنی ضرورت کے بقدر فائدہ اٹھاؤں گا اور اس میں باقی جو لوگ ہیں وہ بھی فائدہ اٹھائیں گے، سال پورا ہو گیا، میں اپنی رقم کے استحقاق سے نکل گیا۔

ایک آواز:

اس سلسلہ میں فقہی جو جزئیہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنے کھلیان میں بیل لگا کر بالیوں سے گیہوں نکلوایا اور بیلوں نے اس پر چلتے ہوئے پیشاب بھی کیا، پاخانہ بھی کیا، تو فقہی جزئیہ موجود ہے کہ اس میں سے تھوڑا سا حصہ کسی کو صدقہ کر دیا جائے یا جو مزدور ہے اس کو دیدیا جائے اور باقی اناج کے بارے میں سمجھا جائے کہ جو میرے گھر آیا وہ تمام پاک ہے اور ناپاک اس کے گھر سے چلا گیا۔ تو کمپنی میں جو پریمیم جمع ہوتا ہے اس کی اصل رقم بھی ہوتی ہے اس کا سود بھی ہوتا ہے، کمپنی کے اخراجات بھی ہوتے ہیں تو مسلمان یہ سمجھے کہ میرے حصے میں جو کچھ آئے گا وہ خود پریمیم کا حصہ ہے اور کمپنی کے اخراجات اور کلیم میں یا دوسرے لوگ جو علاج کے اخراجات لیں گے مسلمان کے علاوہ وہ سودی رقم سے اپنے اخراجات وصول کر رہے ہیں۔

دوسرے یہ کہ آپ شیئرز کے کاروبار کو جائز کہتے ہیں ،حضرت مولانا مفتی تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے یہ بات لکھی ہے کہ شیئرز کی خرید وفروخت چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے، اسمیں ایک شرط یہ ہے کہ کمپنی کے حصص کو خرید وفروخت کرنے والا آدمی سال میں ایک مرتبہ ان کی میٹنگ ہوتی ہے وہ کم سے کم اپنی طرف سے درج کروائے کہ ہم سودی کاروبار کو فروغ نہیں دینا چاہتے ،اور آپ جائز کاروبار کرنے کے باوجود جتنا حصہ سودی لین دین کرتے ہیں اس کو بھی بند کیجئے ،شرعاً یہ جائز نہیں ہے تو ہم ان کمپنیوں کو جب بھی آدمی پالیسی لے سب اسلامی صورت کے اعتبار سے انہیں یہ لکھے کہ آپ جو کچھ سودی لین دین کرتے ہیں اسلام میں یہ جائز نہیں ہے اور اس کو بند کر کے سرمایہ کاری کیا جائے ۔میری گذارش یہی ہے کہ وہ جو سود آرہا ہے وہ شیرز میں اس کے جواز کی جو بنیاد بنائی گئی ہے یہاں بھی اس کی بنیاد بنائی جائے ۔اور چونکہ ضرورت کا تحقق ہے بایں معنی کہ کوئی آدمی جب بیمار ہو جاتا ہے اور بالخصوص پانچ ،سات ،آٹھ ،دس ،امراض ایسے مہلک ہیں کہ ان کا علاج اچھے خاصہ مالدار آدمی کے لئے بھی ممکن نہیں ہے یا بہت مشکل ہے کہ اپنی رقم سے وہ علاج کرائے ۔اگر کرائے گا تو دیوالیہ ہو جائے گا ۔چہ جائیکہ کوئی غریب آدمی ،ایڈز میں ،کینسر میں ،دل کی بیماری میں یا گردے کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں ،ان کے لئے تو جان کا مسئلہ ہوتا ہے ،اس لئے اس پہلو پر غور کیا جانا ضروری ہے ۔

مولانا ولی اللہ رشادی:

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان الحمد للہ بہت سے رفاہی ادارے قائم کر رہے ہیں اور کئے ہوئے ہیں ایسی خدمت ہو رہی ہے ہر جگہ اور آئندہ بھی ہونے کی امید ہے انشاء اللہ ،اس لئے حرام کو حلال بنانے کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں جو حضرات یہ کہتے ہیں ۔ **من نفس عن مومن قربة من قرب الدينا** ،یہ سب معاوضہ لیکر کچھ پیسہ اپنا سودی پیسہ لینے کے لئے ہرگز نہیں ہے استدلال جو ہے بالکل ناحق ہے ،وہ ترغیب ہے مبتلا لوگوں کے لئے ،ان کی

تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے تاہم سود پر کاروبار کے ذریعہ سے اس سے تھوڑا پیسہ لے کر زائد پیسہ سودی لگانا علاج معالجہ کرنے کی غرض سے اس میں بظاہر کوئی ترغیب نہیں۔

مولانا محی الدین غازی:

صورت مسئلہ میں کافی فرق ہو چکا ہے، اب سرکاری اور غیر سرکاری کی تفصیل بھی جیسا کہ یہ بات آئی کہ ختم ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے۔ دوسری طرف پریمم بھی بڑھنے والے ہیں، اس کے علاوہ یہ کہہ رہا تھا کہ مولانا عتیق صاحب نے جو بات اٹھائی ہے ہندوستان میں کیا علاج واقعی بہت مہنگا ہے؟ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ جہاں انشورنس لازم ہے ترقی یافتہ ودیگر ممالک میں تو وہاں پر صرف ایلو پیتھک طریقہ علاج ہونے کی وجہ سے علاج مہنگا ہے۔ ہندوستان میں ایک تو متبادل طریقہ علاج موجود ہے، رائج ہے جو بہت سستے ہیں (۱) نمبر (۲) یہاں پر طبی اداروں میں ویلفیر ٹسٹ کا کالم بھی رہتا ہے، جس کی وجہ سے بڑی حد تک غریبوں کو سہولت ملتی ہے، جو لوگ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں۔ تو ان ساری چیزوں کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان کے لئے یہ ابھی ضرورت کا مسئلہ نہیں بنا۔ بعض مخصوص امراض ہیں جن میں ضرورت پڑتی ہے، بہت زیادہ رقم کی، وہ بہت ہی مخصوص ہے، اس میں ابھی اس طرح کی پوزیشن نہیں ہے نمبر ایک اور نمبر ۲ یہ کہ زیادہ پیسوں کی ضرورت اس وقت سے پڑنے لگی ہے جب سے ایلو پیتھک طریقہ علاج نے یہ جو رجحان دیا ہے کہ مرتے ہوئے آدمی کے بھی طبعی موت کو ٹالنے کی حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بہت زیادہ پیسے خرچ ہوتے ہیں عجیب عجیب انداز میں ان کو ہوسپٹل میں رکھا جاتا ہے تو ان چیزوں سے ظاہر ہے ایک مومن کو پرہیز کرنا چاہئے، ظاہر ہے ابھی ہم اس مقام تک نہیں آئے ہیں، اس لئے ہمیں بچنا چاہئے۔

مفتی زاہد صاحب علی گڑھ:

میرا عرض کرنا یہ ہے کہ جو میں نے شروع میں یہ بات عرض کی تھی کہ جس میں لفظ

انشورنس تو نہیں تھا .M.A.S میڈیکل انشورنس کی اس کے بارے میں اگر چہ کوشش کی گئی ہے سرکاری وغیر سرکاری ختم کرنے کی ،لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں جو سرکار میں ہے تو چونکہ زمین وآسمان کا فرق ہے کہ جو اس کو واپس ملتا ہے، اس لئے اس کے جواز کی طرف توجہ دینے کی ضرورت بظاہر محسوس ہوتی ہے، اس کے علاوہ ایک اہم بات اور بھی ہے کہ چونکہ ہر حکومت آج کل اپنے کو رفاہی حکومت کہلانا چاہتی ہے، اور ہمارے یہاں کانسٹی ٹیوشن آف انڈیا کے اندر صحت اور تعلیم کو بنیادی اور اہم لسٹ میں رکھا گیا ہے، اس میں تینوں کی ذمہ داری رکھی گئی ہے، حکومت مرکزی، صوبائی حکومت، اور اسی طرح سے وہ فرد کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بھی اس میں حصہ لےتو یہ گویا اہم مسئلہ ہے کوئی اتنا سرسری نہیں، اس لئے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، آٹھ، دس اتنے خطرناک امراض ہیں کہ یقینی طور پر بڑے صاحب حیثیت لوگ بھی اس میں کچھ نہیں کر سکتے، ایک بات یہ ہے کہ حضرت مولانا نے جو وضاحت فرمائی تھی وہ میں سمجھتا ہوں، اس کی مزید وضاحت ہو جائے، اس میں ذرا غلط فہمی اور التباس پیدا ہو گیا ہے، آپ نے حضرت مولانا شیر علی صاحب کی بات پر جو ارشاد فرمایا کہ ایجاب وقبول اگر چہ بظاہر صحیح نہ ہو، لیکن اگر وہ ہو جاتا ہے تو تسلیم کیا جائے گا میرا اس سلسلہ میں عرض کرنا یہ ہے کہ ہمارے حنفیہ کے یہاں اکراہ کی شکل میں بیع منعقد نہیں مانی جاتی ہے، لیکن طلاق وعتق کو منعقد مانا جاتا ہے، غالبا یہ بات ملتبس سی ہوگئی، اس لئے یہ بات عرض کی۔

مفتی عبدالرشید:

سب سے پہلی بات تو یہ کہ یہاں کوشش یہ ہونی چاہئے کہ کوئی شخص کسی پر ایسا لفظ یا ایسا انداز اختیار نہ کرے کہ کسی کی توہین معلوم ہو، ہر شخص اخلاص کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے، اس سے پرہیز کیا جائے۔ دوسری چیز یہ کہ جن حضرات نے یہ تشبیہ دی ہے کہ حرام چیزوں سے علاج بیماری واقع ہونے کے وقت ہے اور اپنی دلیلوں کو پیش کیا ہے، مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی نے

جواس پر فرق بیان کیا ہے کہ ایک ہے متوقعہ بیماری اور ایک ہے کہ محتملہ ،قرآن وحدیث میں اس کی اجازت دی گئی ہے، یہ وہ بیماری ہے جو وقوع پذیر ہو چکی ہو اور جن کا احتمال ہے،ان میں کوئی بحث نہیں ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ جن حضرات نے یہاں پر دلیل پیش کی ہے وہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہے، بلکہ تشبیہ صرف اس سلسلے میں ہے کہ شریعت نے لچک دی ہے یا نہیں؟ میں ان حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جنھوں نے دانت کے ٹوٹنے پر سونے کے دانت لگانے کی اجازت دی ہے،فقہاء نے بتایا ایک دانت ٹوٹنے سے کونسی قباحت ہوتی ہے وہ کھانا نہیں کھا سکتا، یا اس کے حسن میں کمی آجائیگی، آخر کس وجہ سے شریعت نے اور ہمارے فقہاء نے سونے کے دانت لگانے کی اجازت دی ہے یہ لچک نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہاں پر کوئی ضرورت بھی نہیں ظاہر بات ہے کہ یہ لچک ہی ہے اور یہ تشبیہ بھی صرف لچک کی بنیاد پر دی گئی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جان کے بیمہ اور صحت کے بیمہ میں فرق ہے۔ جان کا بیمہ جو لوگ کراتے ہیں وہ لالچ ہوتی ہے کہ ہمیں زیادہ رقم شاید مل جائے ،لیکن آپ بتائیں کہ جب تک آدمی اپنے اندر یہ محسوس نہیں کرتا کہ میں کسی بیماری میں مبتلا ہوں اس وقت تک وہ بیمہ کراتا ہی نہیں، کسی کو پیسہ نہیں کاٹ رہا ہے کہ صحت کا بیمہ کرائے گا، جب وہ محسوس کر لیتا ہے کہ شاید کوئی بیماری مجھے متوقع ہے تب ہی وہ اس سلسلے میں بیمہ کرائے گا ،لہذا مقصد پر بھی نظر رہنی چاہئے کہ جان کا بیمہ اور صحت کے بیمہ میں ذرا سا فرق ہے۔

مفتی شیر علی گجراتی:

یہ جو ادارے انشورنس کے قائم کئے گئے ہیں اس کا مطلب یہی ہے کہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے ،لیکن اس پر غور کرنے کی بات ہے کہ ضرورتمند تو غریب ہوتے ہیں اب وہ بیچارے کہیں دیہات میں دور رہتے ہیں غریب ہیں وہ یہاں نہیں آسکتے ،اسپتال نہیں جا سکتے ،اسپتال پہنچنے کا بہت خرچہ ہے،تو وہ بیچارے محروم ہی رہتے ہیں،اور دوسری بات یہ ہے کہ جو بڑے بڑے مالدار

ہیں وہ زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں غریبوں کا تو بیچارہ اگر بیمار بھی نہیں ہوا تو پیسہ واپس نہیں ہوا تو یہ تو غریبوں کا نقصان ہے، اس لئے اس میں ایسا کچھ طریقہ ہونا چاہئے کہ ان غریبوں کا نقصان نہ ہو۔

دوسری بات یہ فرمایا کہ جو زائد رقم ان کو ملی تو وہ اس پر تو بہت سے حضرات نے کلام کیا ہے، لیکن اس پر بہت کم نے کلام کیا کہ جو کوئی بیمار ہی نہیں ہوا اس کو کچھ نہیں ملے گا، تو اس پر غور کرنا چاہئے کہ اس کو کچھ فائدہ ملے۔

ڈاکٹر شیخ عبدالمجید سوسوہ:

حضرات علماء اور ہمارے دینی بھائیو!

حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرات کی گفتگو کی، آراء اور بحثوں سے جو کچھ میں نے استفادہ کیا ہے اور آپ کی بحثیں سنیں ہیں ان میں اور ہمارے کہنے میں صرف اتنا فرق ہے کہ آپ نے انہیں باتوں کو اردو زبان میں فرمایا ہے اور میں عربی میں آپ کے سامنے دہرا رہا ہوں۔

آج کا موضوع ہے ''میڈیکل انشورنس'' یہ یقیناً بڑا اہم مسئلہ ہے، اور مغرب کی تاجرانہ اقتصادی اور معاشی فکر کی دین ہے، جسے اس نے سماج کی معاشی دشواریوں کے حل کے طور پر رواج دیا ہے، بدقسمتی سے آج مسلم سماج بھی اس میں ملوث ہوگیا ہے، اب ہمارے سامنے دو ہی راستہ ہے یا تو ہم اس کا تجزیہ کریں اور اس میں سے خیر کا عنصر نکالیں اور اس کے متبادل کے طور پر اسلامی انشورنس کا نظام اپنی امت کے سامنے پیش کریں، یا پھر یہ کہہ کر کہ ہم مجبور ہیں اور اسے ضرورت واضطرار کا نام دے کر اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور اسی کو اختیار کرلیں۔

جہاں تک ''ہیلتھ انشورنس'' کا تعلق ہے تو یہ بات ہم سبھی لوگ جانتے ہیں کہ ''صحت کا بیمہ'' یعنی میڈیکل انشورنس'' دراصل جنرل انشورنس ہی کی ایک شاخ ہے، اور انشورنس جیسا کہ آپ حضرات علماء ہیں جانتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: تجارتی انشورنس، تعاونی انشورنس۔

تجارتی انشورنس کے بارے میں آپ لوگ جانتے ہیں اور آپ حضرات نے خود گفتگو فرمائی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ چونکہ اس انشورنس میں ربا، غرر اور قمار جیسی حرام چیزیں پائی جاتی ہیں، اس لئے یہ ممنوع ہے۔

اور ''تعاونی بیمہ'' ان چیزوں سے خالی اور پاک ہے، کیونکہ تعاونی بیمہ کا مقصد دراصل عوام کو ان مصائب سے نجات دلانا ہے، جن سے وہ اس وقت معاشی طور پر دوچار ہیں اور اس وقت کی میڈیکل انشورنس کی کمپنیاں اسی کا فائدہ اٹھا کر ضرورت، بیماری اور لوگوں کو سکون وراحت پہنچانے کا نام دے کر ان سے پیسے وصولتی اور ان پیسوں کو سودی کاروبار میں لگا کر کثیر سودی رقم حاصل کرتی ہیں، اس لئے:

اب ہمارے پاس صرف اور صرف تعاونی بیمہ کی شکل متبادل کے طور پر بچتی ہے، جس میں لوگ تعاونی اور تکافلی جذبہ سے اپنے پیسہ جمع کریں گے، اور جب ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے گا (خدا نہ کرے) تو ان کو حادثہ کے بقدر پیسہ دیا جائے گا، اس طرح اس کے نقصان کی تلافی ہوجایا کرے گی، اور ہر شخص کے لئے تعاون اور تکافل کا دروازہ کھلا رہے گا، اور اگر کسی کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تو جمع کی ہوئی رقم کو اس کی طرف سے تعاون سمجھا جائے گا، تو یہ تعاونی بیمہ کی جو شکل ہے یہ مثالی اور آئیڈیل بن سکتی ہے۔

اور میڈیکل انشورنس کے بارے میں حتمی بات یہ ہے کہ شرعاً جائز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ضرورت شدیدہ واقع ہوجائے، اب اس حالت شدیدہ کے کئی پہلو ہیں:

۱- اگر کہیں کسی معاملہ میں ضرورت شدیدہ واقع ہوجائے تو اس کے لئے شریعت میں حل موجود ہے، اب ضرورت یا تو اجباری اور اضطراری ہوگی، مثلاً حکومت نے قانون بنادیا کہ آپ کو انشورنس کرانا ہے، ظاہر ہے کہ یہ اجباری ہے، یا انسان خود ایسے حالات سے دوچار ہوجائے کہ بغیر انشورنس کے کوئی چارہ کار نہ ہو تو ایسی صورت میں قاعدہ شرعیہ: ''الضرورة

تقدر بقدرها" کی روشنی میں اس حد تک اس کی اجازت ہوگی۔

۲- یہ ہے کہ تجارتی بیمہ کو بدرجہ مجبوری اور ضرورت کی بنیاد پر جائز قرار دینے میں کسی قسم کی سہل پسندی نہیں ہونی چاہئے کہ مجبوری کا نام دے کر اسی پر تکیہ کئے رہیں اور نہ ہی عوام کو اتنی تنگی اور سختی میں مبتلا کر دیں، بلکہ عوام کو اس بات کے لئے آمادہ کرتے رہیں کہ وہ تعاونی انشورنس کی طرف راغب ہوں اور متبادل کے طور پر اسلامی انشورنس کا نظام اور نمونہ بھی پیش کرنے کی جد وجہد جاری رکھیں، اگر چہ اس میں کچھ وقت ہی کیوں نہ لگ جائے۔

جس طرح امت کو ربا اور حرام سے بچانے کے لئے اللہ کی توفیق سے اسلامی بینکنگ کے نظام کو بروئے کار لانے کی کوشش کی گئی اور آج اسلام کا مالیاتی نظام اسلامی بینکنگ کی شکل میں الحمدللہ موجود ہے، اسی طرح میں یہ کہتا ہوں کہ انشورنس کے سلسلہ میں بھی ضرورت کے نام پر اس قدر تساہل نہ برتی جائے اور اسلامی انشورنس کا نظام متبادل کی صورت میں پیش کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے کہ لوگ موجودہ انشورنس میں ملوث ہوکر حرام چیزوں کے عادی ہو جائیں، بلکہ ہر حال میں متبادل سسٹم لانے کی کوشش کی جائے۔

ساتھ ہی اس مسئلہ کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کراتا چلوں کہ بہت سے لوگ ''تعاونی انشورنس'' کو بھی جنرل انشورنس کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جنرل انشورنس محض ایک امکانی اور احتمالی چیز ہے اور تعاونی انشورنس قطعی محتمل اور امکانی چیز نہیں ہے، اور میڈیکل انشورنس میں بھی کوئی احتمالی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ ایک وقوع پذیر چیز ہے اور بہت سے لوگ بیمار پڑتے یں اور بیمار ہونا انسانی فطرت یہ کوئی امکانی چیز نہیں ہے، اور بسا اوقات لوگ دوسرے ادیان ومذ ہب کے لوگوں کی دیکھا دیکھی ان امراض کو قمار، سود اور غرر پر مشتمل تجارتی بیمہ جیسی حرام چیزوں کو برتنے کے لئے گنجائش کا ذریعہ تصور کرنے لگتے ہیں، یہ انسانی فطرت ہے، اس میں علماء کے لئے دانشمندی کی ضرورت ہے۔

اس لئے محض ضرورت کا نام دے کر علی الاطلاق حرام کے دروازے کو نہ کھولا جائے، بلکہ اس بات کا گہرائی کے ساتھ تجزیہ کیا جائے کہ جب تک لوگ اس حد کو نہ پہنچیں جس میں حرام چیز مباح ہو جاتی ہے تب تک محض ضرورت کے نام پر اس کی اجازت نہ دی جائے جن کی حرمت کتاب وسنت سے واضح ہے۔ یہ شریعت کے مسلمات میں سے ہے اور واضح ہے، یہاں علماء اور فقہاء تشریف فرما ہیں اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حرج اور تنگی کی کیا حد ہے، غور کریں اور سوچیں تاکہ کسی امر کی واضح حرمت کا حل تلاش کرسکیں۔

میں آخر میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو میڈیکل انشورنس اور انشورنس سسٹم کے اسلامی متبادل نظام کا حل اور نمونہ ایجاد کرنے اور پیش کرنے میں ہمیں توفیق دے اور ہماری مدد فرمائے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

یہ آخری نشست تھی اس میں مولانا عبید اللہ صاحب، کمیٹی کا اعلان فرمادیں گے، ایک بات وضاحت کے طور پر عرض کر دیتا ہوں کہ ایک مسئلہ جو بار بار اٹھ رہا ہے علاج کے لئے محرمات کے استعمال کا، اس پر تو میں اظہار رائے کرنا نہیں چاہتا، لیکن جو اکیڈمی کا سمینار ہوا تھا میڈیکل مسائل پر علی گڑھ میں، اس میں یہ بحث تفصیل سے آچکی ہے کہ کن حالات میں علاج کے لئے ممنوعات کا استعمال کرنا شرعا درست ہوگا۔ اور میں نے جو بات کہی تھی ضرورت واقعہ اور ضرورت ممکنہ کی، اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ خاص علاج کے بارے میں یہ بات عرض کر رہا ہوں، میں نے فقہاء کا جو قاعدہ ہے: ''الضرورات تبیح المحضورات'' ، تو اس سے کس درجے کی ضرورت مراد ہے، اس بارے میں عرض کر رہا تھا، اور وہ جو سونے کے دانت والی بات ہے وہ الگ مسئلہ ہے جو آپ قواعد کی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ حاجت کو بھی کبھی کبھی ضرورت کے درجے میں لے لیا جاتا ہے، اور ''الحاجة قد تنزل منزلة الضرورة'' ، اس قاعدہ کے تحت اہل علم نے اس کو داخل

فرمایا ہے، بہرحال ایک بات اصولی طور پر ہم تمام رفقاء کی طرف سے ہے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب، حضرت مولانا عتیق صاحب، ہمارے مولانا صدر محترم صاحب کی طرف سے کہ اکیڈمی کی ایک روایت یہ رہی ہے کہ ہم کھلے دل سے مناقشہ کرتے ہیں، رائے پر نقد بھی ہوتا ہے، رائے پر تنقید بھی ہوتی ہے، لیکن اس میں کوئی بے احترامی کا یا "تنابذیا الألقاب" کا یا تمسخر کا پہلو نہیں ہوتا، اور اس وقت بھی جو مجلس رہی ہے اس میں بھی میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کوئی پہلو نہیں رہا، اگر ایسی کوئی بات ہمارے دوستوں اور ہم لوگوں میں سے کسی کی طرف سے آئی ہو تو ہم بہت معذرت خواہ ہیں آپ سے، ہمیں امید ہے کہ ہم لوگ ایسے ہی جو ہمارے سلف کی روایت ہے تحمل اختلاف رائے کو برداشت کرنے کی اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے گفتگو کریں گے۔

جو بحث آپ حضرات کے سامنے آئی ہے اس کے لحاظ سے کئی پہلو ہیں، اس میں اجباری انشورنس، اختیاری انشورنس، اگر کوئی شخص کسی مرض میں مبتلا ہو چکا ہے تو اس کے لئے انشورنس اور ابھی نہیں ہوا ہے، مستقبل میں احتمال ہے، اس کے لئے انشورنس، ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے گا، ایک بات آپ حضرات کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہندوستان میں بھی جو بجاج کمپنی ہے، جو انشورنس کے میدان میں اتر رہی ہے وہ اسلامی اصولوں پر مسلمانوں کے لئے انشورنس کا شعبہ قائم کرنے پر آمادہ ہے، اس سلسلہ میں ہمارے پاس بھی ایک آدمی کا مراسلہ آیا تھا اور خود آپ کے بنگلور میں مولانا شعیب اللہ مفتاحی صاحب انہوں نے ان سے کافی ربط رکھا اور پھر ساؤتھ افریقہ سے اور پڑوسی ملک سے جو اسلامی متبادل ہے اس کی ضرورت کی طرف اشارہ گیا ہے، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے بھی '' جواہر الفقہ '' میں تکافل کی اور وقف کی صورت ہو تو اس کی روشنی میں جو ماڈل ہے وہ ان کو بنا کر دیا گیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی بنیادوں پر ہم انشورنس کی کمپنی کو چلائیں اور اس کے سرمایہ کو بزنس اور تجارت میں لگائیں، حلال طریقہ پر اس سے نفع حاصل کریں، تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس کی اس اسکیم

میں شریک ہوسکے، اللہ کرے کہ یہ صورت پیدا ہوجائے تو انشاء اللہ ایک اسلامی متبادل بھی ہمارے اس ملک میں فراہم ہوجائے گا، بہر حال ہماری جو تجویز ہو، جیسا کہ ہمارے بہت سے دوستوں نے کہا اس پہلو کو بھی ہمیں پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اس کا حلال متبادل کن اصولوں پر ہے، مفتی شفیع کا، مولانا تقی عثمانی صاحب کا اور بعض دوسرے ملکوں میں جہاں تکافل کے نام سے اس کو قائم کیا گیا ہے، اس کا ماڈل اور عملی صورت موجود ہے تو اس کو سامنے رکھتے ہوئے ہم لوگ اس بارے میں بھی کوئی بات پیش کرسکیں تو اس سے لوگ محسوس یہ کریں گے کہ ایسا نہیں ہے کہ ہماری مشکلات کا حل شریعت میں موجود نہیں ہے، اگر آپ لوگ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے تو شریعت میں اس کا جائز متبادل بھی موجود ہے، اس سے انشاء اللہ شریعت کی محبت ان کے اندر پیدا ہوگی اور وہ محسوس کریں گے کہ یہ شریعت ہمارے لئے بوجھ نہیں ہے۔

☆☆☆